امیر المومنین

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حصہ اول

حیات وخدمات

حصہ دوم

اعتراضات وجوابات



متکلم اسلام مولانا

محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ







نام کتاب ________ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق

تالیف مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

تاریخ اشاعت ________ جون 2025ء

بار اشاعت ________ اوّل

تعداد اشاعت ________ 1100

ناشر ________ مکتبہ دار الایمان



مکتبہ دار الایمان (رجسٹرڈ)

0321-6353540

www.ahnafmedia.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیشِ لفظ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ!

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب، سید المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے عظیم المرتبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت عطا فرمائی جنہوں نے دینِ اسلام کی اشاعت، دفاع اور حفاظت میں بے مثال قربانیاں پیش کیں۔ ان جلیل القدر شخصیات میں سب سے افضل خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ہیں جن کا دورِ خلافت اسلامی تاریخ کا روشن ترین باب ہے۔ ان حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کو جس حکمت، عدل، تقویٰ اور بصیرت کے ساتھ سنبھالا، وہ رہتی دنیا تک کے لیے مینارۂ نور ہے۔

خلفائے راشدین میں دوسرے خلیفہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ منفرد اور نمایاں ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ مرادِ رسول ہیں اور فاروقِ اعظم کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ کا اسلام لانا اسلام کی فتح تھا۔ آپ کا عدل و انصاف، انتظامی بصیرت، تقویٰ، جہاد، زہد، علم، امت کی فلاح اور دین کی سربلندی کے لیے اخلاص... سب کچھ اس بات کا مظہر ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ فی الحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے عملی پیکر تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اسلام کو غیر معمولی وسعت ملی۔ آپ کی فتوحات، انتظامی اصلاحات، عدالتی نظام، بیت المال کا قیام، رعایا کے حقوق کی نگہداشت اور امت کی تربیت جیسے عظیم الشان کارنامے آج بھی مسلم حکمرانوں کے لیے رہنمائی کا سرچشمہ ہیں۔

زیرِ نظر کتاب "امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ" میں ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے:

پہلا حصہ: آپ رضی اللہ عنہ کی حیات وخدمات

دوسرا حصہ: آپ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے کیے گئے اعتراضات کے جوابات

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ہم سب کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیرت کو پڑھ کر اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمِیْنَ بِجَاہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ ، وَصَلَّی اللهُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَأَزْوَاجِہٖ أَجْمَعِیْنَ.

محتاجِ دعا

محمد الیاس گھمن

سرپرست مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

منگل؛13-ذوالحجہ 1446ھ،10-جون 2025ء

﴿حصہ اول﴾

حیات و خدمات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بنیادی تعارف

ولادت:

امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر بن عاصم القرطبی رحمہ اللہ (ت 463ھ) فرماتے ہیں:

وُلِدَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بَعْدَ الْفِيْلِ بِثَلَاثَ عَشْرَةَ سَنَةً.

الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ص 551 ترجمۃ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ واقعۂ فیل کے 13 سال بعد (مکہ) میں پیدا ہوئے۔

نام ونسب:

امام ابو القاسم اسماعیل بن محمد بن الفضل بن علی القرشی الاصبہانی رحمہ اللہ (ت 535ھ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تذکرہ کے تحت فرماتے ہیں:

عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بْنِ نُفَيْلِ بْنِ عَبْدِ الْعُزّٰى بْنِ رَبَاحِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ قُرْطِ بْنِ رَزَاحِ بْنِ عَدِيِّ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبٍ يَلْتَقِيْ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي كَعْبٍ.

سِیَر السلف الصالحین: ص 39 ذکر ابی حفص عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

ترجمہ: عمر بن الخطاب بن نُفَیل بن عبد العُزیٰ بن رَباح بن عبد اللہ بن قُرط بن رَزاح بن عدی بن کعب بن لؤی بن غالب۔ آپ کا سلسلہ نسب (آٹھویں پشت میں) کعب پر جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

کنیت:

امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ الاصبہانی رحمہ اللہ (ت 430ھ) فرماتے ہیں:

يُكْنٰى أَبَا حَفْصٍ.

معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم: ص 38 مَعْرِفَةُ نِسْبَةِ الْفَارُوْقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، الرقم 130

ترجمہ: آپ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کی کنیت ابو حفص تھی۔

لقب:

امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البغدادی رحمہ اللہ (ت230ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَيُّوبَ بْنِ مُوسٰى رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ اللهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهٖ وَهُوَ الْفَارُوْقُ فَرَّقَ اللهُ بِهٖ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ.

الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج3 ص205 اسلام عمر رضی اللہ عنہ

ترجمہ: حضرت ایوب بن موسیٰ رحمہ اللہ (مرسلاً) روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حق بات کا الہام عمر کے دل پر اور اس کا اظہار عمر کی زبان پر فرمایا۔ وہ فاروق ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعے حق اور باطل میں فرق ظاہر کیا ہے۔

حلیہ مبارک:

امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الطبری رحمہ اللہ (ت310ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَصِفُ عُمَرَ يَقُوْلُ: رَجُلٌ أَبْيَضُ تَعْلُوْهُ حُمْرَةٌ طُوَّالٌ اَشْيَبُ اَصْلَعُ.

تاریخ الطبری: ج4 ص196 ذکر صفتہ [عمر رضی اللہ عنہ]

ترجمہ: قاسم بن محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ اوصاف بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سفید رنگت والے، سرخی مائل، خوب لمبی قد و قامت والے، بھرپور جوانی والے انسان تھے۔ آپ کے سر مبارک کے آگے کی طرف سے کچھ بال جھڑے ہوئے تھے۔

ازواج واولاد:

امام ابو الحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) لکھتے ہیں:

تَزَوَّجَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ زَيْنَبَ بِنْتَ مَظْعُوْنِ بْنِ حَبِيْبِ بْنِ وَهْبِ بْنِ حُذَافَةَ بْنِ جُمَحٍ، فَوَلَدَتْ لَهٗ عَبْدَ اللهِ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ الْأَكْبَرَ، وَحَفْصَةَ .... وَتَزَوَّجَ مُلَيْكَةَ بِنْتَ جَرْوَلٍ الْخُزَاعِيِّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَوَلَدَتْ لَهٗ عُبَيْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ .... وَتَزَوَّجَ قُرَيْبَةَ بِنْتَ أَبِي أُمَيَّةَ الْمَخْزُوْمِيِّ فِي الْجَاهِلِيَّةِ .... وَتَزَوَّجَ أُمَّ

حَكِيمٍ بِنْتَ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ الْمَخْزُومِيِّ فِي الْإِسْلَامِ، فَوَلَدَتْ لَهُ فَاطِمَةَ وَتَزَوَّجَ جَمِيلَةَ أُخْتَ عَاصِمِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ أَبِي الْأَقْلَحِ الْأَوْسِيِّ الْأَنْصَارِيِّ فِي الْإِسْلَامِ، فَوَلَدَتْ لَهُ عَاصِمًا .... ثُمَّ تَزَوَّجَ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ، وَأُمُّهَا فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَأَصْدَقَهَا أَرْبَعِينَ أَلْفًا، فَوَلَدَتْ لَهُ رُقَيَّةَ وَزَيْدًا وَتَزَوَّجَ لُهَيَّةَ امْرَأَةً مِنَ الْيَمَنِ، فَوَلَدَتْ لَهُ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ الْأَوْسَطَ وَقِيلَ الْأَصْغَرَ .... وَكَانَتْ عِنْدَهُ فُكَيْهَةُ أُمُّ وَلَدٍ فَوَلَدَتْ لَهُ زَيْنَبَ، وَهِيَ أَصْغَرُ وَلَدِ عُمَرَ وَتَزَوَّجَ عَاتِكَةَ بِنْتَ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ.

الکامل فی التاریخ لابن الاثیر: ج3 ص53 ثم دخلت سنۃ ثلاث وعشرین

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں (قبل از اسلام) زینب بنت مظعون بن حبیب بن وھب بن حذافۃ بن جمح سے شادی کی اور ان سے (آپ کے دو بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی، بیٹوں کے نام یہ ہیں) حضرت عبداللہ، حضرت عبدالرحمٰن اکبر رضی اللہ عنہما اور (بیٹی کا نام) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہے.... آپ نے زمانہ جاہلیت میں (قبل از اسلام) ملیکہ بنت جرول الخزاعی سے شادی کی اور ان سے عبید اللہ بن عمر پیدا ہوئے.... آپ نے زمانہ جاہلیت میں (قبل از اسلام) قُرَیبہ بنت ابی امیہ المخزومی سے شادی کی۔ آپ نے زمانہ اسلام میں ام حکیم بنت الحارث بن ہشام المخزومی سے شادی کی اور ان سے فاطمہ پیدا ہوئیں.... آپ نے زمانہ اسلام میں جمیلہ بنت ثابت بن ابی اقلح الاوسی الانصاری (یعنی عاصم بن ثابت کی بہن) سے شادی کی اور ان سے عاصم بن عمر پیدا ہوئے.... آپ رضی اللہ عنہ نے (زمانہ اسلام میں) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی لختِ جگر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے شادی کی (یہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وہ صاحبزادی ہیں جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پیدا ہوئی ہیں) آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو حق مہر میں چالیس ہزار دراہم دیے۔ انہی سے آپ کا ایک بیٹا زید اور ایک بیٹی رقیہ پیدا ہوئی.... آپ رضی اللہ عنہ نے لُھَیَّہ نامی ایک یمنی خاتون سے شادی کی۔ ان سے آپ کے (چھوٹے بیٹے) عبدالرحمٰن پیدا ہوئے.... آپ رضی اللہ عنہ کے ماتحت فُکَیھہ نامی ایک ام ولد بھی تھیں۔ ان سے آپ کی بیٹی زینب پیدا ہوئی اور یہ آپ رضی اللہ عنہ کی سب سے چھوٹی بیٹی تھیں۔ اسی طرح آپ نے عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل سے بھی شادی کی۔

فائدہ: عبارت کے درمیان (....) کا نشان علامت حذف ہے۔ جس کا معنٰی یہ ہے کہ یہاں کچھ عبارت کو قصداً چھوڑ دیا گیا ہے۔

نوٹ: آسانی کے پیش نظر مذکورہ عبارت کا خلاصہ درج ذیل جدول میں پیش کیا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مختلف اوقات میں کل 8 خواتین سے شادی کی جن میں سے بیک وقت چار کو نکاح میں باقی رکھا اور چار کو طلاق دے دی۔ ایک آپ کی ام ولد تھیں۔ آپ کے 6 بیٹے اور 4 بیٹیاں تھیں۔ تفصیل یہ ہے:

نمبر	نام	منکوحہ / مطلقہ	اولاد
1	زینب بنت مظعون	منکوحہ	عبد اللہ، عبد الرحمٰن اکبر، حفصہ
2	مُلَیکہ بنت جرول الخزاعی	مطلقہ	عبید اللہ
3	قُریبہ بنت ابی امیہ المخزومی	مطلقہ	کوئی نہیں
4	ام حکیم بنت الحارث المخزومی	مطلقہ	فاطمہ
5	جمیلہ بنت ثابت الاوسی	مطلقہ	عاصم
6	ام کلثوم بنت علی الہاشمی	منکوحہ	زید، رقیہ
7	لُهَيَّہ	منکوحہ	عبد الرحمٰن (اصغر)
8	عاتکہ بنت زید	منکوحہ	کوئی نہیں
9	فُکَیہَہ	(ام ولد)	زینب

فائدہ: ”ام ولد“ اس باندی کو کہتے ہیں کہ جب وہ بچہ یا بچی کو جنم دے اور مالک اس کو اپنی اولاد تسلیم کر لے تو وہ باندی مالک کی وفات کے بعد خود بخود آزاد ہو جاتی ہے۔

ام کلثوم بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کا تذکرہ:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ ثَعْلَبَةُ بْنُ أَبِي مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَسَمَ مُرُوْطًا بَيْنَ

نِسَاءٍ مِنْ نِسَاءِ الْمَدِيْنَةِ فَبَقِيَ مِرْطٌ جَيِّدٌ فَقَالَ لَهُ بَعْضُ مَنْ عِنْدَهُ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! أَعْطِ هٰذَا ابْنَةَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي عِنْدَكَ. يُرِيْدُوْنَ أُمَّ كُلْثُوْمٍ بِنْتَ عَلِيٍّ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 2881

ترجمہ: حضرت ثعلبہ بن ابی مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی خواتین میں چادریں تقسیم کیں تو ایک قیمتی چادر بچ گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قریب بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: امیر المؤمنین! یہ چادر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی (نواسی) کو دے دیں جو کہ آپ کی زوجہ ہے۔ ان کی مراد سیدہ ام کلثوم بنت علی (رضی اللہ عنہما) تھی۔

امام ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان التمیمی رحمہ اللہ (ت 354ھ) لکھتے ہیں:

تَزَوَّجَ عُمَرُ أُمَّ كُلْثُوْمٍ بِنْتَ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ وَهِيَ مِنْ فَاطِمَةَ وَدَخَلَ بِهَا فِيْ شَهْرِ ذِي الْقَعْدَةِ ثُمَّ حَجَّ وَاسْتَخْلَفَ عَلَى الْمَدِيْنَةِ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ.

کتاب الثقات لابن حبان: ج2 ص216

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (سن 17 ہجری میں) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام کلثوم سے نکاح کیا جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں اور ام کلثوم کی رخصتی ذوالقعدہ میں ہوئی تھی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج پر تشریف لے گئے اور مدینہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا۔

خاندانی اوصاف

انسان کے کردار و عمل میں خاندانی اوصاف کو بہت اہمیت حاصل ہوتی ہے، آپ رضی اللہ عنہ میں چند اوصاف بہت معروف تھے:

1: نسب دانی

آپ علم الانساب کے ماہر تھے۔ اس لیے آپ رضی اللہ عنہ لوگوں کے اخلاقی حیثیتوں کو عام لوگوں کی نسبت زیادہ جانتے تھے۔

عمرو بن بحر بن محبوب الکنانی الشہیر بالجاحظ (ت 255ھ) لکھتے ہیں:

وَكَانَ أَبُوْ بَكْرٍ رَحِمَهُ اللهُ أَنْسَبَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ ثُمَّ عُمَرُ.

کتاب البیان والتبیین للجاحظ: ج1 ص318 ذکر اسماء الخطباء والبلغاء

ترجمہ: اس امت میں نسب دانی کے امام؛ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

2: شاعری

آپ شعر وادب کے ماہر تھے۔

عمرو بن بحر بن محبوب الکنانی الشہیر بالجاحظ (ت 255ھ) لکھتے ہیں:

كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَحِمَهُ اللهُ أَعْلَمَ النَّاسِ بِالشِّعْرِ.

کتاب البیان والتبیین للجاحظ: ج1 ص239 باب آخر من الشعر مما قالوا في الخَطْبِ واللَّسَن والامتداح به

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ باقی لوگوں کی بہ نسبت شاعری کو زیادہ جاننے والے تھے۔

3: سفارت

آپ کے خاندان میں یہ عہدہ چلا آ رہا تھا۔ اسی سلسلہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے بارہا سفارتی امور کے منتظم کی حیثیت سے سفر فرمائے۔

علامہ ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (ت676ھ) لکھتے ہیں:

وَإِلَيْهِ كَانَتِ السِّفَارَةُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ. فَكَانَتْ قُرَيْشٌ إِذَا وَقَعَتِ الْحَرْبُ بَيْنَهُمْ أَوْ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ غَيْرِهِمْ بَعَثُوْهُ سَفِيْرًا أَيْ رَسُوْلًا.

تہذیب الاسماء واللغات للنووی: ج1 ص386 باب العین والمیم

ترجمہ: زمانہ جاہلیت (قبل از اسلام) میں سفارت کا منصب آپ کے پاس تھا۔ قریش کی جب آپس میں یا دیگر قبائل سے لڑائی چھڑ جاتی تو وہ آپ کو سفیر یعنی نمائندہ بنا کر بھیجا کرتے تھے۔

4: شجاعت

خداداد جسمانی طاقت کے باعث آپ کو پہلوانی میں ممتاز مقام حاصل تھا۔

امام احمد بن یحییٰ بن جابر بن داؤد البلاذری رحمہ اللہ (ت279ھ) نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِيْ هِلَالٍ قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا التَّيَّاحِ يُحَدِّثُ فِي مَجْلِسِ الْحَسَنِ قَالَ: لَقِيَ رَجُلٌ رَاعِيًا فَقَالَ لَهُ: أَ شَعَرْتَ أَنَّ ذٰلِكَ الرَّجُلَ الْأَعْسَرَ الْيَسَرَ يَعْنِي عُمَرَ قَدْ أَسْلَمَ؟ فَقَالَ: الَّذِيْ يُصَارِعُ فِي سُوْقِ عُكَاظَ؟ قَالَ: نَعَمْ.

انساب الاشراف للبلاذری: ج10 ص404 عمر بن الخطاب

ترجمہ: ابو ہلال رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں نے ابو التیاح کو حسن بصری رحمہ اللہ کی مجلس میں یہ فرماتے ہوئے سنا: ایک شخص نے چرواہے سے ملاقات کی اور اس کو کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ یہ دائیں اور بائیں ہاتھ سے کام کرنے والا شخص یعنی عمر مسلمان ہو گیا ہے؟ چرواہے نے کہا: وہ شخص جو عکاظ کے بازار میں پہلوانی کیا کرتا تھا؟ اس شخص نے کہا: جی ہاں۔

5: سرداری

آپ رضی اللہ عنہ کے والد بھی اپنی قوم کے سردار تھے اور آپ بھی بحیثیت سردار لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمایا کرتے تھے۔

ڈاکٹر علی محمد محمد الصلّابی لکھتے ہیں:

إِنَّ عُمَرَ كَانَ يَقْضِيْ بَيْنَ الْعَرَبِ فِيْ خُصُوْمَاتِهِمْ قَبْلَ الْإِسْلَامِ.

فصل الخطاب فی سیرۃ امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: ج4ص18

ترجمہ: اسلام سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ (خاندانی طور پر) لوگوں کے مابین ہونے والی لڑائی جھگڑوں میں فیصلہ کرنے والے تھے۔

6: تجارت

آپ مکہ کے بہت بڑے تاجر تھے۔

امام ابو العباس احمد بن عبد اللہ بن محمد محب الدین الطبری رحمہ اللہ (ت694ھ) لکھتے ہیں:

عَنْ عُمَرَ قَالَ: دَخَلْتُ الشَّامَ فِي أَيَّامِ الْجَاهِلِيَّةِ تَاجِرًا مَعَ أَصْحَابٍ مِنْ قُرَيْشٍ.

الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ للطبری: ج2ص342 الفصل العاشر: في خلافته وما يتعلق بها

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں قریشیوں کے ہمراہ بطور تاجر شام کا (تجارتی) سفر کیا۔

7: پہلوانی، گھڑ سواری:

آپ چاق وچوبند بدن کے مالک پہلوان تھے۔

ڈاکٹر علی محمد محمد الصلّابی لکھتے ہیں:

حَذَقَ مِنْ أَوَّلِ شَبَابِهِ أَلْوَانًا مِنْ رِيَاضَةِ الْبَدَنِ فَحَذَقَ الْمُصَارَعَةَ، وَرُكُوْبَ الْخَيْلِ وَالْفُرُوْسِيَّةَ.

فصل الخطاب فی سیرۃ امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: ص18

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جوانی کے آغاز میں مختلف جسمانی ورزشوں میں مہارت حاصل کر لی تھی، پہلوانی (کُشتی لڑنے)، گھڑ سواری اور گھڑ دوڑ میں خوب مشق کی۔

سابقہ آسمانی کتابوں میں نشانیاں

تورات میں آپ کی نشانیاں:

امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران الاصبہانی رحمہ اللہ (ت430ھ) روایت نقل فرماتے ہیں:

عَنْ وَهْبِ بْنِ مُنَبِّهٍ، قَالَ: صِفَةُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي التَّوْرَاةِ قَرْنٌ مِنْ حَدِيْدٍ ؛ أَمِيْرٌ شَدِيْدٌ.

معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم: ص 48 مَعْرِفَةُ صِفَاتِ الْفَارُوْقِ، الرقم 187

ترجمہ: وہب بن منبہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ تورات میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی یہ علامت موجود ہے کہ آپ لوہے کا قلعہ یعنی مضبوط ترین حاکم ہوں گے۔

انجیل میں آپ کی نشانیاں:

امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران الاصبہانی رحمہ اللہ (ت430ھ) فرماتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: رَكِبَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَرَسًا فَرَكَضَهُ فَانْكَشَفَ فَخِذُهُ فَرَاٰى أَهْلُ نَجْرَانَ عَلٰى فَخِذِهٖ شَامَةً سَوْدَاءَ. فَقَالُوْا: هٰذَا الَّذِيْ نَجِدُهُ فِيْ كِتَابِنَا أَنَّهُ يُخْرِجُنَا مِنْ أَرْضِنَا.

معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم: ص45 مَعْرِفَةُ صِفَةِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَخَلْقِهٖ، الرقم 167

ترجمہ: حضرت عبد اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اس کو ایڑھ لگائی تو آپ کا کپڑا آپ کی ران سے ہٹا۔ اہلِ نجران (عیسائیوں) نے آپ کی ران پر کالا تل دیکھا۔ تو وہ کہنے لگے کہ یہی وہ شخص ہے جس کے بارے میں ہم اپنی کتابوں میں یہ پیش گوئی پاتے ہیں کہ وہ ہمیں ہماری سر زمین سے نکال دے گا۔

قبولِ اسلام

[1]: عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے لیے نبوی دعا

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد الحاکم رحمہ اللہ (ت 405ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ.

المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ج4 ص34 رقم الحدیث 4540

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی: اے اللہ! عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔

[2]: قبولِ اسلام

امام ابوزید عمر بن شبہ بن عبیدہ بن ریطۃ النمیری البصری رحمہ اللہ (ت 262ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ عُمَرُ مُتَقَلِّدًا السَّيْفَ، فَلَقِيَهُ رَجُلٌ مِنْ بَنِي زُهْرَةَ قَالَ: أَيْنَ تَعْمَدُ يَا عُمَرُ؟ فَقَالَ: أُرِيْدُ أَنْ أَقْتُلَ مُحَمَّدًا قَالَ: وَكَيْفَ تَأْمَنُ فِي بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي زُهْرَةَ وَقَدْ قَتَلْتَ مُحَمَّدًا؟ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ: مَا أَرَاكَ إِلَّا قَدْ صَبَوْتَ وَتَرَكْتَ دِيْنَكَ الَّذِي أَنْتَ عَلَيْهِ قَالَ: أَفَلَا أَدُلُّكَ عَلَى الْعَجَبِ يَا عُمَرُ؟ إِنَّ خَتَنَكَ وَأُخْتَكَ قَدْ صَبَوَا وَتَرَكَا دِيْنَكَ الَّذِي أَنْتَ عَلَيْهِ، قَالَ: فَمَشٰى عُمَرُ ذَامِرًا حَتّٰى أَتَاهُمَا، وَعِنْدَهُمَا رَجُلٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ يُقَالُ لَهُ "خَبَّابٌ" قَالَ: فَلَمَّا سَمِعَ خَبَّابٌ حِسَّ عُمَرَ تَوَارٰى فِي الْبَيْتِ، فَدَخَلَ عَلَيْهِمَا فَقَالَ: مَا هٰذِهِ الْهَيْنَمَةُ الَّتِي سَمِعْتُهَا عِنْدَكُمْ؟ قَالَ: وَكَانُوْا يَقْرَءُوْنَ "طٰهٰ" فَقَالَا: مَا عَدَا حَدِيْثًا تَحَدَّثْنَاهُ بَيْنَنَا قَالَ: فَلَعَلَّكُمَا قَدْ صَبَوْتُمَا قَالَ: فَقَالَ لَهُ خَتَنُهُ: أَرَأَيْتَ يَا عُمَرُ إِنْ كَانَ الْحَقُّ فِي غَيْرِ دِيْنِكَ؟ قَالَ فَوَثَبَ عُمَرُ عَلٰى خَتَنِهِ فَوَطِئَهُ وَطْئًا شَدِيْدًا، فَجَاءَتْ أُخْتُهُ فَدَفَعَتْهُ عَنْ زَوْجِهَا، فَنَفَحَهَا بِيَدِهِ نَفْحَةً فَدَمّٰى وَجْهَهَا فَقَالَتْ وَهِيَ غَضْبٰى: يَا عُمَرُ! إِنْ كَانَ الْحَقُّ فِي غَيْرِ دِيْنِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ، فَلَمَّا يَئِسَ عُمَرُ قَالَ: أَعْطُونِي هٰذَا الْكِتَابَ الَّذِي عِنْدَكُمْ فَأَقْرَأَهُ قَالَ: وَكَانَ عُمَرُ يَقْرَأُ الْكُتُبَ فَقَالَتْ أُخْتُهُ: إِنَّكَ رِجْسٌ،

وَ { لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ } ، فَقُمْ فَاغْتَسِلْ أَوْ تَوَضَّأْ قَالَ: فَقَامَ عُمَرُ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ أَخَذَ الْكِتَابَ فَقَرَأَ { طٰهٰ } ، حَتَّى انْتَهٰى إِلٰى قَوْلِهٖ: { اِنَّنِيْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ } قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: دُلُّونِي عَلٰى مُحَمَّدٍ. فَلَمَّا سَمِعَ خَبَّابٌ قَوْلَ عُمَرَ خَرَجَ مِنَ الْبَيْتِ فَقَالَ: أَبْشِرْ يَا عُمَرُ! فَإِنِّي أَرْجُوْ أَنْ تَكُوْنَ دَعْوَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَ لَيْلَةَ الْخَمِيْسِ: "اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَوْ بِعَمْرِو بْنِ هِشَامٍ" قَالَ: وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الدَّارِ الَّتِي فِي أَصْلِ الصَّفَا، فَانْطَلَقَ عُمَرُ حَتّٰى أَتَى الدَّارَ قَالَ: وَعَلٰى بَابِ الدَّارِ حَمْزَةُ، وَطَلْحَةُ، وَأُنَاسٌ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمَّا رَاٰى حَمْزَةُ وَجَلَ الْقَوْمِ مِنْ عُمَرَ قَالَ حَمْزَةُ: نَعَمْ، فَهٰذَا عُمَرُ، فَإِنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِعُمَرَ خَيْرًا يُسْلِمْ، وَيَتَّبِعِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَإِنْ يُرِدْ غَيْرَ ذٰلِكَ يَكُنْ قَتْلُهٗ عَلَيْنَا هَيِّنًا قَالَ: وَالنَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ دَاخِلٌ يُوْحٰى إِلَيْهِ قَالَ: فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ أَتٰى عُمَرُ فَأَخَذَ بِمَجَامِعِ ثَوْبِهٖ وَحَمَائِلِ السَّيْفِ فَقَالَ: "أَمَا أَنْتَ مُنْتَهِيًا يَا عُمَرُ حَتّٰى يُنْزِلَ اللّٰهُ بِكَ مِنَ الْخِزْيِ وَالنَّكَالِ مَا أَنْزَلَ بِالْوَلِيْدِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ، اَللّٰهُمَّ هٰذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الدِّيْنَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ" قَالَ: فَقَالَ عُمَرُ: أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَأَسْلَمَ وَقَالَ: اخْرُجْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!.

تاریخ المدینۃ لابن شبہ: ج2 ص658، 659 اسلام عمر رضی اللہ عنہ

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن عمر بن خطاب تلوار لٹکائے گھر سے آ رہے تھے۔ راستے میں قبیلہ بنو زہرہ کے ایک شخص ملے، پوچھا: عمر! خیریت تو ہے، کہاں کا ارادہ ہے؟ کہنے لگے کہ محمد کو قتل کرنے جارہاہوں۔ اس شخص نے کہا کہ اگر تم نے محمد کو قتل کر دیا تو بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کیسے محفوظ رہو گے (یعنی وہ تمہیں ان کے بدلے میں قتل کر دیں گے) بنو زہرہ کے اس شخص نے کہا کہ (مجھ سے) حضرت عمر نے کہا: مجھے لگتا ہے کہ تم بھی صابی (بے دین) بن گئے ہو اور پرانے دین کو چھوڑ کر نئے دین میں داخل ہو چکے ہو۔ اس شخص نے کہا کہ عمر! میں آپ کو ایک عجیب بات نہ بتاؤں؟ وہ یہ کہ آپ کی بہن اور بہنوئی بھی اس دین کو چھوڑ چکے ہیں جس (بت پرستی والے دین) پر آپ ابھی تک قائم ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ عمر سخت غصے میں وہاں سے چلے اور ان دونوں (بہن اور بہنوئی) کے ہاں پہنچے۔ ان کے پاس ایک مہاجر صحابی جن کا نام خباب (رضی اللہ عنہ) تھا؛ موجود تھے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے جب عمر کی آہٹ سنی تو وہ گھر میں (ایک جگہ) چھپ گئے۔ عمر اپنی بہن اور بہنوئی کے پاس پہنچے اور

کہنے لگے کہ یہ آہستہ سی آواز کس چیز کی تھی جو میں نے (یہاں داخل ہونے سے پہلے) تمہارے گھر سے سنی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ سورۃ طٰہٰ کی تلاوت کر رہے تھے۔ ان دونوں نے (بات کو ٹالنے کے لیے) کہا کہ ہم تو بس آپس میں باتیں کر رہے تھے، اس کے علاوہ کوئی آواز نہیں تھی۔ عمر نے کہا کہ مجھے یوں لگتا ہے کہ تم دونوں اپنا سابقہ دین (بت پرستی والا) چھوڑ چکے ہو۔ عمر کے بہنوئی نے جواب دیا کہ عمر آپ کا کیا خیال ہے جس دین (بت پرستی) پر آپ ہو اس کے علاوہ سچا دین ہی وہی ہو؟ (جس کو ہم نے قبول کر لیا ہے)

راوی کہتے ہیں کہ یہ بات سننی تھی کہ عمر اپنے بہنوئی کو مارنے کے لیے ٹوٹ پڑے۔ انہیں سختی سے زمین پر پٹخ دیا۔ آپ کی بہن اپنے شوہر کو چھڑانے آئیں تو آپ نے انہیں زور سے دھکا دیا جس سے وہ گر پڑیں اور انہیں اتنے زور سے مارا کہ ان کے چہرے سے خون نکل آیا۔ اس پر آپ کی بہن بھی غصہ میں آئیں اور فرمانے لگیں: عمر! یاد رکھو کہ سچا دین (دین اسلام) وہی ہے جو تیرے دین (بت پرستی) کے علاوہ ہے۔ اس لیے میں (اب تمہارے سامنے بھی علی الاعلان) گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتی ہوں کہ محمد اللہ کے (برحق) رسول ہیں۔ جب عمر کو (بہن اور بہنوئی کے واپس بت پرستی والے دین پر آنے سے) مایوسی ہوئی تو کہنے لگے کہ اچھا! وہ کتاب مجھے بھی دو جو تم پڑھ رہے تھے، میں بھی اس کو پڑھتا ہوں (تاکہ یہ فیصلہ کر سکوں کہ تمہارا یہ دین سچا ہے یا نہیں؟) راوی کہتے ہیں کہ عمر؛ ان لوگوں میں سے تھے جو پڑھے لکھے تھے۔ عمر کی بہن نے کہا کہ آپ (اس وقت اس کتاب کو ہاتھ نہیں لگا سکتے کیونکہ) آپ ابھی ناپاک ہیں، اور قرآن کا حکم ہے کہ ناپاک لوگ اس قرآن کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ اس لیے آپ اٹھیں اور غسل کریں (یا وضو کرنے کا کہا)۔ عمر اٹھے اور اعضائے وضو کو دھو کر آئے، پھر آپ نے وہ صحیفہ لیا اور سورۃ طٰہٰ کی تلاوت شروع کی اور اس آیت مبارکہ پر پہنچے: ﴿اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ﴾

راوی کہتے ہیں کہ عمر نے کہا کہ مجھے محمد کے پاس لے چلو! جب یہ بات خباب رضی اللہ عنہ نے سنی تو گھر سے باہر نکل آئے اور فرمانے لگے: عمر! مبارک ہو۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے جمعرات کی شب دعا مانگی تھی آپ اس کی مراد بن چکے ہو۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا مانگی تھی کہ اے اللہ! عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام کی بدولت اسلام کو عزت (قوت) عطا فرما۔ راوی کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول

صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی پر مکان (دار ارقم) میں تشریف فرما تھے۔ عمر چل پڑے اور اس مکان تک تشریف لے آئے (جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے) مکان کے دروازے پر (بطور محافظ) حضرت حمزہ، حضرت طلحہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے عمر کے آنے سے لوگوں کو خوف زدہ ہوتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ہاں ٹھیک ہے کہ عمر آرہا ہے، اگر اللہ نے عمر کے لیے خیر کا ارادہ فرمایا ہے تو وہ اسلام قبول کرلے گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرلے گا، اور اگر اللہ کا ارادہ اس کے علاوہ ہے تو عمر کو موت کے گھاٹ اتارنا ہمارے لیے معمولی سی بات ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ جب عمر آئے تو اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ چند لمحوں بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس (نزول وحی والی) کیفیت سے باہر نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دامن کو پکڑا اور تلوار کی میان کو کھینچ کر فرمایا: عمر! کیا تم اس وقت تک (فساد سے) باز نہیں آؤ گے جب تک اللہ تم پر بھی وہی رسوائی اور ذلت وخواری مسلط نہ کردے جو ولید بن مغیرہ پر نازل ہوئی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہ الٰہی میں دعا مانگتے ہوئے عرض کی: اے اللہ! عمر آپ کے حضور حاضر ہے اس کی وجہ سے دین اسلام کو عزت (قوت) عطا فرما!

راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی وقت کہا کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے برحق رسول ہیں (اس لیے کہ آپ کی دعوت دین سچ پر مبنی ہے میں اسے قبول کرتا ہوں) اسلام قبول کیا۔ (جب نماز کا وقت ہوا تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: اے اللہ کے رسول! (دارِ ارقم سے باہر کعبہ میں) تشریف لائیں (نماز مسجد حرام میں پڑھیں گے۔)

فائدہ: اس روایت سے یہ بات بھی ثابت ہو رہی ہے کہ بغیر وضو کے قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے۔

[3]: قبولِ اسلام کے وقت دعائے نبوی

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (ت360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَرَبَ صَدْرَ عُمَرَ بِيَدِهِ حِيْنَ أَسْلَمَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، وَهُوَ يَقُوْلُ: "اَللّٰهُمَّ أَخْرِجْ مَا فِي صَدْرِهِ مِنْ غِلٍّ، وَأَبْدِلْهُ إِيْمَانًا"

يَقُوْلُ ذٰلِكَ ثَلَاثًا .

المعجم الاوسط للطبرانی: ج1 ص308 رقم الحدیث 1096

ترجمہ: حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو اس وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سینے پر تین مرتبہ ہاتھ مار کر یہ دعا دی: اے اللہ! اس کے سینے میں جو کچھ میل کچیل ہو اسے دور فرما اور اس کے بدلے اس کے سینے کو ایمان سے بھر دے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تین بار ارشاد فرمائی۔

[4]: امت کے چالیسویں مسلمان

امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجُرّی البغدادی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَسْلَمَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةٌ وَثَلَاثُوْنَ رَجُلًا وَامْرَأَةً ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَسْلَمَ ؛ فَصَارُوْا أَرْبَعِيْنَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: ﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

الشریعۃ للآجری: ص501 الرقم 1414

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر انتالیس مرد و خواتین ایمان لا چکے تو پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ تب ان (اہل ایمان) کی تعداد چالیس مکمل ہو گئی۔ اس موقع پر حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ وحی لے کر نازل ہوئے کہ اے نبی! آپ کے لیے اللہ (بطور کارساز) اور وہ مؤمن (بطور معاون) کافی ہیں جنہوں نے آپ کی اتباع کی ہے۔

[5]: عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام سے آسمانوں میں خوشیاں

امام محمد بن حبان بن احمد التمیمی رحمہ اللہ (ت 354ھ) نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ الله عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ أَتٰى جِبْرِيْلُ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! لَقَدِ اسْتَبْشَرَ أَهْلُ السَّمَاءِ بِإِسْلَامِ عُمَرَ .

صحیح ابن حبان: رقم الحدیث 6883

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب عمر (رضی اللہ عنہ) ایمان لائے تو حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! عمر کے اسلام لانے پر اہلِ آسمان (فرشتوں) نے بھی خوشی منائی ہے۔

[6]: عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام تائید خداوندی

امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجُرّی البغدادی رحمہ اللہ (ت360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: أَسْلَمَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِسْعَةٌ وَثَلَاثُوْنَ رَجُلًا وَامْرَأَةً ثُمَّ إِنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَسْلَمَ؛ فَصَارُوْا أَرْبَعِيْنَ فَنَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ: ﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

الشریعۃ للآجری: ص501 الرقم 1414

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر انتالیس مرد وخواتین ایمان لا چکے تو پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ تب ان (اہل ایمان) کی تعداد چالیس مکمل ہوگئی۔ اس موقع پر حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ وحی لے کر نازل ہوئے کہ اے نبی! آپ کے لیے اللہ (بطور کارساز) اور وہ مؤمن (بطور معاون) کافی ہیں جنہوں نے آپ کی اتباع کی ہے۔

[7]: مشرکین کی مایوسی

امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجُرّی رحمہ اللہ (ت360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ الْمُشْرِكُوْنَ: اَلْآنَ انْتَصَفَ الْقَوْمُ مِنَّا.

الشریعۃ للآجری: ص500 الرقم 1409

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو مشرکین نے کہا کہ اب ہماری قوم دو حصوں میں تقسیم ہوگئی ہے۔

[8]: قبولِ اسلام کی تشہیر

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ: أَيُّ قُرَيْشٍ أَنْقَلُ لِلْحَدِيْثِ؟ قِيْلَ لَهُ: جَمِيْلُ بْنُ مَعْمَرٍ الْجُمَحِيُّ، قَالَ: فَغَدَا عَلَيْهِ، قَالَ عَبْدُ اللهِ: وَغَدَوْتُ أَتْبَعُ أَثَرَهُ أَنْظُرُ مَا يَفْعَلُ، وَأَنَا غُلَامٌ، وَجَمِيْلُ بْنُ مَعْمَرٍ هُوَ جَدُّ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ بْنِ جَمِيلِ بْنِ مَعْمَرٍ الْجُمَحِيُّ أَعْقِلُ كُلَّمَا رَأَيْتُ، حَتّٰى جَاءَهُ فَقَالَ: أَمَا عَلِمْتَ يَا جَمِيْلُ! أَنِّي قَدْ أَسْلَمْتُ وَدَخَلْتُ فِي دِيْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: فَوَاللهِ، مَا رَاجَعَهُ حَتّٰى قَامَ يَجُرُّ رِجْلَيْهِ، وَاتَّبَعَهُ عُمَرُ، وَاتَّبَعْتُ أَبِي، حَتّٰى إِذَا قَامَ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ صَرَخَ بِأَعْلٰى صَوْتِهِ: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! وَهُمْ فِي أَنْدِيَتِهِمْ حَوْلَ الْكَعْبَةِ أَلَا إِنَّ عُمَرَ قَدْ صَبَا، قَالَ: يَقُوْلُ عُمَرُ مِنْ خَلْفِهِ: كَذَبَ، وَلٰكِنْ قَدْ أَسْلَمْتُ وَشَهِدْتُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ.

فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل: ص345 اسلام عمر بن الخطاب رقم الحدیث 772

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب نے اسلام قبول کیا تو آپ نے پوچھا کہ کون سا قریشی ایسا ہے جو باتوں کو خوب پھیلانے کا ہنر جانتا ہو؟ آپ کو بتایا گیا کہ جمیل بن معمر الجُمحیؓ۔ آپ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں آپ کے پیچھے چل رہا تھا تاکہ دیکھوں کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ میں ان دنوں کم عمر تھا۔ جمیل بن معمر؛ یہ نافع بن عمر بن جمیل بن معمر الجُمحیؓ کے دادا ہیں۔ (کم عمر ہونے کے باوجود) جو باتیں میں دیکھتا تھا انہیں سمجھتا بھی تھا۔ (میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پیچھے چلتا رہا) یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پاس پہنچے اور فرمایا: جمیل! کیا تمہیں یہ بات معلوم ہے کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہو چکا ہوں؟ اللہ کی قسم! آپ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے ابھی کوئی دوسری بات نہیں کہی تھی کہ جمیل بن معمر کھڑا ہوا اور اپنے پاؤں گھسیٹنے لگا (یعنی وہاں سے بھاگنے لگا۔) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے تھے اور میں اپنے والد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کے پیچھے یہاں تک کہ جب جمیل بن معمر مسجد کے دروازے پر کھڑا ہوا تو اونچی آواز میں چیخا: اے قریش کے لوگو! اس وقت وہ لوگ کعبہ کے ارد گرد اپنی مجلسوں میں بیٹھے تھے۔ (اس نے کہا) سنو! عمر صابی (بے دین۔ معاذ اللہ) ہو گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے چلتے جا رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے

بلکہ میں تو اسلام لایا ہوں اور میں نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور بے شک محمد؛ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

[9]: عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام مسلمانوں کے لیے باعثِ عزت

امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجُرّی البغدادی رحمہ اللہ (ت360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ: قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: مَا زِلْنَا أَعِزَّةً مُنْذُ أَسْلَمَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

الشریعۃ للآجری: ص500 الرقم 1410

ترجمہ: حضرت قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب سے حضرت عمر بن خطاب اسلام لائے تب سے ہم مضبوط ہوئے۔

[10]: عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام سے کعبہ میں نماز

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (ت360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ الله عَنْهُ: ..... وَاللهِ مَا اسْتَطَعْنَا أَنْ نُصَلِّيَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ ظَاهِرِيْنَ حَتّٰى أَسْلَمَ عُمَرُ.

المعجم الکبیر للطبرانی: ج1 ص501 رقم الحدیث 8718

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ .... خدا کی قسم! ہم بیت اللہ میں نماز پڑھنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے، یہاں تک کہ عمر (رضی اللہ عنہ) اسلام لائے۔ پھر ہم نے بیت اللہ میں نماز پڑھی۔

ہجرتِ مدینہ

(جرأت مندانہ اقدام)

امام ابو الحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) لکھتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَبَّاسِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: مَا عَلِمْتُ أَنَّ أَحَدًا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ هَاجَرَ إِلَّا مُخْتَفِيًا إِلَّا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَإِنَّهُ لَمَّا هَمَّ بِالْهِجْرَةِ تَقَلَّدَ سَيْفَهُ وَتَنَكَّبَ قَوْسَهُ وَانْتَضٰى فِيْ يَدِهٖ أَسْهُمًا وَاخْتَصَرَ عَنْزَتَهُ وَمَضٰى قِبَلَ الْكَعْبَةِ وَالْمَلَأُ مِنْ قُرَيْشٍ بِفِنَائِهَا فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا مُتَمَكِّنًا ثُمَّ أَتَى الْمُقَامَ، فَصَلّٰى مُتَمَكِّنًا ثُمَّ وَقَفَ عَلَى الْحِلَقِ وَاحِدَةً وَاحِدَةً وَقَالَ لَهُمْ: شَاهَتِ الْوُجُوهُ لَا يُرْغِمُ اللهُ إِلَّا هٰذِهِ الْمَعَاطِسَ مَنْ أَرَادَ أَنْ تَثْكُلَهُ أُمُّهُ وَيُوْتِمَ وَلَدَهُ وَيُرْمِلَ زَوْجَتَهُ فَلْيَلْقَنِي وَرَاءَ هٰذَا الْوَادِيْ.

اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ لابن الاثیر: ج3 ص349 ہجرۃ عمر رضی اللہ عنہ

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بتایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور مہاجر میرے علم میں نہیں جس نے عَلانیہ ہجرت کی ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ ہجرت کے ارادے سے روانہ ہوئے تو ہاتھ میں تلوار، کندھے پر کمان، مٹھی میں تیر اور کمر سے نیزا باندھے کعبۃ اللہ کی طرف (بغرض طواف) تشریف لائے، قریش کی ایک جماعت صحن کعبہ میں موجود تھی، آپ نے بیت اللہ کے سات چکر اطمینان سے مکمل کیے، پھر مقامِ ابراہیم پر تشریف لائے، اطمینان سے نماز ادا کی، اس کے بعد قریش کے ایک ایک ٹولے کے قریب کھڑے ہو کر فرمایا: تمہاری شکلیں بد نما ہوں، اللہ ان چہروں کو رسوا کرے۔ تم میں سے اگر کوئی ماں کو روتا ہوا، بچوں کو یتیم اور بیویوں کو بیوہ دیکھنا چاہتا ہے تو (عمر کو ہجرت سے روکنے کے لیے) سامنے آئے اور پہاڑ کی پچھلی جانب آ کر مجھے روک کر دکھائے۔

عمر رضی اللہ عنہ کی ہجرت؛ نصرتِ اسلام کا پیش خیمہ

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ الله عَنْهُ:..... إِنَّ هِجْرَتَهُ كَانَتْ نَصْرًا.

المعجم الکبیر للطبرانی: ج1 ص501 رقم الحدیث 8718

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر (رضی اللہ عنہ) کی ہجرت (اسلام کے لیے) نصرت تھی۔

مدینہ منورہ میں

مدینہ آمد:

امام ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ التمیمی الدارمی رحمہ اللہ (ت354ھ) نقل کرتے ہیں:

قَالَ الْبَرَاءُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: وَكَانَ أَوَّلَ مَنْ قَدِمَ عَلَيْنَا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ مُصْعَبُ بْنُ عُمَيْرٍ، أَخُوْ بَنِي عَبْدِ الدَّارِ بْنِ قُصَيٍّ، فَقُلْنَا لَهُ: مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: هُوَ مَكَانَهُ وَأَصْحَابُهُ عَلٰى أَثَرِي، ثُمَّ أَتٰى بَعْدَهُ عَمْرُو بْنُ أُمِّ مَكْتُومٍ الْأَعْلٰى أَخُو بَنِي فِهْرٍ، فَقُلْنَا: مَا فَعَلَ مَنْ وَرَائَكَ: رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابُهُ؟ قَالَ: هُمُ الْآنَ عَلٰى أَثَرِيْ، ثُمَّ أَتَانَا بَعْدَهُ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ، وَسَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ، وَبِلَالٌ، ثُمَّ أَتَانَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فِي عِشْرِيْنَ رُكَابًا، ثُمَّ أَتَانَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَهُمْ وَأَبُو بَكْرٍ مَعَهُ.

صحیح ابن حبان: رقم الحدیث 6261

ترجمہ: حضرت براء بن عازب انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مہاجرین میں سے سب سے پہلے ہمارے پاس مدینہ تشریف لانے والے مصعب بن عمیر تھے جن کا تعلق بنو عبد الدار بن قصی سے تھا۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا بنا (وہ کب تشریف لائیں گے ؟) وہ کہنے لگے کہ ابھی وہ اپنے علاقے میں ہی ہیں البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب (وقفے وقفے سے) میرے پیچھے آرہے ہیں۔ پھر ان کے بعد ہمارے پاس عمرو بن ام مکتوم اعمیٰ رضی اللہ عنہ جن کا تعلق قبیلہ بنو فہر سے تھا، تشریف لائے۔ ہم نے ان سے پوچھا کہ آپ کے بعد جن لوگوں نے آنا ہے ان کی صورتحال کیا ہے ؟ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کب تک تشریف لائیں گے ؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ (وقفے وقفے سے) میرے پیچھے آرہے ہیں۔ پھر ان کے بعد ہمارے پاس عمار بن یاسر، سعد بن ابی وقاص، عبد اللہ بن مسعود اور بلال رضی اللہ عنہم تشریف لائے۔ اس کے بعد ہمارے ہاں عمر رضی اللہ عنہ بیس سواروں کے ہمراہ تشریف لائے۔ پھر ان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے ہمراہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

عقدِ مؤاخات:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد مواخات قائم کیا اور فطری طور پر ہم مزاجی کا خیال فرماتے ہوئے ایک مہاجر کو ایک انصاری کا نام بنام بھائی قرار دیا۔ اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مواخات حضرت عِتْبان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے قائم فرمائی۔

چنانچہ علامہ ابو القاسم خلف بن عبد الملک بن مسعود بن موسیٰ بن بَشْکُوال الاندلسی رحمہ اللہ (ت 578ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ أَبُوْ عُمَرَ الْحَافِظُ: الَّذِيْ آخٰى رَسُوْلُ اللهِ صلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ هُوَ عِتْبَانُ بْنُ مَالِكٍ الْأَنْصَارِيُّ.

غوامض الاسماء المبھمۃ لابن بشکوال: ج2 ص603

ترجمہ: امام ابو عمر (یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر القرطبی المالکی رحمہ اللہ ت 463ھ) فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن صحابی اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے درمیان عقدِ مؤاخات قائم فرمایا تھا وہ حضرت عِتبان بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ ہیں۔

دخترِ عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يُحَدِّثُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ حِيْنَ تَأَيَّمَتْ حَفْصَةُ بِنْتُ عُمَرَ مِنْ خُنَيْسِ بْنِ حُذَافَةَ السَّهْمِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا تُوُفِّيَ بِالْمَدِيْنَةِ قَالَ عُمَرُ: فَلَقِيتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ حَفْصَةَ فَقُلْتُ إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ قَالَ سَأَنْظُرُ فِي أَمْرِي فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ فَقَالَ: قَدْ بَدَا لِي أَنْ لَا أَتَزَوَّجَ يَوْمِي هٰذَا. قَالَ عُمَرُ: فَلَقِيْتُ أَبَا بَكْرٍ فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتَ أَنْكَحْتُكَ حَفْصَةَ بِنْتَ عُمَرَ فَصَمَتَ أَبُو بَكْرٍ فَلَمْ يَرْجِعْ إِلَيَّ شَيْئًا فَكُنْتُ عَلَيْهِ أَوْجَدَ مِنِّي عَلٰى عُثْمَانَ فَلَبِثْتُ لَيَالِيَ ثُمَّ خَطَبَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَنْكَحْتُهَا إِيَّاهُ فَلَقِيَنِيْ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ: لَعَلَّكَ وَجَدْتَ عَلَيَّ حِيْنَ عَرَضْتَ عَلَيَّ حَفْصَةَ فَلَمْ أَرْجِعْ

إِلَيْكَ، قُلْتُ: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنَّهُ لَمْ يَمْنَعْنِي أَنْ أَرْجِعَ إِلَيْكَ فِيمَا عَرَضْتَ إِلَّا أَنِّي قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ ذَكَرَهَا فَلَمْ أَكُنْ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَوْ تَرَكَهَا لَقَبِلْتُهَا.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 4005

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب (میری بیٹی) حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے شوہر خُنیس بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں زخمی ہوئے اور انہی زخموں کی وجہ سے مدینہ منورہ میں آ کر شہادت پائی جس کی وجہ سے میری بیٹی حفصہ بنت عمر بیوہ ہو گئیں۔ تو میں نے اپنی بیٹی سے رشتے کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بات کی کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کا نکاح اپنی بیٹی حفصہ سے کر دوں؟ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سوچنے کے لیے کچھ دن کا وقت لے لیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کچھ دن بعد دوبارہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اُن سے اس بارے دریافت کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے یہ سوچا ہے کہ ابھی میں نکاح نہ کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اس سلسلے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بات کی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی بات کو بغور سن تو لیا لیکن کوئی جواب دیے بغیر خاموش ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا یہ طرز عمل میرے لیے عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ باعث تکلیف ہوا۔ میں نے کچھ دن توقف کیا۔

اس کے بعد خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے لیے پیغام نکاح بھیجا اور میں نے اپنی بیٹی حفصہ کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا۔ کچھ دن بعد میری ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: عمر! شاید آپ کو میرے طرز عمل سے تکلیف ہوئی ہو گی کہ آپ نے اپنی بیٹی حفصہ سے نکاح کے لیے مجھ سے بات کی تھی اس پر میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: بالکل تکلیف تو ہوئی ہے۔ تب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب سنو! اصل بات یہ تھی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ آپ کی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں خود نکاح فرمانے

کی بات کی تھی، اور میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش کروں۔ اس لیے میں نے آپ کو جواب نہیں دیا تھا۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکاح نہ فرماتے تو میں آپ کی بیٹی سے ضرور نکاح کر لیتا۔

تمام غزوات میں شرکت:

امام تقی الدین ابو الفتح محمد بن علی بن وھب بن مطیع القشیری المعروف بابن دقیق العید رحمہ اللہ (ت702ھ) نقل کرتے ہیں:

وَشَهِدَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَدْرًا وَأُحُدًا وَالْخَنْدَقَ وَبَيْعَةَ الرِّضْوَانِ وَخَيْبَرَ وَالْفَتْحَ وَحُنَيْنًا [وَتَبُوْكَ] وَسَائِرَ الْمَشَاهِدِ. وَكَانَ شَدِيْدًا عَلَى الْكُفَّارِ وَالْمُنَافِقِيْنَ.

شرح الالمام بأحاديث الأحكام: ج5 ص125

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (عہدِ نبوی میں) بدر، احد، خندق، بیعۃ رضوان، خیبر، فتح مکہ، حنین، تبوک تمام کے تمام غزوات میں شرکت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کفار و منافقین کے بارے میں بہت سخت تھے۔

موافقاتِ عمر رضی اللہ عنہ

عمر رضی اللہ عنہ... اس امت کے مُحَدَّث:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّهُ قَدْ كَانَ فِيْمَا مَضٰى قَبْلَكُمْ مِنَ الْأُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ وَإِنَّهُ إِنْ كَانَ فِيْ أُمَّتِي هٰذِهٖ مِنْهُمْ فَإِنَّهُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 3469

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلی امتوں میں مُحَدَّثُ (الہام کی بنیاد پر گفتگو کرنے والے) ہوا کرتے تھے۔ اگر میری امت میں بھی کوئی مُحَدَّث ہے تو عمر ہے۔

فائدہ: مُحَدَّثُ کا معنی ہوتا ہے: صاحبِ الہام، یعنی جس کے دل میں حق بات منجانب اللہ ڈالی جاتی ہو۔

حافظ بدر الدین محمود بن احمد بن موسیٰ العینی الحنفی رحمہ اللہ (ت855ھ) لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ "مُحَدَّثُوْنَ" بِفَتْحِ الدَّالِ الْمُهْمَلَةِ الْمُشَدَّدَةِ جَمْعُ مُحَدَّثٍ. قَالَ الْخَطَّابِيُّ: الْمُحَدَّثُ؛ الْمُلْهَمُ الَّذِيْ يُلْقَي الشَّيْءُ فِيْ رَوْعِهٖ فَكَأَنَّهُ قَدْ حُدِّثَ بِهٖ.

عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری: ج11 ص223

ترجمہ: "مُحَدَّثُوْنَ" دال مشدّدہ کے فتحہ کے ساتھ ہے، یہ لفظ "مُحَدَّثٌ" کی جمع ہے۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "مُحَدَّثٌ" اس شخص کو کہتے ہیں جس کے دل میں کوئی بات ڈالی جائے گویا کہ اس شخص سے یہ بات بیان کی گئی ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ... بولتے بھی حق، سوچتے بھی حق:

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهٖ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ: مَا نَزَلَ بِالنَّاسِ أَمْرٌ قَطُّ فَقَالُوْا فِيْهِ وَقَالَ فِيْهِ عُمَرُ أَوْ قَالَ ابْنُ

الْخَطَّابِ فِيْهِ شَكَّ خَارِجَةُ إِلَّا نَزَلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ عَلٰى نَحْوِ مَا قَالَ عُمَرُ.

سنن الترمذی: رقم الحدیث 3682

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حق بات کا الہام عمر کے دل پر اور اس کا اظہار عمر کی زبان پر فرمایا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ بھی فرماتے ہیں کہ لوگوں پر جب بھی کوئی معاملہ پیش آجاتا تو وہ اس میں اپنی آراء ذکر فرماتے، اور اسی معاملے میں عمر (راوی خارجہ بن عبد اللہ کو شک ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے لفظ عمر کہا یا ابن الخطاب کہا) بھی اپنی رائے ذکر فرماتے۔ جب قرآن نازل ہوتا تو وہ عمر کی رائے کے موافق ہوتا۔

موافقات کی تعداد مختلف منقول ہے۔ ان میں سے چند موافقات پیش کی جاتی ہیں۔

[1]: اللہ؛ کافروں کا دشمن ہے

امام محمد بن جریر بن یزید بن کثیر الآملی ابو جعفر الطبری رحمہ اللہ (ت 310ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: إِنَّ يَهُوْدِيًّا لَقِيَ عُمَرَ فَقَالَ لَهٗ: إِنَّ جِبْرِيْلَ الَّذِيْ يَذْكُرُهٗ صَاحِبُكَ هُوَ عَدُوٌّ لَنَا فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ: ﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ جِبْرِيْلَ وَ مِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ قَالَ: فَنَزَلَتْ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ.

تفسیر الطبری: ج 1 ص 563 تحت سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ 98

ترجمہ: عبد الرحمٰن ابن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ ایک یہودی کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، وہ یہودی کہنے لگا کہ جس جبریل کا تذکرہ آپ کے ساتھی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کرتے ہیں وہ ہمارا دشمن ہے۔ اس یہودی کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: { مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ جِبْرِيْلَ وَ مِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ } اگر کوئی شخص اللہ کا، اس کے فرشتوں کا، جبریل اور میکائیل کا دشمن ہے تو (اسے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ) اللہ؛ کافروں کا دشمن ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ﴿مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ جِبْرِيْلَ وَ مِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾

[سورۃ البقرۃ: 98]

[4،3،2]: مقامِ ابراہیم کے قریب نماز، ازواجِ مطہرات کو حکمِ حجاب اور نصیحت:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ عُمَرُ: وَافَقْتُ اللهَ فِي ثَلَاثٍ أَوْ وَافَقَنِي رَبِّي فِي ثَلَاثٍ قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! لَوِ اتَّخَذْتَ مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى وَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ! يَدْخُلُ عَلَيْكَ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَلَوْ أَمَرْتَ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالْحِجَابِ فَأَنْزَلَ اللهُ آيَةَ الْحِجَابِ قَالَ: وَبَلَغَنِي مُعَاتَبَةُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ نِسَائِهِ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِنَّ قُلْتُ: إِنِ انْتَهَيْتُنَّ أَوْ لَيُبَدِّلَنَّ اللهُ رَسُوْلَهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا مِنْكُنَّ حَتّٰى أَتَيْتُ إِحْدٰى نِسَائِهِ قَالَتْ: يَا عُمَرُ! أَمَا فِي رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَعِظُ نِسَاءَهُ حَتّٰى تَعِظَهُنَّ أَنْتَ فَأَنْزَلَ اللهُ ﴿عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ﴾ الْاٰيَةَ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 4483

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا: میں نے تین چیزوں میں اپنے رب کی موافقت کی ہے، یا یوں فرمایا کہ میرے رب نے میری تائید فرمائی ہے۔ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کاش کہ آپ مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنا لیتے۔ (اس پر آیت مبارکہ ﴿وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ﴾ [سورۃ البقرۃ:125] نازل ہوئی۔ ترجمہ: تم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو)

اسی طرح ایک بار میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ کے پاس نیک (صحابہ) اور برے (یہود و منافقین) آتے ہیں۔ اگر آپ امہات المؤمنین کو حجاب کا حکم دے دیں (تو بہتر ہو گا) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حجاب والی آیت نازل فرمائی (یعنی ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا﴾ [سورۃ الاحزاب:59] ترجمہ: اے نبی! آپ اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی خواتین سے فرما دیں کہ وہ اپنی چادریں اپنے منہ پر جھکا لیا کریں، اس طریقے میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ وہ پہچان لی جائیں تو ان کو ستایا نہیں جائے گا اور اللہ بہت بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔)

ایک بار آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کہ مجھ تک یہ بات پہنچی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض ازواج سے کسی معاملہ پر ناراض ہیں۔ میں ازواجِ مطہرات کے پاس حاضر ہوا اور ان سے عرض کی: اگر آپ اپنے مطالبات سے باز نہ آئیں تو اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو تم سے بہتر بیویوں عطا کر دے گا۔ میں ایک زوجہ مطہرہ کے پاس آیا وہ فرمانے لگیں: اے عمر! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو خود نصیحت نہیں فرما سکتے کہ آپ ان کو نصیحت کرنے پہنچ گئے ہیں؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے ﴿عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّ اَبْكَارًا﴾ [سورۃ التحریم:5] نازل فرمائی۔

فائدہ: اھل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ونظریہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنھن کا مقام عام امتی خواتین سے بہت بلند ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی نص موجود ہے:

﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ﴾

سورۃ الاحزاب:32

ترجمہ: اے نبی کی ازواج! اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم عام خواتین کی طرح نہیں ہو۔

مذکورہ روایت میں جو یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو تم سے بہتر بیویاں عطا کر دے گا۔ یہ اس وقت ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی زوجہ کو طلاق دے کر ازواجِ مطہرات سے خارج کر دیں۔ جب تک کوئی زوجہ آپ کے نکاح میں رہے گی اس وقت تک وہ عام امتی خواتین سے افضل رہیں گی۔ ہاں اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو طلاق دے کر فارغ کر دیں تو وہ اب ازواج مطہرات میں شامل ہی نہ رہی اس لیے افضلیت بھی باقی نہ رہی۔ اب وہ افضل بن جائے گی جس سے آپ نکاح فرمائیں گے یعنی جو آپ کی زوجہ بن جائے گی۔

[5]: نبی کا فیصلہ نہ ماننے والا مومن نہیں

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) فرماتے ہیں:

عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ قَالَ: اخْتَصَمَ رَجُلَانِ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَضٰى بَيْنَهُمَا، فَقَالَ الَّذِي قُضِيَ عَلَيْهِ: رُدَّنَا إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "انْطَلِقَا إِلَيْهِ" فَلَمَّا أَتَيَا إِلَيْهِ قَالَ الرَّجُلُ: يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! قَضٰى لِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى هٰذَا،

فَقَالَ: رُدَّنَا إِلٰى عُمَرَ. فَرَدَّنَا إِلَيْكَ. فَقَالَ: أَكَذَاكَ؟ فَقَالَ: نَعَمْ. فَقَالَ عُمَرُ: مَكَانَكُمَا حَتّٰى أَخْرُجَ إِلَيْكُمَا فَأَقْضِيَ بَيْنَكُمَا. فَخَرَجَ إِلَيْهِمَا مُشْتَمِلًا عَلٰى سَيْفِهٖ، فَضَرَبَ الَّذِي قَالَ رُدَّنَا إِلٰى عُمَرَ فَقَتَلَهٗ، وَأَدْبَرَ الْآخَرُ فَارًّا إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! قَتَلَ عُمَرُ وَاللّٰهِ صَاحِبِيْ، وَلَوْلَا أَنِّيْ أَعْجَزْتُهٗ لَقَتَلَنِي. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا كُنْتُ أَظُنُّ أَنْ يَجْتَرِئَ عُمَرُ عَلٰى قَتْلِ مُؤْمِنٍ" فَأَنْزَلَ اللّٰهُ: ﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ﴾ الْآيَةَ. فَهَدَرَ دَمَ ذٰلِكَ الرَّجُلِ، وَبَرِئَ عُمَرُ مِنْ قَتْلِهٖ.

تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر: ج1 ص796 تفسیر سورۃ النساء، رقم الآیۃ 65

ترجمہ: حضرت ابو الاسود سے (مرسلاً) مروی ہے کہ دو لوگ اپنا جھگڑا لے کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کے درمیان (انصاف پر مبنی) فیصلہ فرما دیا۔ جس شخص کے خلاف فیصلہ ہوا وہ کہنے لگا کہ ہم اپنے مقدمہ کو عمر کے پاس لے جاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے، عمر کے پاس لے جاؤ۔ چنانچہ وہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ ان میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ اے ابن خطاب! اس شخص کے خلاف میرے حق میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فیصلہ کر چکے تھے تو اس نے کہا کہ ہم عمر کے پاس اپنا مقدمہ لے جاتے ہیں، اس لیے ہم اپنا مقدمہ آپ کے پاس لے کر آئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا معاملہ اسی طرح ہے؟ اس نے کہا کہ جی ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ (ذرا ٹھہرو) میں ابھی تم دونوں کے پاس آتا ہوں اور آکر فیصلہ کرتا ہوں۔ (چنانچہ آپ گھر تشریف لے گئے، جب) آپ رضی اللہ عنہ (گھر سے باہر) ان دونوں کے پاس تشریف لائے تو آپ نے تلوار لٹکائی ہوئی تھی اور آکر اس شخص کو قتل کر دیا جو کہتا تھا کہ ہم اپنا فیصلہ عمر کے پاس لے کر جاتے ہیں۔ دوسرا شخص بھاگتے ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا اور کہا: اے اللہ کے رسول! بخدا عمر نے میرے فریق مخالف کو قتل کر دیا ہے اور اگر میں بھاگ کر اسے تھکا نہ دیتا تو وہ مجھے بھی قتل کر دیتے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ عمر اس قدر جرأت کے ساتھ ایک مؤمن (جو درحقیقت منافق تھا) کو قتل کرے گا۔ چنانچہ ﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا

تَسۡلِيۡمًا﴾ [سورۃ النساء:65] آیت نازل ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتول کے خون کا قصاص نہ لیا اور عمر رضی اللہ عنہ اس کے قتل (کے بدلے قتل ہونے سے) بری ہو گئے۔

[6]: شراب کی حرمت

امام ابوعبد الرحمٰن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ (ت 303ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَمَّا نَزَلَ تَحْرِيْمُ الْخَمْرِ قَالَ عُمَرُ: اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شَافِيًا فَنَزَلَتِ الْاٰيَةُ الَّتِيْ فِي الْبَقَرَةِ فَدُعِيَ عُمَرُ فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ فَقَالَ عُمَرُ: اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شَافِيًا فَنَزَلَتِ الْاٰيَةُ الَّتِيْ فِي النِّسَاءِ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى﴾ فَكَانَ مُنَادِي رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَقَامَ الصَّلَاةَ نَادٰى "لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارٰى" فَدُعِيَ عُمَرُ فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ بَيِّنْ لَنَا فِي الْخَمْرِ بَيَانًا شَافِيًا فَنَزَلَتِ الْاٰيَةُ الَّتِي فِي الْمَائِدَةِ فَدُعِيَ عُمَرُ فَقُرِئَتْ عَلَيْهِ فَلَمَّا بَلَغَ ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: انْتَهَيْنَا انْتَهَيْنَا.

سنن النسائی: رقم الحدیث 5542

ترجمہ: حرمتِ شراب کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے دعا مانگی: اے اللہ! شراب کے بارے میں ہمارے لیے واضح حکم نازل فرما۔ چنانچہ سورۃ البقرۃ کی آیت نازل ہوئی۔

﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَ اِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ﴾ [سورۃ البقرۃ:219]

ترجمہ: لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں، آپ ان سے فرما دیں کہ ان (کو کرنے) میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے نفع بھی ہے لیکن ان دونوں کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ بڑا ہے۔

چنانچہ عمر (رضی اللہ عنہ) کو بلایا گیا اور اس کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی گئی۔ (چونکہ اس آیت میں مطلقا حرمت نہیں تھی، اس لیے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شراب کو چھوڑ دیا اور بعض نے نہیں چھوڑا)

عمر (رضی اللہ عنہ) نے پھر دعا مانگی: اے اللہ! شراب کے بارے میں ہمارے لیے واضح حکم نازل فرما۔ تو سورۃ النساء کی آیت ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾ [سورۃ

النساء: 43] نازل ہوئی۔ (ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم (شراب کے) نشے میں مدہوش ہو جاؤ اور تمہیں یہ معلوم نہ ہو کہ تم کیا کہہ رہے ہو تو ایسی حالت میں نماز کے قریب بھی نہ جاؤ۔)

جب نماز کا وقت ہوا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اس آیت شریفہ کی بلند آواز سے تلاوت کی۔ عمر (رضی اللہ عنہ) کو بلایا گیا اور اس کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی گئی۔ (چونکہ اس آیت میں بھی مطلقاً حرمت نہیں تھی بلکہ نماز کی حالت کے ساتھ خاص تھی)

تو عمر (رضی اللہ عنہ) نے پھر دعا مانگی: اے اللہ! شراب کے بارے میں ہمارے لیے واضح حکم نازل فرما۔ چنانچہ سورۃ المائدۃ کی یہ آیت ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۹۰) اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِ وَ يَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ عَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ (۹۱)﴾ [سورۃ المائدۃ: 90، 91] نازل ہوئی۔ (ترجمہ: اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور جوے کے تیر یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں، لہٰذا ان سے اپنے آپ کو بچاؤ تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعے تمہارے مابین دشمنی اور بغض پیدا کر دے اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے، تم بتاؤ کیا تم ان چیزوں سے باز آؤ گے؟)

عمر (رضی اللہ عنہ) کو بلایا گیا اور ان کے سامنے اس آیت کی تلاوت کی گئی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ﴿فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ کی تلاوت فرمائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ ہم رک گئے، ہم رک گئے۔

[7]: بدر کے قیدیوں کا معاملہ

امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَذَكَرَ رَجُلًا عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: اسْتَشَارَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ فِي الْأُسَارٰى يَوْمَ بَدْرٍ، فَقَالَ: "إِنَّ اللهَ قَدْ أَمْكَنَكُمْ مِنْهُمْ"، قَالَ: فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! اضْرِبْ أَعْنَاقَهُمْ، قَالَ: فَأَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

قَالَ: ثُمَّ عَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللهَ قَدْ أَمْكَنَكُمْ مِنْهُمْ، وَإِنَّمَا هُمْ إِخْوَانُكُمْ بِالْأَمْسِ" قَالَ: فَقَامَ عُمَرُ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! اضْرِبْ أَعْنَاقَهُمْ، فَأَعْرَضَ عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ثُمَّ عَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِلنَّاسِ مِثْلَ ذٰلِكَ، فَقَامَ أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ! إِنْ تَرٰى أَنْ تَعْفُوَ عَنْهُمْ، وَتَقْبَلَ مِنْهُمُ الْفِدَاءَ، قَالَ: فَذَهَبَ عَنْ وَجْهِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا كَانَ فِيهِ مِنَ الْغَمِّ، قَالَ: فَعَفَا عَنْهُمْ، وَقَبِلَ مِنْهُمُ الْفِدَاءَ، قَالَ: وَأَنْزَلَ اللهُ: ﴿لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ﴾ إِلٰى آخِرِ الْآيَةِ.

مسند احمد: ج21 ص180 رقم الحدیث 13555

ترجمہ: حُمید؛ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور ایک طریق میں کسی شخص کا ذکر کر کے حضرت حسن (بصری رحمہ اللہ) سے نقل کرتے ہیں [حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہوں تو روایت موصول ہو گی اور اگر حسن بصری رحمہ اللہ راوی ہوں تو روایت مرسل ہو گی] کہ انہوں نے فرمایا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بدر کے دن قید ہونے والے کافروں کے بارے میں مشورہ کیا اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اللہ نے ان قیدیوں کو تمہارے قبضے میں دے دیا ہے۔ (مشورہ دو کہ ان سے کیا سلوک کیا جائے؟) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! ان کی گردنیں اڑادی جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مصلحت کے پیشِ نظر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو قبول نہ فرمایا۔ راوی کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات کو دہرایا کہ اللہ نے ان قیدیوں کو تمہارے قبضے میں دے دیا ہے، کل تک یہ تمہارے بھائی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! ان کی گردنیں اڑادی جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بار بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو قبول نہ فرمایا۔ راوی کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات کو دہرایا، ادھر سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی قیدی لوگوں کے بارے میں اپنی رائے کو مکرر عرض کیا۔ اب کی بار حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہماری رائے یہ ہے کہ آپ ان کی غلطیوں کو معاف فرمادیں اور ان کو فدیہ لے کر آزاد کر دیں۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے غم کے آثار جاتے رہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ کا حکم دے کر

قتل سے معافی کا اعلان فرما دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ڰ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (٦٧) لَوْ لَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (٦٨)﴾ [سورۃ الانفال:67،68] نازل فرمائی۔ (ترجمہ: یہ بات کسی نبی کے شایانِ شان نہیں کہ اپنے قبضے میں قیدی لے، پھر وہ زمین میں (کافروں کا) صفایا نہ کر لے۔ تم لوگ دنیاوی مال و اسباب چاہتے ہو اور اللہ تمہارے لیے آخرت (کا سامان) چاہتا ہے اور اللہ غالب ہے، حکمت والا ہے۔ اگر اللہ کی طرف سے ایک لکھا ہوا حکم پہلے نہ نازل ہو چکا ہوتا تو جو راستہ تم نے اختیار کیا ہے اس کی وجہ سے تم پر کوئی بڑی سزا نازل ہو جاتی۔)

[8]: منافق کی نماز جنازہ

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ أَنَّهٗ قَالَ: لَمَّا مَاتَ عَبْدُ اللهِ بْنُ أُبَيٍّ ابْنُ سَلُوْلَ دُعِيَ لَهٗ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَبْتُ إِلَيْهِ فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! أَتُصَلِّي عَلَى ابْنِ أُبَيٍّ وَقَدْ قَالَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا كَذَا وَكَذَا أُعَدِّدُ عَلَيْهِ قَوْلَهٗ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ: أَخِّرْ عَنِّي يَا عُمَرُ! فَلَمَّا أَكْثَرْتُ عَلَيْهِ قَالَ: إِنِّي خُيِّرْتُ فَاخْتَرْتُ لَوْ أَعْلَمُ أَنِّي إِنْ لَوْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِيْنَ يُغْفَرُ لَهٗ لَزِدْتُ عَلَيْهَا قَالَ: فَصَلّٰى عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ انْصَرَفَ فَلَمْ يَمْكُثْ إِلَّا يَسِيْرًا حَتّٰى نَزَلَتِ الْاٰيَتَانِ مِنْ بَرَاءَةٌ ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا﴾ إِلٰى قَوْلِهٖ ﴿وَهُمْ فٰسِقُوْنَ﴾.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 1366

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ جب (رئیس المنافقین) عبد اللہ بن ابی ابن سلول کی وفات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے بلایا گیا۔ جب آپ تشریف لائے اور نماز جنازہ کی ادائیگی کا ارادہ فرمایا تو میں جلدی سے کود کر سامنے آیا۔ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا آپ ابن ابی (منافق کا) جنازہ پڑھائیں گے جبکہ اس نے فلاں فلاں دن فلاں فلاں باتیں کی تھیں۔ میں نے اس کے تمام برے

افعال گنوائے۔ (اور قرآن کریم کی اس آیت کا حوالہ دیا کہ آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں، اگر آپ ستر بار بھی استغفار کریں تو تب بھی اللہ انہیں معاف نہیں فرمائے گا) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ عمر پیچھے (صف میں) چلے جاؤ۔ میں نے بار بار اصرار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے (منافق کا جنازہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کا اختیار دیا گیا ہے یعنی ابھی تک ان کے جنازہ پڑھنے سے متعلق حکم نازل نہیں ہوا)۔ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ میرے ستر سے زائد بار استغفار کرنے سے اس کی مغفرت ہو سکتی ہے تو میں ستر سے زائد بار استغفار کروں گا۔

راوی کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جنازہ پڑھا دیا۔ جب آپ جنازہ پڑھا کر فارغ ہوئے تو تھوڑی دیر گزری تھی کہ سورۃ براءۃ کی آیات ﴿ وَ لَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ (٨٤)﴾ [سورۃ التوبۃ:84] نازل ہوئیں۔ (ترجمہ: (اے نبی) ان منافقین میں سے اگر کوئی مر جائے تو آپ اس پر کبھی نماز (جنازہ) مت پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔ ان کی موت اس حالت میں آئی ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کا انکار کیا تھا اور یہی لوگ فاسق ہیں) جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کی نماز جنازہ ادا کرنے اور ان کے لیے استغفار کرنے سے روک دیا گیا۔

[9]: اللہ برکت والا اور سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے:

امام یحییٰ بن سلام بن ابی ثعلبہ التیمی رحمہ اللہ (ت 200ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: " وَافَقَنِيْ رَبِّي، أَوْ وَافَقْتُ رَبِّيْ فِي أَرْبَعٍ. قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ﴾ إِلٰى اٰخِرِ الْاٰيَةِ قُلْتُ: تَبَارَكَ اللهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عُمَرُ! لَقَدْ خَتَمَهَا اللهُ بِمَا قُلْتَ.

تفسیر یحییٰ بن سلّام: تفسیر سورۃ المومنون، رقم الآیات: 12 تا 14

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے رب کی چار مقامات پر موافقت کی ہے یا یوں فرمایا کہ میرے رب نے میری تائید فرمائی ہے (ان میں سے ایک یہ بھی

ہے کہ جب) یہ آیات کریمہ ﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ (۱۲) ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ (۱۳) ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ﴾ [سورۃ المؤمنون، رقم الآیات: 12 تا 14] تک نازل ہوئی (ترجمہ: ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا، پھر اس کو ایک مضبوط (اور محفوظ) جگہ پر نطفہ بنا کر رکھا، پھر نطفے کا لوتھڑا بنایا، پھر لوتھڑے سے بوٹی بنائی، پھر بوٹی سے ہڈیاں بنائیں اور پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر نئی صورت میں بنایا۔) تو میں کہا: ﴿ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴾ بڑی شان ہے اللہ کی جو تمام کاریگروں سے بڑھ کر کاری گری فرمانے والا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! اللہ نے ان آیات کو انہی الفاظ پر ختم فرمایا ہے جیسے آپ نے ذکر کیا ہے۔

فائدہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان الفاظ کو ادا کرنے سے پہلے یہ الفاظ نازل نہیں ہوئے تھے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے ادا فرما لیے تو اللہ تعالیٰ نے وہ الفاظ بھی نازل فرما دیے۔

اشکال:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دو ارشادات میں تعارض ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ پہلے صحیح البخاری کی روایت گزری ہے جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا:

وَافَقْتُ اللهَ فِيْ ثَلَاثٍ أَوْ وَافَقَنِيْ رَبِّيْ فِيْ ثَلَاثٍ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 4483

میں نے تین چیزوں میں اپنے رب کی موافقت کی ہے، یا یوں فرمایا کہ میرے رب نے تین چیزوں میں میری تائید فرمائی ہے۔

اور یہاں یہ فرما رہے ہیں:

"وَافَقَنِي رَبِّي، أَوْ وَافَقْتُ رَبِّي فِي أَرْبَعٍ."

کہ میں نے اپنے رب کی چار چیزوں میں موافقت کی ہے یا یوں فرمایا کہ میرے رب نے چار چیزوں میں میری تائید فرمائی ہے۔

جواب:

ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ کیونکہ جہاں تین آیات کا ذکر ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ اس موقع پر تین بیان کی تھیں اس لیے روایت میں تین آیات کا ذکر آ گیا ہے اور جہاں چار آیات کا ذکر ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ اس موقع پر چار بیان کی تھیں، اس لیے اس روایت میں چار آیات کا ذکر ہے۔

[10]: گھروں میں داخل ہوتے وقت اجازت مانگنا

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر الانصاری القرطبی رحمہ اللہ (ت 671ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

يُرْوٰى أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ غُلَامًا مِنَ الْأَنْصَارِ يُقَالُ لَهُ مُدْلِجٌ إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ظَهِيْرَةً لِيَدْعُوْهُ، فَوَجَدَهُ نَائِمًا قَدْ أَغْلَقَ عَلَيْهِ الْبَابَ. فَدَقَّ عَلَيْهِ الْغُلَامُ الْبَابَ فَنَادَاهُ، وَدَخَلَ. فَاسْتَيْقَظَ عُمَرُ وَجَلَسَ فَانْكَشَفَ مِنْهُ شَيْئٌ. فَقَالَ عُمَرُ: وَدِدْتُ أَنَّ اللهَ نَهٰى أَبْنَاءَنَا وَنِسَاءَنَا وَخَدَمَنَا عَنِ الدُّخُوْلِ عَلَيْنَا فِي هٰذِهِ السَّاعَاتِ إِلَّا بِإِذْنٍ. ثُمَّ انْطَلَقَ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ قَدْ أُنْزِلَتْ. فَخَرَّ سَاجِدًا شُكْرًا لِلّٰهِ.

الجامع لاحکام القرآن للقرطبی: ج2 ص2219 تفسیر سورۃ النور:58

ترجمہ: مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری لڑکے مدلج (بن عمرو) رضی اللہ عنہ کو دوپہر کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بلانے کے لیے بھیجا۔ مدلج نے دیکھا کہ دروازہ بند ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سوئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا، آواز دی اور گھر چلے آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے، بیٹھ گئے اور آپ کے جسم کا کچھ حصہ ظاہر ہو رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بیٹوں، ہماری خواتین اور ہمارے خدام کو ان اوقات میں بغیر اجازت کے داخل ہونے سے منع فرما دے۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کی رائے کے موافق درج ذیل آیت نازل ہو چکی تھی۔ آپ اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ ریز ہو گئے۔

آیت یہ ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَ الَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ

ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ۫ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَ لَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (۵۸)﴾

سورۃ النور:58

ترجمہ: اے ایمان والو! جو غلام، لونڈیاں تمہاری ملکیت میں ہیں اور تم میں سے جو بچے ابھی بلوغ تک نہیں پہنچے تو ان کو چاہیے کہ وہ تین اوقات میں (تمہارے پاس آنے کے لیے) تم سے اجازت مانگیں۔ نماز فجر سے پہلے، جب دوپہر کے وقت تم (زائد) کپڑے اتار کر رکھا کرتے ہو، اور نماز عشاء کے بعد۔ یہ تین اوقات تمہارے پردے کے اوقات ہیں۔ ان اوقات کے علاوہ تم پر کوئی تنگی ہے اور نہ ہی اُن پر۔ تمہارا ایک دوسرے کے پاس آنا جانا لگا رہتا ہے۔ اللہ اس طرح آیتوں کو تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ اللہ علم اور حکمت والا ہے۔

[11]: منافقین کے لیے عدم استغفار

امام احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک القسطلانی رحمہ اللہ (ت 923ھ) نقل کرتے ہیں:

وَلَمَّا نَزَلَ ﴿اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ﴾ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ: فَلَأَزِيْدَنَّ عَلَى السَّبْعِيْنَ فَأَخَذَ فِي الْاِسْتِغْفَارِ لَهُمْ فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! وَاللهِ لَا يَغْفِرُ اللهُ لَهُمْ أَبَدًا اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ فَنَزَلَتْ: ﴿سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ﴾

ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری: ج7 ص300 کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الاحزاب

ترجمہ: جب قرآن کریم کی آیت ﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ﴾ [سورۃ التوبۃ:80] (ترجمہ: اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی استغفار کریں تب بھی اللہ انہیں کسی صورت نہیں بخشے گا) نازل ہوئی تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ستر سے زائد بار ان کے لیے مغفرت طلب کروں گا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے بخشش مانگنا شروع ہوئے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ ان کی کبھی بھی مغفرت نہیں فرمائیں گے چاہے آپ ان

کے لیے مغفرت کی دعا مانگیں یا نہ مانگیں۔ چنانچہ اس پر سورۃ المنافقون کی یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿سَوَآءٌ عَلَيۡهِمۡ اَسۡتَغۡفَرۡتَ لَهُمۡ اَمۡ لَمۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ ؕ لَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ (٦)﴾

سورۃ المنافقون:6

ترجمہ: (اے نبی) ان کے حق میں دونوں باتیں برابر ہیں، چاہے آپ ان کے لیے مغفرت کی دعا مانگیں یا نہ مانگیں، اللہ ان کی ہرگز مغفرت نہیں فرمائے گا۔ یقیناً اللہ ایسے نافرمانوں کو ہدایت تک نہیں دیتے۔

اشکال:

موافقات کی مجموعی تعداد میں تعارض ہے۔

امام احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک القطلانی المصری رحمہ اللہ (ت 923ھ) لکھتے ہیں:

وَقَدۡ تَحَصَّلَ مِنۡ جُمۡلَةِ الۡأَخۡبَارِ لِعُمَرَ مِنَ الۡمُوَافِقَاتِ خَمۡسَةَ عَشَرَ.

ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری: ج7 ص300 کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الاحزاب

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے موافقات کی مجموعی تعداد پندرہ تک جا پہنچتی ہے۔

اور علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی الشافعی رحمہ اللہ (ت 911ھ) نے ان کی تعداد بیس تک ذکر کی ہے۔ آپ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مُوَافِقَاتُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنۡهُ: قَدۡ أَوۡصَلَهَا بَعۡضُهُمۡ إِلٰى أَكۡثَرَ مِنۡ عِشۡرِيۡنَ.

تاریخ الخلفاء للسیوطی: ص96

ترجمہ: قرآن کریم کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہونا۔ بعض حضرات نے ان موافقات کی تعداد بیس تک بھی پہنچائی ہے۔

جواب:

چونکہ بعض آیات کے متعلق اتفاق ہے کہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوئی ہیں اور بعض میں اختلاف ہے۔ اس لیے شارحین اور محققین کی آراء میں اختلاف پایا ہے۔

فضائل واوصاف عمر رضی اللہ عنہ

[1]:ایمانِ عمر رضی اللہ عنہ کی نبوی شہادت

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ صَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ: بَيْنَا رَجُلٌ يَسُوْقُ بَقَرَةً إِذْ رَكِبَهَا فَضَرَبَهَا فَقَالَتْ: إِنَّا لَمْ نُخْلَقْ لِهٰذَا إِنَّمَا خُلِقْنَا لِلْحَرْثِ فَقَالَ النَّاسُ: سُبْحَانَ اللهِ، بَقَرَةٌ تَكَلَّمُ، فَقَالَ: فَإِنِّي أُوْمِنُ بِهٰذَا أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَا هُمَا ثَمَّ وَبَيْنَمَا رَجُلٌ فِي غَنَمِهٖ إِذْ عَدَا الذِّئْبُ فَذَهَبَ مِنْهَا بِشَاةٍ فَطَلَبَ حَتّٰى كَأَنَّهُ اسْتَنْقَذَهَا مِنْهُ فَقَالَ لَهُ الذِّئْبُ: هٰذَا اسْتَنْقَذْتَهَا مِنِّيْ فَمَنْ لَهَا يَوْمَ السَّبُعِ؟ يَوْمَ لَا رَاعِيَ لَهَا غَيْرِي؟ فَقَالَ النَّاسُ: سُبْحَانَ اللهِ، ذِئْبٌ يَتَكَلَّمُ، قَالَ: فَإِنِّي أُوْمِنُ بِهٰذَا أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَمَا هُمَا ثَمَّ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 3471

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فجر کی نماز ادا کی، پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ایک شخص بیل کو ہانک کر لے جا رہا تھا، پھر وہ اس پر سوار ہو گیا اور اسے مارا۔ اس بیل نے کہا: ہم بیل سواری کے لیے پیدا نہیں کیے گئے بلکہ ہم تو کھیتی باڑی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! بھلا بیل بھی باتیں کرتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں، ابو بکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) اس پر یقین رکھتے ہیں، حالانکہ اس وقت وہ دونوں وہاں موجود نہ تھے۔

اسی طرح ایک دفعہ ایک شخص اپنی بکریاں چرا رہا تھا کہ اچانک بھیڑیے نے حملہ کیا اور ان میں سے ایک بکری اٹھا کر لے بھاگا۔ چرواہے نے اس کا پیچھا کیا اور اس سے وہ بکری چھڑا لی۔ اس پر بھیڑیے نے اس سے کہا: آج یہ بکری تو نے مجھ سے بچا لی ہے لیکن درندوں والے دن اسے کون بچائے گا جس دن میرے علاوہ ان کا اور کوئی چرواہا نہیں ہو گا؟ (مراد قربِ قیامت ہے۔ یعنی قربِ قیامت میں لوگ اپنے جانوروں کی دیکھ بھال نہ کر پائیں گے اور انہیں بغیر چرواہے کے چھوڑ دیں گے۔ اس وقت بھیڑیوں کو کھلی آزادی مل جائے گی کہ وہ جس جانور پر چاہیں حملہ کر دیں۔ گویا اس وقت ان جانوروں کے چرواہے یہی بھیڑیے ہی ہوں گے) لوگوں نے کہا: سبحان اللہ! بھلا بھیڑیا بھی

باتیں کرتا ہے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں، ابو بکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) اس پر یقین رکھتے ہیں، حالانکہ وہ دونوں وہاں موجود نہیں تھے۔

[2]: علمِ عمر رضی اللہ عنہ کے بارے ایک نبوی خواب

امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجُرّی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِيْتُ بِقَدَحٍ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ ثُمَّ أَعْطَيْتُ فَضْلِيْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ" قَالُوْا: فَمَا أَوَّلْتَهُ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: "الْعِلْمُ".

الشریعۃ للآجری: ص506 الرقم 1434

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے دودھ کا ایک پیالہ دیا گیا، میں نے اس کو پیا اور جو بچ گیا وہ میں نے عمر بن خطاب کو دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! آپ اس خواب کی تعبیر کیا فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے مراد علم ہے۔

[3]: دانائیِ عمر رضی اللہ عنہ کے بارے ایک خواب

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العَبَسی الکوفی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مَالِكِ الدَّارِ قَالَ: وَكَانَ خَازِنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى الطَّعَامِ قَالَ: أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! اسْتَسْقِ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوْا فَأَتَى الرَّجُلُ فِي الْمَنَامِ فَقِيْلَ لَهُ: ائْتِ عُمَرَ. فَأَقْرِئْهُ السَّلَامَ وَأَخْبِرْهُ أَنَّكُمْ مَسْقِيُّوْنَ، وَقُلْ لَهُ: عَلَيْكَ الْكَيْسَ عَلَيْكَ الْكَيْسَ. فَأَتَى عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَأَخْبَرَهُ فَبَكَى عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ثُمَّ قَالَ: يَا رَبِّ! لَا آلُوْ إِلَّا مَا عَجَزْتُ عَنْهُ.

مصنف ابن ابی شیبۃ: ج17 ص64،65 رقم الحدیث 32665

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور کے وزیرِ خوراک حضرت مالک دار فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

کے دورِ خلافت میں لوگ قحط سالی میں مبتلا ہوئے۔ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ انور پر حاضر ہوا اور عرض کی: یارسول اللہ! اپنی امت کے لئے دعا فرمایئے کہ اللہ بارش عطا فرمائیں، آپ کی امت قحط سالی کی وجہ سے پریشان ہے۔ اس شخص کو خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: حضرت عمر کے پاس جانا، ان کو میرا سلام کہنا اور انہیں بتانا کہ تمہاری قحط سالی ختم کی جائے گی، ان سے کہنا دانائی اختیار کریں۔ یہ شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آکر آپ کو ساری صورتحال سے آگاہ کیا جسے سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ پھر فرمانے لگے: اے میرے پروردگار! میں نے کوئی سستی نہیں کی، ہاں جو چیز میرے بس میں نہیں ہوتی تو اس میں میں مجبور ہو جاتا ہوں۔

البدایۃ والنہایۃ کی روایت میں اس واقعہ کے ساتھ مزید وضاحت یہ بھی ہے کہ یہ خواب دیکھنے والے شخص صحابیِ رسول حضرت بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ تھے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے تھے۔

چنانچہ حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت774ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

أَقْبَلَ بِلَالُ بْنُ الْحَارِثِ الْمُزَنِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَاسْتَأْذَنَ عَلٰى عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: أَنَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللهِ إِلَيْكَ، يَقُوْلُ لَكَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "لَقَدْ عَهِدْتُّكَ كَيِّسًا، وَمَا زِلْتَ عَلٰى ذٰلِكَ، فَمَا شَأْنُكَ"؟ قَالَ: مَتٰى رَأَيْتَ هٰذَا؟ قَالَ: الْبَارِحَةَ فَخَرَجَ فَنَادٰى فِي النَّاسِ "اَلصَّلٰوةَ جَامِعَةً"، فَصَلّٰى بِهِمْ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ! أَنْشُدُكُمُ اللهَ هَلْ تَعْلَمُوْنَ مِنِّيْ أَمْرًا غَيْرُهٗ خَيْرٌ مِنْهُ؟ فَقَالُوْا: اَللّٰهُمَّ لَا، فَقَالَ: إِنَّ بِلَالَ بْنَ الْحَارِثِ يَزْعُمُ ذِيْةَ وَذِيْةَ. قَالُوْا: صَدَقَ بِلَالٌ فَاسْتَغِثْ بِاللهِ.

البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج7 ص104

ترجمہ: حضرت بلال بن حارث المزنی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور ملاقات کی اجازت چاہی۔ عرض کیا کہ میں آپ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لایا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم نے آپ سے فرمایا ہے کہ میں نے تمہیں عاقل ودانا ہی پایا ہے اور تم دانشمندی پر ہی رہے ہو لیکن (اب) تمہارا کیا حال ہو گیا ہے؟ (یعنی دانشمندی پر قائم رہنے کے باوجود یہ حال کیوں ہے؟ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے احوال کا جائزہ لینے کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ خواب آپ نے کب دیکھا؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ عرض کرنے لگے کہ گزشتہ رات۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور "اَلصَّلٰوۃَ جَامِعَۃً" فرمایا (یعنی آواز دے کر لوگوں کو نماز کے لیے جمع فرمایا)۔ پھر انہیں دو رکعت نماز پڑھائی، پھر کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے بتاؤ کہ کیا تم میرے طرزِ عمل کے علاوہ کسی اور طرزِ عمل کو جو اس سے بہتر ہو؛ جانتے ہو؟ لوگوں نے کہا: اللہ کی قسم! نہیں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بلال بن حارث تو ایسا ایسا کہتا ہے (یعنی حضرت بلال کا کہنا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے احوال کا جائزہ لینے کا فرمایا ہے)۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: بلال سچ کہتے ہیں (یعنی آپ غور وفکر کریں، اور اس قحط کو دور کرنے کے اسباب کی طرف متوجہ ہوں جن میں سے ایک سبب خدا کی طرف متوجہ ہونا ہے۔) اس لیے آپ اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کریں۔

[4]: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سمع وبصر

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَنْطَبٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ فَقَالَ: هٰذَانِ السَّمْعُ وَالْبَصَرُ.

سنن الترمذی: رقم الحدیث 3671

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن حنطب رحمہ اللہ سے (مرسلاً) مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر وعمر رضی اللہ عنہما کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ یہ دونوں (میرے لیے) کان اور آنکھیں ہیں (یعنی معتمدِ خاص ہیں)۔

[5]: عمر رضی اللہ عنہ... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰه عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ نَبِيٍّ

إِلَّا وَ لَهٗ وَزِيْرَانِ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ وَوَزِيْرَانِ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَمَّا وَزِيْرَايَ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرِيْلُ وَمِيْكَائِيْلُ وَأَمَّا وَزِيْرَايَ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ.

سنن الترمذی: رقم الحدیث 3680

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لئے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں۔ آسمان والوں میں سے میرے دو وزیر جبرئیل و میکائیل جبکہ زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابو بکر و عمر ہیں۔

[6]: مزاج شناسِ نبوت

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِيْ مُوْسٰى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَشْيَاءَ كَرِهَهَا فَلَمَّا أُكْثِرَ عَلَيْهِ غَضِبَ ثُمَّ قَالَ لِلنَّاسِ: سَلُوْنِي عَمَّا شِئْتُمْ! قَالَ رَجُلٌ: مَنْ أَبِيْ؟ قَالَ: أَبُوْكَ حُذَافَةُ. فَقَامَ اٰخَرُ فَقَالَ: مَنْ أَبِيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَقَالَ: أَبُوْكَ سَالِمٌ مَوْلٰى شَيْبَةَ . فَلَمَّا رَاٰى عُمَرُ مَا فِي وَجْهِهٖ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّا نَتُوْبُ إِلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 92

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ (اشعری) رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی باتیں دریافت کی گئی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُری لگیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ سوالات کیے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا، تو پھر جو پوچھنا ہے پوچھ لو۔ ایک شخص نے دریافت کیا: میرا باپ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے۔ دوسرا شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا: میرا باپ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا باپ سالم ہے جو شیبہ کا غلام ہے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کے غصہ کے آثار دیکھے تو عرض کی: یارسول اللہ! ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں۔

[7]: عمر رضی اللہ عنہ کا رعب ودبدبہ

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: اسْتَأْذَنَ عُمَرُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهُ نِسْوَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ يُكَلِّمْنَهُ وَيَسْتَكْثِرْنَهُ عَالِيَةً أَصْوَاتُهُنَّ عَلٰى صَوْتِهِ فَلَمَّا اسْتَأْذَنَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قُمْنَ فَبَادَرْنَ الْحِجَابَ فَأَذِنَ لَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَدَخَلَ عُمَرُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَضْحَكُ فَقَالَ عُمَرُ: أَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَجِبْتُ مِنْ هٰؤُلَاءِ اللَّاتِي كُنَّ عِنْدِيْ فَلَمَّا سَمِعْنَ صَوْتَكَ ابْتَدَرْنَ الْحِجَابَ. قَالَ عُمَرُ: فَأَنْتَ أَحَقُّ أَنْ يَهَبْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! ثُمَّ قَالَ عُمَرُ: يَا عَدُوَّاتِ أَنْفُسِهِنَّ! أَتَهَبْنَنِي وَلَا تَهَبْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ فَقُلْنَ: نَعَمْ أَنْتَ أَفَظُّ وَأَغْلَظُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِيْهًا يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! وَالَّذِيْ نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لَقِيَكَ الشَّيْطَانُ سَالِكًا فَجًّا قَطُّ إِلَّا سَلَكَ فَجًّا غَيْرَ فَجِّكَ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 3683

ترجمہ: محمد بن سعد بن ابی وقاص اپنے والد (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے) روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کی کئی بیویاں جو قریش سے تعلق رکھتی تھیں؛ آپ سے نان ونفقہ میں اضافے کا تقاضا کر رہی تھیں اور اونچی آواز میں باتیں کر رہی تھیں۔ جب عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی تو وہ جلدی سے بھاگ کر پردے کے پیچھے چلی گئیں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اجازت دی اور وہ داخل ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مسکرا رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ان پر حیرت ہوئی، جو ابھی میرے پاس تقاضا کر رہی تھیں، جب انہوں نے تمہاری آواز سنی تو فوراً بھاگ کر پردے کے پیچھے چلی گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر عرض کیا:

یارسول اللہ! آپ اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ سے ڈرا جائے۔ پھر ان عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا: اپنی جانوں کی دشمن! مجھ سے تو تم ڈرتی ہو لیکن اللہ کے رسول سے نہیں ڈرتیں۔ انہوں نے عرض کیا: آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سخت ہیں۔

اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں اے ابن خطاب! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر شیطان بھی تمہیں راستے پر آتا ہوا دیکھے گا تو تمہارا راستہ چھوڑ کر کسی دوسرے راستے پر چلا جائے گا۔

[8]: غضب باعثِ عزت، خوشی باعثِ عدل

امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجُرّی البغدادی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَقْرِئْ عُمَرَ السَّلَامَ وَأَخْبِرْهُ أَنَّ غَضَبَهُ عِزٌّ وَرِضَاهُ عَدْلٌ."

الشریعۃ للآجری: ص504 الرقم 1426

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیل امین علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کی کہ آپ عمر کو سلام کہیں اور انہیں اس بات کی خبر بھی دیں کہ ان کا غیظ وغضب (دین کے لیے باعث) عزت ہے اور ان کا خوش ہونا عدل ہے۔

[9]: اوصافِ فاروقی بزبان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ: خَطَبَنَا عَلِيٌّ يَوْمًا فَقَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا؟ أَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا، وَبَعْدَ أَبِي بَكْرٍ؟ عُمَرُ.

فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل: ص369 باب خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا، رقم الحدیث 399

ترجمہ: حضرت ابو جحیفہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: کیا میں آپ کو یہ نہ بتاؤں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کا بہترین انسان کون ہے؟ (سنو) وہ

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ کیا میں آپ کو یہ نہ بتاؤں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد اس امت کا بہترین انسان کون ہے؟ (سنو) وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

[10]: اوصافِ فاروقی بزبان ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: قَالَ أَبُوْ مُوْسَى الْأَشْعَرِيُّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ذَاتَ يَوْمٍ أَوْ لَيْلَةٍ: إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ إِسْلَامُهُ عِزًّا، وَكَانَتْ إِمَارَتُهُ فَتْحًا، وَكَانَ بَيْنَ عَيْنَيْهِ مَلَكٌ يُسَدِّدُهُ، وَكَانَ الْفَارُوْقُ فَرَّقَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ، وَنَزَلَ الْقُرْآنُ بِتَصْدِيْقِ رَأْيِهِ، فَقَالَ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ سُلَيْمٍ، يُقَالُ لَهُ حَرَمِيٌّ: كَانَ أَبُوْ بَكْرٍ خَيْرًا مِنْهُ، فَأَعَادَ أَبُوْ مُوْسَى الْقَوْلَ. فَقَالَ السُّلَمِيُّ مِثْلَ مَقَالَتِهِ ثَلَاثًا، فَلَمَّا قَفَلُوْا صَارَ إِلٰى عُمَرَ فَقَصَّ عَلَيْهِ الْقِصَّةَ. فَقَالَ عُمَرُ: لَيْلَةٌ مِنْ أَبِي بَكْرٍ خَيْرٌ مِنْ عُمَرَ الدَّهْرَ كُلَّهُ، وَلَيَوْمٌ مِنْ أَبِي بَكْرٍ خَيْرٌ مِنْ عُمَرَ الدَّهْرَ كُلَّهُ، أَمَّا يَوْمُهُ فَيَوْمُ ارْتَدَّتِ الْعَرَبُ، وَأَمَّا لَيْلَتُهُ فَلَيْلَةُ الْغَارِ، حِيْنَ وَقَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِنَفْسِهِ.

فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل: ص355 اسلام عمر بن الخطاب، رقم الحدیث 381

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ (دن یا رات کے وقت) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام لانا باعثِ عزت ہے، ان کا امیر (خلیفہ) ہونا فتح کی نشانی ہے، آپ رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھوں کے درمیان (پیشانی میں) ایک فرشتہ ہوتا تھا جو آپ کی رہنمائی کرتا تھا (آپ کو فاروق اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ) آپ رضی اللہ عنہ نے حق اور باطل کے درمیان فرق کو واضح کیا، قرآن کریم نے آپ کی رائے کی تائید کی، بنی سُلیم کے حرَمی نامی ایک شخص نے کہا: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بہتر ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے اس بات کو دہرایا۔ اس سلمی شخص نے اپنی بات (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ؛ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بہتر ہیں) کو تین بار کہا۔ جب لوگ واپس لوٹے تو حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور سارا واقعہ انہیں بتایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایک رات؛ عمر کی ساری زندگی سے بہتر ہے اور

ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ایک دن؛ عمر کی ساری زندگی سے بہتر ہے۔ دن وہ ہے کہ جب (وفاتِ نبوی کے وقت اسلام کا اظہار کرنے والے بعض) عرب لوگ مرتد ہوئے، اور رات (ہجرت والی) غار کی رات ہے جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی۔

[11]: عمر رضی اللہ عنہ اسلام کا تالا

امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجُرّی رحمہ اللہ (ت360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ: بَيْنَمَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اٰخِذًا بِيَدِ أَبِي ذَرٍّ رَحِمَهُ اللهُ إِذْ غَمَزَهَا فَقَالَ لَهُ أَبُوْ ذَرٍّ: مَهْ يَا قُفْلَ الْإِسْلَامِ! أَوْجَعْتَنِي فَقَالَ: مَا هٰذَا يَا أَبَا ذَرٍّ؟ فَقَالَ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! تَذْكُرُ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا؟ يُذَكِّرُهُ إِذْ أَقْبَلْتَ فَأَشْرَفْتَ عَلَى الْوَادِيْ؛ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَنْ تُصِيْبَكُمْ فِتْنَةٌ مَا كَانَ هٰذَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ فَأَنْتَ قُفْلُ الْإِسْلَامِ يَا عُمَرُ!"

الشریعۃ للآجری: ص510 الرقم 1446

ترجمہ: حضرت حسن رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (کسی بات پر) حضرت ابو ذر کا ہاتھ پکڑا اور اسے جھٹکا سا دیا۔ تو حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: رک جائیے اے اسلام کے تالے (یعنی محافظ)! آپ کے جھٹکا دینے سے مجھے درد محسوس ہو رہا ہے۔ (یعنی آپ اسلام کے محافظ ہیں تو مجھے آپ سے تکلیف نہیں پہنچنی چاہیے)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابو ذر! آپ نے مجھے اسلام کا تالا کیسے کہا؟ ابو ذر نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! کیا آپ کو فلاں دن یاد ہے؟ چنانچہ حضرت ابو ذر نے اس دن کا ذکر کیا (اور حضرت عمر سے کہا) کہ جب آپ آگے بڑھے اور اس وادی پر نظر ڈالنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک یہ (عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ) تمہارے درمیان موجود ہے تو تم فتنہ میں مبتلا نہیں ہو سکتے۔ اے عمر! آپ اسلام کا تالا ہیں۔

[12]: عمر رضی اللہ عنہ... جنتی ہیں

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ الله عَنْهُ قَالَ: سَأَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابَهُ: مَنْ أَصْبَحَ صَائِمًا

الْيَوْمَ؟ قَالَ عُمَرُ: أَنَا، قَالَ: فَمَنْ تَصَدَّقَ الْيَوْمَ؟ قَالَ عُمَرُ: أَنَا، قَالَ: فَمَنْ عَادَ مَرِيْضًا؟ قَالَ عُمَرُ: أَنَا، قَالَ: فَمَنْ شَيَّعَ جِنَازَةً؟ قَالَ عُمَرُ: أَنَا، قَالَ: "وَجَبَتْ لَكَ" يَعْنِي الْجَنَّةَ.

فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل: ص 473 من فضائل عمر بن الخطاب رقم الحدیث 585

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا: آج کس نے جنازہ پڑھا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آج کس نے کسی مریض کی تیمارداری کی ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آج کس نے صدقہ کیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کون روزے سے رہا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واجب ہو گئی، واجب ہو گئی۔ (یعنی عمر رضی اللہ عنہ کے لئے جنت واجب ہو گئی)

[13]: اہلِ جنت کا چراغ

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ سِرَاجُ أَهْلِ الْجَنَّةِ.

فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل: ص 523 من فضائل عمر بن الخطاب رقم الحدیث 677

ترجمہ: ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر بن الخطاب؛ اہلِ جنت کا چراغ ہے۔

[14]: فضائلِ عمر رضی اللہ عنہ کو بیان کرنے کے لیے عمرِ نوح چاہیے

امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجُرّی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عَمَّارُ! أَتَانِي جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اٰنِفًا فَقُلْتُ: يَا جِبْرِيْلُ! حَدِّثْنِي بِفَضَائِلِ عُمَرَ فِي السَّمَاءِ فَقَالَ لِي: لَوْ لَبِثْتُ مَا لَبِثَ نُوحٌ فِي قَوْمِهٖ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا مَا نَفِدَتْ فَضَائِلُ عُمَرَ.

الشریعۃ للآجری: ص 512 الرقم 1451

ترجمہ: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمار! ابھی میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام آئے تھے۔ میں نے پوچھا: اے جبریل! مجھے یہ بتایئے کہ آسمانوں میں حضرت عمر کے فضائل کون سے بیان ہوتے ہیں؟ حضرت جبریل مجھ سے کہنے لگے: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل اتنے زیادہ ہیں کہ) اگر میں آپ کے پاس عمرِ نوح کے برابر بھی ٹھہرا رہوں تو بھی حضرت عمر کے فضائل ختم نہیں ہوں گے۔

استخلافِ ابی بکر رضی اللہ عنہ میں نمایاں کردار

امام ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَاجْتَمَعَتِ الْأَنْصَارُ إِلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ فَقَالُوا: مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ فَذَهَبَ إِلَيْهِمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَأَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فَذَهَبَ عُمَرُ يَتَكَلَّمُ فَأَسْكَتَهُ أَبُو بَكْرٍ وَكَانَ عُمَرُ يَقُولُ: وَاللهِ مَا أَرَدْتُ بِذٰلِكَ إِلَّا أَنِّي قَدْ هَيَّأْتُ كَلَامًا قَدْ أَعْجَبَنِي خَشِيتُ أَنْ لَا يَبْلُغَهُ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَتَكَلَّمَ أَبْلَغَ النَّاسِ فَقَالَ فِي كَلَامِهِ: نَحْنُ الْأُمَرَاءُ وَأَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ فَقَالَ حُبَابُ بْنُ الْمُنْذِرِ: لَا وَاللهِ لَا نَفْعَلُ، مِنَّا أَمِيرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: لَا وَلٰكِنَّا الْأُمَرَاءُ وَأَنْتُمُ الْوُزَرَاءُ هُمْ أَوْسَطُ الْعَرَبِ دَارًا وَأَعْرَبُهُمْ أَحْسَابًا فَبَايِعُوا عُمَرَ أَوْ أَبَا عُبَيْدَةَ بْنَ الْجَرَّاحِ فَقَالَ عُمَرُ: بَلْ نُبَايِعُكَ أَنْتَ فَأَنْتَ سَيِّدُنَا وَخَيْرُنَا وَأَحَبُّنَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخَذَ عُمَرُ بِيَدِهِ فَبَايَعَهُ وَبَايَعَهُ النَّاسُ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 3667

ترجمہ: سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ ایک امیر ہم (انصار) میں سے ہو جائے اور دوسرا تم (مہاجرین) میں سے ہو جائے (تاکہ دونوں باہمی معاونت سے امرِ خلافت کو بہتر سے بہتر چلا سکیں)۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر، عمر بن خطاب اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم بھی اس مجلس میں پہنچ گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کرنی چاہی لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں خاموش رہنے کے لیے کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم! میں نے ایسا صرف اس لیے کیا تھا کیونکہ میں نے پہلے سے ایک تقریر کا مضمون سوچا ہوا تھا جو مجھے بہت پسند تھی۔ مجھے ڈر تھا کہ ابوبکر اس کو نہیں پہنچ سکیں گے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انتہائی بلاغت کے ساتھ بات شروع کی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہم قریش امراء ہیں اور تم انصار وزراء ہو۔

اس پر حُباب بن منذر انصاری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم ایسا کیسے ہونے دیں گے، ایک امیر ہم میں سے ہو

گا اور ایک امیر آپ میں سے ہو گا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، ہم امراء ہیں اور آپ انصار وزراء ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ قریش کے لوگ سارے عرب میں معزز اور شریف خاندان کے طور پر معروف و مشہور ہیں اور ان کا علاقہ (مکہ مکرمہ) عرب کے درمیان میں ہے۔ اب تمہیں اس کا مکمل اختیار ہے کہ چاہو تو عمر بن خطاب کی بیعت کر لو یا ابو عبیدہ بن جراح کی بیعت کر لو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے) کہا: نہیں، آپ ہمارے سردار ہیں، ہم سب سے بہتر انسان آپ ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی آپ ہی ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر باقی لوگوں نے بھی بیعت کی۔

انصار کی آمادگی:

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر الدمشقی الشافعی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قُبِضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاجْتَمَعَ النَّاسُ فِي دَارِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ وَفِيهِمْ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ قَالَ: فَقَامَ خَطِيْبُ الْأَنْصَارِ فَقَالَ: أَتَعْلَمُوْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ، وَخَلِيْفَتُهُ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ، وَنَحْنُ كُنَّا أَنْصَارَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَنَحْنُ أَنْصَارُ خَلِيْفَتِهٖ كَمَا كُنَّا أَنْصَارَهٗ قَالَ: فَقَامَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَقَالَ: صَدَقَ قَائِلُكُمْ أَمَا لَوْ قُلْتُمْ عَلٰى غَيْرِ هٰذَا لَمْ نُتَابِعْكُمْ.

البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج3 ص261 اعتراف سعد بن عبادة بصحة ما قاله الصديق

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں جمع ہوئے۔ ان میں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ انصار کے خطیب (حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ) کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی مہاجر تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہوں گے۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار و مددگار رہے ہیں اور ان کے خلیفہ کے بھی مددگار رہیں گے۔

راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا: تمہارے خطیب نے سچ فرمایا ہے۔ اگر تم اس حقیقت کے علاوہ کسی اور نظریے کے قائل ہوتے تو ہم تمہاری بات نہ مانتے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان:

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت774ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتِ الْأَنْصَارُ: مِنَّا أَمِيْرٌ وَمِنْكُمْ أَمِيْرٌ، فَأَتَاهُمْ عُمَرُ فَقَالَ: يَا مَعْشَرَ الْأَنْصَارِ! أَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ أَمَرَ أَبَا بَكْرٍ أَنْ يَؤُمَّ النَّاسَ فَأَيُّكُمْ تَطِيْبُ نَفْسُهٗ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَبَا بَكْرٍ فَقَالَتِ الْأَنْصَارُ: نَعُوْذُ بِاللّٰہِ أَنْ نَتَقَدَّمَ أَبَا بَكْرٍ.

البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج3 ص259 قصة سقيفة بنی ساعدة

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو انصار نے اپنا موقف یہ پیش کیا کہ ایک امیر ہم انصار میں سے ہو جائے اور ایک امیر تم مہاجرین میں سے ہو جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے انصار! آپ کو معلوم ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ابو بکر لوگوں کی امامت کریں۔ تم میں سے کون ہے جو ابو بکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھنا چاہتا ہے؟ انصار نے کہا کہ اللہ کی پناہ! ہم ابو بکر (رضی اللہ عنہ) سے آگے کیسے بڑھ سکتے ہیں؟

فائدہ: مذکورہ گفتگو سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ انصار؛ امرِ خلافت میں رضاکارانہ تعاون کی پیش کش کر رہے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تجویز:

امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ (ت303ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰہُ عَنْہُ: سَيْفَانِ فِي غِمْدٍ وَاحِدٍ إِذًا لَا يَصْلُحَانِ، ثُمَّ أَخَذَ بِيَدِ أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَ: مَنْ لَهٗ هٰذِهِ الثَّلَاثُ؟ "إِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ" مَنْ صَاحِبُهٗ؟ "إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ" مَنْ هُمَا؟ "لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰہَ

مَعَنَا" مَعَ مَنْ؟ ثُمَّ بَايَعَهُ. ثُمَّ قَالَ: بَايِعُوْا فَبَايَعَ النَّاسُ أَحْسَنَ بَيْعَةٍ وَأَجْمَلَهَا.

السنن الکبریٰ للنسائی: ج5 ص37 رقم الحدیث 8109

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک نیام میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں (یعنی ایک وقت میں دو خلیفہ نہیں ہو سکتے)۔ پھر انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:

کون ہے جس میں یہ تین فضیلتیں جمع ہیں؟

1: (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) ﴿اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ﴾ کہ جب رسول اللہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے۔ تو بتاؤ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی کون تھا؟

2: (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) ﴿اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ﴾ کہ جس وقت وہ دونوں غار میں تھے۔ تو بتاؤ! یہ دونوں کون تھے؟

3: (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) ﴿لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا﴾ کہ آپ غم نہ کریں، اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ تو بتاؤ! اللہ تعالیٰ کن افراد کے ساتھ تھا؟

بیعتِ خاصہ میں انصار کی سبقت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ آپ اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں تاکہ ہم آپ کی بیعت کر سکیں۔ حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما ابھی اس مقصد کے لیے تیاری کر رہے تھے کہ حضرت بشیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ان کے بعد بالترتیب حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما نے بیعت کی۔ پھر ہر طرف سے مہاجرین و انصار بیعت کے لیے امڈے چلے آئے۔ یہ بیعت خاصہ تھی۔

بیعتِ عامہ:

دوسرے دن مسجد نبوی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا جس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بارے میں دلائل سے لوگوں کو قائل فرمایا۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی الشافعی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت نقل کرتے

ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سَمِعْتُ عُمَرَ يَقُوْلُ يَوْمَئِذٍ لِأَبِي بَكْرٍ: اِصْعَدِ الْمِنْبَرَ فَلَمْ يَزَلْ بِهٖ حَتّٰى صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَبَايَعَهٗ عَامَّةُ النَّاسِ.

البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج3 ص260 اعتراف سعد بن عبادة بصحة ما قاله الصديق

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت والے دن میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اے ابو بکر منبر پر تشریف لائیں (تاکہ لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کر سکیں)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اصرار فرماتے رہے یہاں تک کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ پھر عوام الناس نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔

حافظ عماد الدین اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر الدمشقی الشافعی رحمہ اللہ (ت774ھ) نقل کرتے ہیں:

وَأَخَذَ بِيَدِ أَبِيْ بَكْرٍ وَقَالَ: هٰذَا صَاحِبُكُمْ فَبَايِعُوْهُ فَبَايَعَهٗ عُمَرُ، وَبَايَعَهُ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْأَنْصَارُ.

البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج3 ص261 اعتراف سعد بن عبادة بصحة ما قاله الصديق

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ یہ تمہارے امیر ہیں، ان کی بیعت کرو۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت کی۔ اس کے بعد مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی بیعت کی۔

عہدِ صدیقی میں

جمعِ قرآن کی تحریک:

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَرْسَلَ إِلَيَّ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَقْتَلَ أَهْلِ الْيَمَامَةِ فَإِذَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عِنْدَهٗ . قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: إِنَّ عُمَرَ أَتَانِي فَقَالَ إِنَّ الْقَتْلَ قَدِ اسْتَحَرَّ يَوْمَ الْيَمَامَةِ بِقُرَّاءِ الْقُرْاٰنِ وَإِنِّي أَخْشٰى أَنْ يَسْتَحِرَّ الْقَتْلُ بِالْقُرَّاءِ بِالْمَوَاطِنِ فَيَذْهَبَ كَثِيْرٌ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَإِنِّي أَرٰى أَنْ تَأْمُرَ بِجَمْعِ الْقُرْاٰنِ. قُلْتُ لِعُمَرَ: كَيْفَ تَفْعَلُ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ عُمَرُ: هٰذَا وَاللهِ خَيْرٌ. فَلَمْ يَزَلْ عُمَرُ يُرَاجِعُنِي حَتّٰى شَرَحَ اللهُ صَدْرِي لِذٰلِكَ وَرَأَيْتُ فِي ذٰلِكَ الَّذِي رَاٰى عُمَرُ. قَالَ زَيْدٌ: قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: إِنَّكَ رَجُلٌ شَابٌّ عَاقِلٌ لَا نَتَّهِمُكَ وَقَدْ كُنْتَ تَكْتُبُ الْوَحْيَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَتَبَّعِ الْقُرْاٰنَ فَاجْمَعْهُ. فَوَاللهِ لَوْ كَلَّفُوْنِي نَقْلَ جَبَلٍ مِنَ الْجِبَالِ مَا كَانَ أَثْقَلَ عَلَيَّ مِمَّا أَمَرَنِي بِهٖ مِنْ جَمْعِ الْقُرْاٰنِ قُلْتُ: كَيْفَ تَفْعَلُوْنَ شَيْئًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: هُوَ وَاللهِ خَيْرٌ فَلَمْ يَزَلْ أَبُوْ بَكْرٍ يُرَاجِعُنِيْ حَتّٰى شَرَحَ اللهُ صَدْرِيْ لِلَّذِيْ شَرَحَ لَهٗ صَدْرَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَتَتَبَّعْتُ الْقُرْاٰنَ أَجْمَعُهٗ مِنَ الْعُسُبِ وَاللِّخَافِ وَصُدُوْرِ الرِّجَالِ الخ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 4986

ترجمہ: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ یمامہ کے بعد مجھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بلایا۔ جب میں ان کے پاس پہنچا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ: عمر میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ یمامہ کی جنگ میں بہت سارے حفاظ شہید ہو گئے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ اگر ایسے ہی جنگوں میں حفاظ شہید ہوتے رہے تو قرآن مجید کا بہت سارا حصہ ان کے سینوں ہی میں چلا جائے گا؛ اس لئے میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن کریم کو ایک جگہ جمع کرنے کا حکم دے دیں۔ میں نے عمر

سے کہا کہ جو کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا وہ ہم کیسے کریں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: خدا کی قسم! اس میں خیر ہی خیر ہے۔ یہ مجھ سے اصرار کرتے رہے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اس کام کے لیے کھول دیا اور اب میری رائے بھی یہی ہے جو عمر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: تم نوجوان بھی ہو، سمجھدار بھی ہو، عادل بھی ہو، ہمیں تم سے کوئی بدگمانی نہیں ہے اور تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبِ وحی بھی رہے ہو۔ لہٰذا تم قرآن کریم کی آیات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تلاش کرو اور ان کو جمع کرو۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! اگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مجھے کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم فرماتے تو یہ میرے لیے قرآن کریم جمع کرنے سے زیادہ آسان تھا۔

حضرت زید: آپ حضرات ایسا کام کیوں کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا؟

حضرت ابو بکر: قسم بخدا! یہ تو اچھا ہی کام ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس بارے میں مسلسل مجھ سے اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی طرح اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ بھی اس کام کے لیے کھول دیا۔ چنانچہ میں نے قرآن کریم کے اجزاء کو تلاش کرنا شروع کیا اور اسے کھجور کی شاخوں، باریک سفید پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے اکٹھا کر کے ایک جگہ جمع کر دیا۔

مال غنیمت کی تملیک و تقسیم کا مسئلہ:

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ نَافِعٍ قَالَ: أَنَّ الزِّبْرِقَانَ ابْنَ بَدْرٍ، وَالْأَقْرَعَ بْنَ حَابِسٍ طَلَبَا إِلٰى أَبِي بَكْرٍ أَنْ يُقْطِعَهُمَا، فَأَقْطَعَهُمَا وَكَتَبَ لَهُمَا كِتَابًا، فَقَالَ لَهُمَا عُثْمَانُ: أَشْهِدَا عُمَرَ فَإِنَّهُ الْخَلِيْفَةُ بَعْدَهٗ، وَهُوَ أَجْوَزُ لِأَمْرِكُمَا، فَأَتَيَا عُمَرَ بِالْكِتَابِ، فَلَمَّا نَظَرَ فِيْهِ بَزَقَ فِيْهِ ثُمَّ ضَرَبَ بِهٖ وُجُوْهَهُمَا ثُمَّ قَالَ: لَا، وَلَا نُعْمَةَ عَيْنٍ، آللّٰهَ لَتَفْلَقُنَّ وُجُوْهَ الْمُسْلِمِيْنَ بِالسُّيُوْفِ وَالْحِجَارَةِ ثُمَّ لَنَكْتُبَنَّ لَكُمْ لِفَيْئِهِمْ. فَرَجَعَا إِلٰى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَا: وَاللّٰهِ مَا نَدْرِيْ أَنْتَ الْخَلِيْفَةُ أَمْ عُمَرُ؟ قَالَ: وَمَا ذَاكَ؟ فَأَخْبَرَاهُ بِالَّذِيْ صَنَعَ. فَقَالَ: وَإِنَّا لَا نُجِيْزُ إِلَّا

مَا أَجَازَهُ عُمَرُ.

فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل: ص358 اسلام عمر بن الخطاب، رقم الحدیث 383

ترجمہ: حضرت نافع سے مروی ہے کہ حضرت زبرقان بن بدر اور حضرت اقرع بن حابس دونوں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور زمین کی جاگیر کا مطالبہ کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان کو جاگیر دے دی اور ساتھ تحریر بھی لکھ دی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ آپ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو گواہ بنا لو کیونکہ (میرا وجدان یہی کہتا ہے کہ) ان کے بعد وہی خلیفہ ہوں گے اور وہ تمہارے کام کے جواز کے زیادہ حقدار ہیں، دونوں حضرات تحریر لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے آپ رضی اللہ عنہ نے جب تحریر کو دیکھا تو اس پر غصے سے تھوک (کر اسے مٹا) دیا اور ان کے چہرے پر مارا، پھر فرمایا: تمہیں یہ زمین نہیں ملے گی، اور نہ ہی تم (اس مطالبے میں) عزت کے حقدار ہو۔ خدا کی قسم! تم مسلمانوں کے چہروں کو تلواروں اور پتھروں سے کاٹ دو اور پھر ہم ان کے مالِ غنیمت کو تمہارے لیے لکھ دیں؟ (ایسا نہیں ہو گا) وہ دونوں؛ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: بخدا، ہمیں معلوم نہیں کہ خلیفہ آپ ہیں یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا ہوا؟ انہوں نے سارا واقعہ بتادیا جو اِن کے ساتھ ہوا۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم بھی اسی چیز کی اجازت دیں گے جس کی حضرت عمر اجازت دیں گے۔

فائدہ:

حضرت زبرقان بن بدر اور حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہما؛ دونوں کا تعلق بنو تمیم سے تھا۔ دونوں سن 9 ہجری میں بارگاہِ نبوت میں ایک وفد میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہوئے۔ قبولِ اسلام کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبرقان بن بدر رضی اللہ عنہ کو بنو تمیم کا سردار بنایا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے دورِ خلافت میں یہ اس عہدہ پر فائز رہے۔ حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ بنو تمیم کے شرفاء میں شمار کیے جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں انہیں غزوات میں شرکت کا موقع نہ ملا لیکن اس کی تلافی انہوں نے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے دور میں کی۔ چنانچہ عہد صدیقی کی مشہور جنگِ یمامہ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے بعض معرکوں

میں بھی آپ بطورِ امیر شریک رہے۔

حدیث مذکور میں ان دونوں حضرات کی طرف سے جن زمینوں کا مطالبہ کیا گیا تھا اس سے مراد وہ زمینیں ہیں جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں فتوحات کے نتیجے میں مسلمانوں کو حاصل ہوئیں۔

استخلافِ عمر رضی اللہ عنہ:

امام ابوالحسن عز الدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) روایت نقل کرتے ہیں۔

إِنَّ أَبَا بَكْرٍ أَحْضَرَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ خَالِيًا لِيَكْتُبَ عَهْدَ عُمَرَ، فَقَالَ لَهُ: اكْتُبْ: "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، "هٰذَا مَا عَهِدَ أَبُوْبَكْرِ بْنُ أَبِي قُحَافَةَ إِلَى الْمُسْلِمِيْنَ، أَمَّا بَعْدُ!" ثُمَّ أُغْمِيَ عَلَيْهِ فَكَتَبَ عُثْمَانُ: "أَمَّا بَعْدُ، فَإِنِّي قَدِ اسْتَخْلَفْتُ عَلَيْكُمْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَلَمْ آلُكُمْ خَيْرًا ثُمَّ أَفَاقَ أَبُوْبَكْرٍ فَقَالَ: اقْرَأْ عَلَيَّ. فَقَرَأَ عَلَيْهِ. فَكَبَّرَ أَبُوْ بَكْرٍ وَقَالَ: أَرَاكَ خِفْتَ أَنْ يَخْتَلِفَ النَّاسُ إِنْ مُتُّ فِي غَشْيَتِي. قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا عَنِ الْإِسْلَامِ وَأَهْلِهِ.

الکامل فی التاریخ: ج2 ص425 ذکر استخلافہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو اپنے بعد خلیفہ مقرر کرنے کے لیے آپ) نے علیحدگی میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلایا تاکہ استخلافِ عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ لکھوائیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اس بارے میں میرا فیصلہ لکھو!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"یہ فیصلہ ابو بکر بن ابی قحافہ کی طرف سے تمام مسلمانوں کے نام ہے۔ امابعد!"

(اتنی بات لکھوا پائے کہ) آپ رضی اللہ عنہ پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے امابعد کے بعد یہ عبارت لکھی: "میں آپ لوگوں پر اپنا جانشین عمر بن خطاب کو مقرر کرتا ہوں اور میں نے آپ لوگوں کے لیے بھلائی و خیر خواہی کے معاملے میں کوتاہی نہیں کرتا۔"

پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بے ہوشی سے کچھ افاقہ ہوا تو فرمایا کہ ہاں! (جو لکھا ہے وہ) مجھے

سناؤ! حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو وہ عبارت سنائی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سن کر فرمایا: اللہ اکبر۔ میرا خیال ہے کہ آپ اس بات سے ڈر رہے تھے کہ اگر میں بے ہوشی میں ہی وفات پا جاتا تو لوگ اختلاف وافتراق کا شکار ہو جاتے (تبھی آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام لکھ دیا) آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جی ہاں ایسا ہی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام اور اھلِ اسلام کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

اپنے عہدِ خلافت میں

خلافت کے بعد پہلا خطبہ:

امام ابو بکر احمد بن مروان الدینوری المالکی رحمہ اللہ (ت 333ھ) نقل کرتے ہیں:

عَنِ الشَّعْبِيِّ؛ قَالَ: لَمَّا وَلِيَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ صَعِدَ الْمِنْبَرَ. فَقَالَ: مَا كَانَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ لِيَرَانِي أَنْ أَرٰى نَفْسِيْ أَهْلًا لِمَجْلِسِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ. فَنَزَلَ مِرْقَاةً، فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ قَالَ: اِقْرَؤُوْا الْقُرْاٰنَ تُعْرَفُوْا بِهٖ، وَاعْمَلُوْا بِهٖ تَكُوْنُوْا مِنْ أَهْلِهٖ، وَزِنُوْا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُوْزَنُوْا، وَتَزَيَّنُوْا لِلْعَرْضِ الْأَكْبَرِ يَوْمَ تُعْرَضُوْنَ عَلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ {لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ} إِنَّهٗ لَمْ يَبْلُغْ حَقُّ ذِيْ حَقٍّ أَنْ يُطَاعَ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ، أَلَا وَإِنِّي أَنْزَلْتُ نَفْسِي مِنْ مَالِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ بِمَنْزِلَةِ وَلِيِّ الْيَتِيْمِ، إِنِ اسْتَغْنَيْتُ عَفِفْتُ، وَإِنِ افْتَقَرْتُ أَكَلْتُ بِالْمَعْرُوْفِ.

المجالسۃ وجواھر العلم: ج4ص113، الرقم 1291

ترجمہ: امام شعبی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالی تو آپ منبر پر تشریف لائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی جگہ (منبر کی سیڑھی) پر بیٹھنا چاہا (جہاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے) لیکن یہ فرماتے ہوئے ایک زینہ نیچے بیٹھے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند نہیں کہ میں ابو بکر کی جگہ پر بیٹھوں۔ پھر اللہ رب العزت کی حمد وثناء کی اور فرمایا: قرآن کریم کو (دلجمعی کے ساتھ) پڑھو تو اس کے ذریعے تمہاری پہچان ہو گی، اور اس پر عمل کرو تو تم اہلِ قرآن میں شامل ہو جاؤ گے (یعنی تمہارا شمار ان لوگوں میں ہو گا جو قرآن کو سمجھ کر پڑھتے اور اس پر عمل کرتے ہیں)۔ اپنے آپ کا محاسبہ کرو اس سے پہلے کہ تمہارے اعمال کو تولا جائے۔ قیامت کی تیاری کرو جس دن تم اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیے جاؤ گے اور اس دن کوئی چیز بھی (اللہ سے) پوشیدہ نہیں ہو گی۔ کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ اللہ کی نافرمانی میں اس کی اطاعت کی جائے۔ اچھی طرح سن لو! میں نے خود کو اللہ کے مال میں یتیم کے مال کی طرح ولی (نگران) بنایا ہے۔ اگر میں اس سے بے نیاز ہو گیا تو لینا چھوڑ دوں گا اور اگر ضرورت مند ہوا تو بقدر ضرورت لیا کروں گا۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البصری رحمہ اللہ (ت230ھ) نقل کرتے ہیں:

قَالَ: "إِنَّ اللهَ ابْتَلَاكُمْ بِيْ، وَابْتَلَانِي بِكُمْ، وَأَبْقَانِي فِيكُمْ بَعْدَ صَاحِبِي، فَوَاللهِ لَا يَحْضُرُنِي شَيْءٌ مِنْ أَمْرِكُمْ فَيَلِيَهُ أَحَدٌ دُوْنِي، وَلَا يَتَغَيَّبُ عَنِّي فَآلُوْ فِيْهِ عَنِ الْجَزَاءِ وَالْأَمَانَةِ، وَلَئِنْ أَحْسَنُوْا لَأُحْسِنَنَّ إِلَيْهِمْ، وَلَئِنْ أَسَاؤُوْا لَأُنَكِّلَنَّ بِهِمْ". قَالَ الرَّجُلُ: فَوَاللهِ مَا زَادَ عَلٰى ذٰلِكَ حَتّٰى فَارَقَ الدُّنْيَا.

الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج3 ص208 ذکر استخلاف عمر رضی اللہ عنہ

ترجمہ: (منصب خلافت کے بعد) آپ رضی اللہ عنہ نے پہلا خطبہ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے آپ لوگوں کو آزمایا ہے اور آپ لوگوں کے ذریعے مجھے آزمایا ہے اور میرے دونوں ساتھیوں کے بعد مجھے آپ لوگوں میں باقی رکھا ہے۔ قسم بخدا! آپ کے معاملات جو میرے بس میں ہوئے حل کروں گا اور جو معاملات میری طاقت سے باہر ہوئے میں اس پر طاقتور اور امانت دار لوگوں کو مقرر کروں گا (جو آپ کے معاملات حل کریں گے)۔ قسم بخدا! اگر لوگ میرے ساتھ اچھا معاملہ کریں گے تو میں بھی ان کے ساتھ اچھا معاملہ کروں گا اور اگر لوگ میرے ساتھ برا معاملہ کریں گے تو میں ان کو سزا دوں گا۔ حاضرین مجلس بیان کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ اسی پر عمل کرتے رہے یہاں تک کہ اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔

امیر المؤمنین کا لقب:

امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البصری رحمہ اللہ (ت230ھ) نقل کرتے ہیں:

قَالُوْا: إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا تُوُفِّيَ وَاسْتُخْلِفَ أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ كَانَ يُقَالُ لَهٗ "خَلِيْفَةُ رَسُوْلِ اللهِ" فَلَمَّا تُوُفِّيَ أَبُوْ بَكْرٍ رَحِمَهُ اللهُ وَاسْتُخْلِفَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قِيْلَ لِعُمَرَ "خَلِيْفَةُ خَلِيْفَةِ رَسُوْلِ اللهِ" فَقَالَ الْمُسْلِمُوْنَ: فَمَنْ جَاءَ بَعْدَ عُمَرَ قِيْلَ لَهٗ "خَلِيْفَةُ خَلِيْفَةِ خَلِيْفَةِ رَسُوْلِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ" فَيَطُوْلُ هٰذَا وَلٰكِنْ أَجْمِعُوْا عَلَى اسْمٍ تَدْعُوْنَ بِهِ الْخَلِيفَةَ يُدْعَ بِهٖ مَنْ بَعْدَهٗ مِنَ الْخُلَفَاءِ. فَقَالَ بَعْضُ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْنُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَعُمَرُ أَمِيْرُنَا. فَدُعِيَ عُمَرُ "أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ" فَهُوَ أَوَّلُ مَنْ سُمِّيَ بِذٰلِكَ.

الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج3 ص213 ذکر استخلاف عمر رضی اللہ عنہ

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ کو "خلیفۃ رسول اللہ" کے لقب سے پکارا جاتا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی (اللہ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو آپ رضی اللہ عنہ کو "خلیفۃُ خلیفۃِ رسولِ اللہ" کہا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہنے لگے کہ اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد آنے والے خلیفہ کو "خلیفۃُ خلیفۃِ خلیفۃِ رسول اللہ" کہہ کر پکارا جائے گا، اس طرح تو یہ سلسلہ طویل ہو جائے گا۔ اس لیے خلیفہ کے لیے بہتر نام تجویز کرو جو بعد میں آنے والے خلفاء کے لیے بھی طے پا جائے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشورہ دیا کہ ہم مؤمنین ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمارے امیر ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو "امیر المؤمنین" کہا جانے لگا، اور یہ لقب سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہی ملا۔

عدل وانصاف کی اساس پر مبنی خطبہ:

امام قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب الانصاری رحمہ اللہ (ت 182ھ) نقل کرتے ہیں:

قَالَ: وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِيْ مَنْ سَمِعَ طَلْحَةَ بْنَ مَعْدَانَ الْعُمَرِيَّ قَالَ: خَطَبَنَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ، ثُمَّ صَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَذَكَرَ أَبَا بَكْرٍ فَاسْتَغْفَرَ لَهُ، ثُمَّ قَالَ: "أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّهُ لَمْ يَبْلُغْ ذُوْ حَقٍّ فِيْ حَقِّهٖ أَنْ يُطَاعَ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ، وَإِنِّي لَا أَجِدُ هٰذَا الْمَالَ يُصْلِحُهٗ إِلَّا خِلَالٌ ثَلَاثٌ: أَنْ يُّؤْخَذَ بِالْحَقِّ، وَيُعْطٰى فِيْ الْحَقِّ، وَيَمْنَعَ الْبَاطِلَ؛ وَإِنَّمَا أَنَا وَمَالُكُمْ كَوَلِيِّ الْيَتِيْمِ إِنِ اسْتَغْنَيْتُ اسْتَعْفَفْتُ، وَإِنِ افْتَقَرْتُ أَكَلْتُ بِالْمَعْرُوْفِ، وَلَسْتُ أَدَعُ أَحَدًا يَظْلِمَ أَحَدًا وَلَا يَعْتَدِيَ عَلَيْهِ حَتّٰى أَضَعَ خَدَّهٗ عَلَى الْأَرْضِ، وَأَضَعُ قَدَمِي عَلَى الْخَدِّ الْاٰخَرِ حَتّٰى يُذْعِنَ لِلْحَقِّ، وَلَكُمْ عَلَيَّ أَيُّهَا النَّاسُ! خِصَالٌ أَذْكُرُهَا لَكُمْ فَخُذُوْنِيْ بِهَا: لَكُمْ عَلَيَّ أَنْ لَّا أَجْتَبِيَ شَيْئًا مِنْ خِرَاجِكُمْ وَلَا مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَيْكُمْ إِلَّا مِنْ وَجْهِهٖ، وَلَكُمْ عَلَيَّ إِذَا وَقَعَ فِي يَدِيْ أَنْ لَّا يَخْرُجَ مِنِّي إِلَّا فِي حَقِّهٖ، وَلَكُمْ عَلَيَّ أَنْ أَزِيْدَ أُعْطِيَاتِكُمْ وَأَرْزَاقَكُمْ إِنْ شَاءَ اللهُ وَأَسُدَّ ثُغُوْرَكُمْ، وَلَكُمْ عَلَيَّ أَنْ لَّا أُلْقِيَكُمْ فِي الْمَهَالِكِ وَلَا أُجَمِّرَكُمْ فِي ثُغُوْرِكُمْ وَقَدِ اقْتَرَبَ مِنْكُمْ زَمَانٌ قَلِيْلُ الْأُمَنَاءِ كَثِيْرُ الْقُرَّاءِ، قَلِيْلُ الْفُقَهَاءِ كَثِيْرُ الْاُكَلِ، يَعْمَلُ فِيْهِ أَقْوَامٌ لِلْاٰخِرَةِ يَطْلُبُوْنَ بِهٖ دُنْيَا

عَرِيْضَةً تَأْكُلُ دِيْنَ صَاحِبِهَا كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ؛ أَلَا كُلُّ مَنْ أَدْرَكَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلْيَصْبِرْ، يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ اللّٰهَ عَظَّمَ حَقَّهٗ فَوْقَ حَقِّ خَلْقِهٖ فَقَالَ فِيْمَا عَظَّمَ مِنْ حَقِّهٖ ﴿وَلَا يَأْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَ النَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ۭ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (٨٠)﴾ أَلَا وَإِنِّي لَمْ أَبْعَثْكُمْ أُمَرَاءَ وَلَا جَبَّارِيْنَ؛ وَلٰكِنْ بَعَثْتُكُمْ أَئِمَّةَ الْهُدٰى يُهْتَدٰى بِكُمْ؛ فَأَدِرُّوْا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ حُقُوْقَهُمْ، وَلَا تَضْرِبُوْهُمْ فَتُذِلُّوْهُمْ، وَلَا تَحْمَدُوْهُمْ فَتَفْتِنُوْهُمْ، وَلَا تُغْلِقُوْا الْأَبْوَابَ دُوْنَهُمْ فَيَأْكُلَ قَوِيُّهُمْ ضَعِيْفَهُمْ، وَلَا تَسْتَأْثِرُوا عَلَيْهِمْ فَتَظْلِمُوْهُمْ، وَلَا تَجْهَلُوْا عَلَيْهِمْ، وَقَاتِلُوْا بِهِمُ الْكُفَّارَ طَاقَتَهُمْ؛ فَإِذَا رَأَيْتَهٗ بِهِمْ كَلَالَةً فَكُفُّوْا عَنْ ذٰلِكَ فَإِنَّ ذٰلِكَ أَبْلَغُ فِيْ جِهَادِ عَدُوِّكُمْ، أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي أُشْهِدُكُمْ عَلٰى أُمَرَاءِ الْأَمْصَارِ أَنِّي لَمْ أَبْعَثْهُمْ إِلَّا لِيُفَقِّهُوْا النَّاسَ فِيْ دِيْنِهِمْ وَيَقْسِمُوْا عَلَيْهِمْ فَيْأَهُمْ وَيَحْكُمُوْا بَيْنَهُمْ؛ فَإِنْ أَشْكَلَ عَلَيْهِمْ شَيْءٌ رَفَعُوْهُ إِلَيَّ قَالَ: وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: لَا يَصْلَحُ هٰذَا الْأَمْرُ إِلَّا بِشِدَّةٍ فِيْ غَيْرِ تَجَبُّرٍ، وَلِيْنٍ فِيْ غَيْرِ وَهَنٍ.

کتاب الخراج لابی یوسف: ص117، 118 فصل فی تقبیل السواد

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ دیا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اللہ رب العزت کی حمد و ثنا کی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی، پھر فرمایا:

کسی حقدار کو یہ حق حاصل نہیں کہ اللہ کی نافرمانی میں اس کی اطاعت کی جائے۔ میں اس مال کو تین شرائط کے مطابق استعمال کرنا درست سمجھتا ہوں:

1: اسے صحیح طریقے سے لیا جائے۔

2: صحیح طریقے پر خرچ کیا جائے۔

3: باطل طریقوں سے بچا جائے۔

میں نے خود کو اللہ کے مال میں یتیم کے ولی کی طرح نگران بنایا ہے۔ اگر میں اس سے بے نیاز ہو گیا تو لینا چھوڑ دوں گا اور اگر ضرورت مند ہوا تو بقدرِ ضرورت اس میں سے لوں گا۔

اگر کوئی کسی پر ظلم یا زیادتی کرے گا تو میں اسے نہیں چھوڑوں گا (یعنی بدلہ لوں گا) یہاں تک کہ میں اس کی ایک گال زمین پر اور دوسرے گال پر اپنا پاؤں رکھ کر کچل نہ دوں تا کہ وہ حق کے آگے سرِ تسلیم خم کر دے۔

لوگو! آپ کے مجھ پر کچھ حقوق ہیں۔ یہ حقوق آپ وصول کر لو، آپ کا مجھ پر حق ہے کہ میں آپ کے ٹیکس یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ تمہیں ملا اس میں سے جو کچھ بھی ہو اسے حق کے مطابق وصول کروں۔ آپ لوگوں کا مجھ پر یہ بھی حق ہے کہ جو خِراج میرے پاس آئے وہ حق کی جگہ پر خرچ ہو، میں آپ کے عطیات اور تنخواہوں میں مناسب اضافہ کروں اور آپ کی سرحدوں کی حفاظت کروں۔ میں آپ لوگوں کو خطرات میں نہ ڈالوں۔ سرحدوں پر روکے نہ رکھوں۔ آپ لوگوں میں ایک ایسا زمانہ آگیا ہے جس میں (صحیح معنوں میں) امین لوگ کم ہیں، ہاں قرآن پڑھنے والے زیادہ ہیں جبکہ سمجھنے والے کم ہیں۔ لوگوں کی خواہشات بڑھ گئی ہیں۔ ایسے لوگ ہیں جو کام آخرت والے کرتے ہیں لیکن اس کے ذریعے عظیم دنیا کے طلبگار ہیں۔ یہ ایسا معاملہ ہے جو دین کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔

سنو! آپ میں سے جس پر بھی ایسی صورت حال آئے اسے چاہیے کہ وہ اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے اور صبر سے کام لے۔ لوگو! اللہ نے اپنے حق کو مخلوق کے حقوق پر فضیلت دی ہے اور اس نے اپنے حق میں سے جس چیز کو زیادہ قابلِ تعظیم بنایا ہے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَ لَا يَأْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَ النَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (٨٠)﴾

کہ نہ وہ (نبی) تمہیں یہ حکم دے سکتا ہے کہ تم فرشتوں اور انبیاء کو خدا بناؤ، جب کہ تم مسلمان ہو چکے ہو۔ کیا وہ (نبی) تمہیں (ایمان) کے بعد کفر اختیار کرنے کا حکم دے گا؟ (ایسا نہیں ہو سکتا)

در حقیقت میں نے تمہیں (لوگوں پر) حکمران یا ظالم بنا کر نہیں بھیجا بلکہ میں نے آپ کو ہدایت کا امام بنا کر بھیجا ہے تا کہ آپ کے ذریعے لوگ ہدایت پر آ جائیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو ان کے حقوق دو، ان کو مار کر ذلیل نہ کرو اور ان کی تعریف بھی نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ تم انہیں فتنہ میں ڈال دو۔

اور ان کے لیے اپنے دروازے بند نہ کرو، ایسا نہ ہو کہ ان کے طاقتور لوگ ان کے کمزور لوگوں کو کھا جائیں

(غالب آجائیں)۔ خود کو ان پر ترجیح نہ دو۔ ایسا نہ ہو کہ ان پر ظلم کر بیٹھو، ان کے (حقوق) بارے میں غافل نہ رہو اور اپنی طاقت کے ذریعے کفار سے لڑو۔ اس لیے اگر تم دیکھو کہ لشکر اکتاہٹ کا شکار ہے تو قتال کرنے سے رک جاؤ۔ یہ تمہارے دشمن کے خلاف جہاد کا سب سے مؤثر طریقہ ہے۔

لوگو! میں تمہیں (ملکوں) کے امراء پر گواہ بناتا ہوں، میں نے انہیں اس لیے بھیجا ہے تاکہ لوگوں کو دین سمجھائیں اور ان کے درمیان مالِ غنیمت تقسیم کریں، ان کے (جھگڑوں کا) فیصلہ کریں۔ اگر ان کے لیے کوئی فیصلہ کرنا مشکل ہو رہا ہو تو میرے پاس لائیں۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: (خلافت کا) یہ معاملہ شدت و سختی کے بغیر نہیں چل سکتا لیکن اس شدت و سختی میں غرور تکبر نہ پایا جائے، اسی طرح یہ معاملہ نرمی کے بغیر بھی نہیں چل سکتا لیکن اس نرمی میں بھی بزدلی کا پہلو نہ ہو۔

سربراہ کا سادہ معیارِ زندگی:

سربراہ کے طرزِ زندگی کے اثرات رعایا پر پڑتے ہیں۔ اگر حکمران انصاف پسند، قناعت پسند اور سادگی پسند ہو تو عوام میں ظلم و تشدد، خواہش پرستی اور فیشن پرستی جنم نہیں لیتی جس کی وجہ سے معاشرہ سکون وراحت کی زندگی بسر کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ باوجودیکہ بہت بڑی سلطنت کے فرمانروا تھے لیکن مزاجاً سادگی اور قناعت پسندی کے خوگر تھے۔ ایسے واقعات کی مثالیں تاریخ میں بارہا دیکھی گئی ہیں۔

امام ابوالحسن عزالدین علی بن ابی الکرم محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت630ھ) لکھتے ہیں:

وَأَرْسَلَ أَبُوْ سَبْرَةَ وَفْدًا إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، فِيْهِمْ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ وَالْأَحْنَفُ بْنُ قَيْسٍ وَمَعَهُمُ الْهُرْمُزَانُ، فَقَدِمُوْا بِهِ الْمَدِيْنَةَ وَأَلْبَسُوْهُ كِسْوَتَهٗ مِنَ الدِّيْبَاجِ الَّذِي فِيْهِ الذَّهَبُ وَتَاجَهٗ، وَكَانَ مُكَلَّلًا بِالْيَاقُوْتِ، وَحِلْيَتَهٗ لِيَرَاهُ عُمَرُ وَالْمُسْلِمُوْنَ، فَطَلَبُوْا عُمَرَ فَلَمْ يَجِدُوْهُ، فَسَأَلُوْا عَنْهُ فَقِيْلَ: جَلَسَ فِي الْمَسْجِدِ لِوَفْدٍ مِنَ الْكُوفَةِ، فَوَجَدُوْهُ فِي الْمَسْجِدِ مُتَوَسِّدًا بُرْنُسَهٗ، وَكَانَ قَدْ لَبِسَهٗ لِلْوَفْدِ، فَلَمَّا قَامُوْا عَنْهُ تَوَسَّدَهٗ وَنَامَ، فَجَلَسُوْا دُوْنَهٗ وَهُوَ نَائِمٌ وَالدِّرَّةُ فِي يَدِهٖ، فَقَالَ الْهُرْمُزَانُ: أَيْنَ

عُمَرُ؟ قَالُوْا: هُوَ ذَا. فَقَالَ: أَيْنَ حَرَسُهُ وَحُجَّابُهُ؟ قَالُوْا: لَيْسَ لَهُ حَارِسٌ وَلَا حَاجِبٌ وَلَا كَاتِبٌ، قَالَ: فَيَنْبَغِي أَنْ يَكُوْنَ نَبِيًّا. قَالُوا: بَلْ يَعْمَلُ بِعَمَلِ الْأَنْبِيَاءِ.

فَاسْتَيْقَظَ عُمَرُ بِجَلَبَةِ النَّاسِ فَاسْتَوٰى جَالِسًا ثُمَّ نَظَرَ إِلَى الْهُرْمُزَانِ، فَقَالَ: الْهُرْمُزَانُ؟ قَالُوا: نَعَمْ. فَقَالَ: الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَذَلَّ بِالْإِسْلَامِ هٰذَا وَغَيْرَهُ أَشْبَاهَهُ! فَأَمَرَ بِنَزْعِ مَا عَلَيْهِ، فَنَزَعُوْهُ وَأَلْبَسُوْهُ ثَوْبًا صَفِيْقًا. فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: يَا هُرْمُزَانُ! كَيْفَ رَأَيْتَ عَاقِبَةَ الْغَدْرِ وَعَاقِبَةَ أَمْرِ اللّٰهِ؟ فَقَالَ: يَا عُمَرُ! إِنَّا وَإِيَّاكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ كَانَ اللّٰهُ قَدْ خَلّٰى بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ فَغَلَبْنَاكُمْ، فَلَمَّا كَانَ الْآنَ مَعَكُمْ غَلَبْتُمُوْنَا، ثُمَّ قَالَ لَهُ: مَا حُجَّتُكَ وَمَا عُذْرُكَ فِي انْتِقَاضِكَ مَرَّةً بَعْدَ أُخْرٰى؟ فَقَالَ: أَخَافُ أَنْ تَقْتُلَنِي قَبْلَ أَنْ أُخْبِرَكَ، قَالَ: لَا تَخَفْ ذٰلِكَ، وَاسْتَسْقٰى مَاءً فَأُتِيَ بِهِ فِي قَدَحٍ غَلِيْظٍ، فَقَالَ: لَوْ مِتُّ عَطَشًا لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ أَشْرَبَ فِي مِثْلِ هٰذَا، فَأُتِيَ بِهِ فِي إِنَاءٍ يَرْضَاهُ، قَالَ: إِنِّي أَخَافُ أَنْ أُقْتَلَ وَأَنَا أَشْرَبُ، فَقَالَ عُمَرُ: لَا بَأْسَ عَلَيْكَ حَتّٰى تَشْرَبَهُ، فَأَكْفَأَهُ، فَقَالَ عُمَرُ: أَعِيْدُوْا عَلَيْهِ وَلَا تَجْمَعُوْا عَلَيْهِ بَيْنَ الْقَتْلِ وَالْعَطَشِ، فَقَالَ: لَا حَاجَةَ لِي فِي الْمَاءِ، إِنَّمَا أَرَدْتُ أَنْ أَسْتَأْمِنَ بِهِ، فَقَالَ عُمَرُ لَهُ: إِنِّي قَاتِلُكَ. فَقَالَ: قَدْ اٰمَنْتَنِي فَقَالَ: كَذَبْتَ. قَالَ أَنَسٌ: صَدَقَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! قَدْ اٰمَنْتَهُ، قَالَ عُمَرُ: يَا أَنَسُ! أَنَا أُؤَمِّنُ قَاتِلَ مَجْزَأَةَ بْنِ ثَوْرٍ وَالْبَرَاءِ بْنِ مَالِكٍ! وَاللّٰهِ لَتَأْتِيَنَّ بِمَخْرَجٍ أَوْ لَأُعَاقِبَنَّكَ، قَالَ: قُلْتَ لَهُ: لَا بَأْسَ عَلَيْكَ حَتّٰى تُخْبِرَنِي وَلَا بَأْسَ عَلَيْكَ حَتّٰى تَشْرَبَهُ، وَقَالَ لَهُ مَنْ حَوْلَهُ مِثْلَ ذٰلِكَ فَأَقْبَلَ عَلَى الْهُرْمُزَانِ وَقَالَ: خَدَعْتَنِي، وَاللّٰهِ لَا أَنْخَدِعُ إِلَّا أَنْ تُسْلِمَ، فَأَسْلَمَ، فَفَرَضَ لَهُ فِي أَلْفَيْنِ وَأَنْزَلَهُ الْمَدِيْنَةَ، وَكَانَ الْمُتَرْجِمُ بَيْنَهُمَا الْمُغِيْرَةَ بْنَ شُعْبَةَ، وَكَانَ يَفْقَهُ شَيْئًا مِنَ الْفَارِسِيَّةِ، إِلٰى أَنْ جَاءَ الْمُتَرْجِمُ.

الکامل فی التاریخ لابن الاثیر: ج2 ص548، 549 ثم دخلت سنة سبع عشرة

ترجمہ: ابو سبرہ نے ایک وفد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا جس میں انس بن مالک اور احنف بن قیس شامل تھے۔ ان کے ساتھ ہرمزان کو بھی بھیجا۔ یہ وفد ہرمزان کو اپنے ساتھ مدینہ لایا۔ انہوں نے اسے دیباج کا لباس پہنایا جس میں سونے کی کاریگری کی گئی تھی، اور یاقوت جڑا ہوا تاج اس کے سر پر رکھا۔ یہ سب کچھ اس لیے کیا گیا تاکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر مسلمان اسے دیکھ سکیں۔

جب مدینہ پہنچے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تلاش کی گئی، مگر وہ نہیں ملے۔ لوگوں سے دریافت کیا گیا، تو

کسی نے بتایا کہ وہ مسجد میں بیٹھے کوفہ سے آئے وفد سے ملاقات کر رہے ہیں۔ لوگ جب مسجد پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وہاں پایا کہ وہ اپنی چادر کو تکیہ بنا کر لیٹے ہوئے تھے جو آپ ایسے مواقع پر زیبِ تن فرمایا کرتے تھے۔ جب وفد اُٹھ کر چلا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُسی چادر کو تکیہ بنایا اور سو گئے۔ لوگ ان کے پاس آ کر بیٹھ گئے جبکہ وہ سوئے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھ میں درہ (چابک) تھا۔ یہ منظر دیکھ کر یہ لوگ کچھ فاصلے پر بیٹھ گئے۔

ہرمزان نے دریافت کیا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ جواب ملا: یہی عمر ہیں۔ اس نے حیرت سے پوچھا: ان کے دربان اور محافظ کہاں ہیں؟ بتایا گیا کہ نہ ان کا کوئی دربان ہے، نہ کوئی چوکیدار اور نہ ہی کوئی کاتب۔ ہرمزان نے کہا: ایسے شخص کو تو نبی ہونا چاہیے تھا۔ لوگوں نے وضاحت کی کہ آپ رضی اللہ عنہ نبی تو نہیں لیکن انبیاء علیہم السلام کے طریقے پر چلنے والے ہیں۔

کچھ دیر بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے اور سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ ہرمزان کی طرف نظر کر کے دریافت فرمایا: یہ ہرمزان ہے؟ حاضرین نے تصدیق کی تو فرمایا: "تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ایسے لوگوں کو اسلام کے ذریعے ذلیل و رسوا کیا۔" پھر حکم دیا کہ اس کا لباس اتار کر سادہ اور موٹے کپڑے پہنائے جائیں۔

پھر اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: "اللہ کے حکم سے انکار اور غداری کا انجام کیا سمجھتے ہو؟" ہرمزان بولا: "اے عمر! تم اور ہم دونوں نے زمانۂ جاہلیت دیکھا ہے۔ اُس وقت اللہ نے ہمیں مہلت دے رکھی تھی، اسی لیے ہم تم پر غالب تھے، اب اللہ تمہارے ساتھ ہے، اس لیے تم ہمیں زیر کر رہے ہو۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اس وقت تم اس لیے غالب تھے کہ تم متحد تھے، اور ہم منتشر تھے۔" پھر پوچھا: "ایک بار معاہدہ توڑنے کے بعد دوبارہ ایسا کرنے کا تمہارے پاس کیا عذر ہے؟" ہرمزان نے اندیشہ ظاہر کیا کہ شاید بیان کرنے سے پہلے ہی قتل کر دیا جاؤں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تسلی دی کہ اسے کوئی خطرہ نہیں۔

پھر اس نے پانی مانگا، تو ایک موٹے (عام) پیالے میں پانی لایا گیا۔ ہرمزان نے کہا: "اگر میں پیاس سے مر بھی جاؤں، تب بھی اس جیسے برتن سے نہیں پی سکتا۔" پھر اسے ایسے برتن میں پانی دیا گیا جو اسے پسند تھا۔

اس نے خدشہ ظاہر کیا کہ کہیں پینے کے دوران قتل نہ کر دیا جاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یقین دہانی کرائی کہ جب تک پانی نہ پیئے، کچھ نہیں کہا جائے گا۔ ہرمزان نے پیالہ الٹا کر پانی گرا دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسے دوبارہ پانی دو، اسے پیاس کی حالت میں قتل نہ کیا جائے۔ ہرمزان بولا: "مجھے پانی کی حاجت نہیں تھی، میرا مقصد امان حاصل کرنا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں ضرور قتل کروں گا۔ ہرمزان نے کہا: آپ نے تو مجھے امان دے دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم جھوٹ بول رہے ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المؤمنین! یہ سچ کہہ رہا ہے، آپ نے واقعی اُسے امان دے دی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے انس! میں مجزاۃ بن ثور اور براء بن مالک کے قاتل کو امان دے دوں؟! خدا کی قسم! تمہیں ضرور کوئی دلیل (جواز) پیش کرنی ہوگی، ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ نے خود فرمایا تھا کہ "تمہیں کچھ نہیں ہوگا جب تک تم مجھے بتا نہ دو" اور "تمہیں کچھ نہیں ہوگا جب تک تم پانی نہ پی لو"۔ آپ کے ارد گرد موجود دوسرے لوگوں نے بھی یہی بات کہی۔

تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہرمزان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: تم نے مجھے دھوکہ دیا! خدا کی قسم! اب میں دوبارہ دھوکہ نہ کھاؤں گا، اِلّا یہ کہ تم مسلمان ہو جاؤ۔

تو ہرمزان مسلمان ہو گیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے بیت المال سے دو ہزار (درہم) مقرر کیے، اور اسے مدینہ میں ٹھہرایا۔ اس موقع پر ان دونوں کے درمیان ترجمان حضرت مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تھے، جو کچھ فارسی جانتے تھے، یہاں تک کہ باقاعدہ ترجمان آ گیا۔

امورِ خلافت میں اصحابِ رسول سے معاونت:

قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب الانصاری رحمہ اللہ (ت 182ھ) نقل کرتے ہیں:

عَن أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ دَعَا أَصْحَابَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: إِذَا لَمْ تُعِينُوْنِي فَمَنْ يُعِيْنُنِي؟ قَالُوْا: نَحْنُ نُعِيْنُكَ.

کتاب الخراج لابی یوسف: ص114 فصل فی تقبیل السواد

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے فرمایا: اگر آپ لوگ (امورِ خلافت میں) میری معاونت نہیں کرو گے تو پھر کون میری معاونت کرے گا؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جواب دیا: ہم ہی آپ کی معاونت کریں گے۔

احساسِ ذمہ داری اور جفاکشی:

امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الطبری رحمہ اللہ (ت 310ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي بَكْرٍ الْعَبْسِيِّ، قَالَ: دَخَلْتُ حَيْرَ الصَّدَقَةِ مَعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ وَعَلِيِّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، قَالَ: فَجَلَسَ عُثْمَانُ فِي الظِّلِّ يَكْتُبُ، وَقَامَ عَلِيٌّ رَاسَهُ يُمِلُّ عَلَيْهِ مَا يَقُوْلُ عُمَرُ، وَعُمَرُ فِي الشَّمْسِ قَائِمٌ فِي يَوْمٍ حَارٍّ شَدِيْدِ الْحَرِّ، عَلَيْهِ بُرْدَانِ أَسْوَدَانِ، مُتَّزِرًا بِوَاحِدٍ، وَقَدْ لَفَّ عَلٰى رَأْسِهٖ اٰخَرَ، يَعُدُّ إِبِلَ الصَّدَقَةِ، يَكْتُبُ أَلْوَانَهَا وَأَسْنَانَهَا، فَقَالَ عَلِيٌّ لِعُثْمَانَ وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: نَعْتَ بِنْتِ شُعَيْبٍ فِي كِتَابِ اللّٰهِ: يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِيْنُ، ثُمَّ أَشَارَ عَلِيٌّ بِيَدِهٖ إِلٰى عُمَرَ، فَقَالَ: "هٰذَا الْقَوِيُّ الْأَمِيْنُ".

تاریخ الطبری: ج4 ص201 ذکر بعض سیرہ[عمر رضی اللہ عنہ]

ترجمہ: حضرت ابو بکر العبسی سے مروی ہے کہ میں حضرت عمر اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے ساتھ صدقہ کے باغ میں داخل ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سائے میں بیٹھ کر لکھ رہے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے سر کے جانب وہ چیزیں لکھوا رہے تھے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرما رہے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ شدید گرمی کے موسم میں دھوپ میں کھڑے تھے۔ آپ پر دو سیاہ رنگ کی چادریں تھیں۔ ایک چادر آپ نے جسم پر تہبند کی طرح اور دوسری سر پر لپیٹی ہوئی تھی اور صدقہ کے اونٹ شمار کر رہے تھے، ان کے رنگ اور ان کی عمریں لکھ رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا، اور میں نے خود اُن کے منہ سے یہ بات سنی: کتاب اللہ میں حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹی کا بیان ہے: ابو جان! آپ ان کو اجرت پر کوئی کام دے دیجئے، آپ کسی سے اجرت پر کام لیں تو اس کے لیے بہترین شخص وہ ہے جو طاقتور بھی ہو، امانت دار بھی ہو۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: یہی قوی اور امین آدمی ہیں۔

قضائے صالحین کو علمی ماخذ قرار دینا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قانون کے علمی ماخذ کے طور پر قرآن و سنت کے بعد قضائے صالحین کو درجہ دیا۔

امام ابوعبد الرحمٰن احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ (ت 303ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ شُرَيْحٍ أَنَّهُ كَتَبَ إِلٰى عُمَرَ يَسْأَلُهُ فَكَتَبَ إِلَيْهِ أَنِ اقْضِ بِمَا فِي كِتَابِ اللهِ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللهِ فَبِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللهِ وَلَا فِي سُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاقْضِ بِمَا قَضٰى بِهِ الصَّالِحُوْنَ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ فِي كِتَابِ اللهِ وَلَا فِي سُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَقْضِ بِهِ الصَّالِحُوْنَ فَإِنْ شِئْتَ فَتَقَدَّمْ وَإِنْ شِئْتَ فَتَأَخَّرْ وَلَا أَرَى التَّأَخُّرَ إِلَّا خَيْرًا لَكَ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ.

سنن النسائی: رقم الحدیث 5401

ترجمہ: حضرت شریح رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک مسئلہ دریافت کرنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خط کے جواب میں لکھا: اللہ کی کتاب (قرآن کریم) کے مطابق فیصلہ کرو۔ اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ہو تو اس کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق کرو۔ اگر وہ مسئلہ (تمہاری تحقیق کے مطابق) کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مذکور نہ ہو تو پھر سلف صالحین کے فیصلے کے مطابق اس کا فیصلہ کرو، اور اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قضائے صالحین سے (صراحتاً) منقول نہ ہو تو اب تمہیں اختیار ہے کہ چاہو تو آگے بڑھتے ہوئے (اجتہاد کر کے) فیصلہ کرو اور اگر چاہو تو پیچھے ہٹ جاؤ (یعنی اس میں خاموشی مناسب سمجھو تو خاموشی اختیار کر لو) اور میرے خیال میں (بعض ایسے معاملات میں کہ جہاں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قضائے صالحین صراحتاً منقول نہ ہوں وہاں) آپ کے لیے خاموشی ہی بہتر ہے۔ والسلام علیکم۔

فائدہ: اس سے ہمیں قرآن و سنت کے بعد صالحین یعنی دین کے ماہرین کے فیصلوں پر عمل کرنے کا درس ملتا ہے۔

افتاء وقضاء میں مشاورت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلند پایہ علمی مقام کے مالک تھے لیکن اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ افتاء اور قضاء کے معاملات میں اپنے چھوٹوں سے مشورہ لیا کرتے تھے۔

چنانچہ امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی رحمہ اللہ (ت 458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي أَشْيَاخٌ مِنَّا قَالُوا: جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! إِنِّي غِبْتُ عَنِ امْرَأَتِي سَنَتَيْنِ فَجِئْتُ وَهِيَ حُبْلٰى فَشَاوَرَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نَاسًا فِي رَجْمِهَا فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! إِنْ كَانَ لَكَ عَلَيْهَا سَبِيْلٌ فَلَيْسَ لَكَ عَلٰى مَا فِي بَطْنِهَا سَبِيْلٌ، فَاتْرُكْهَا حَتّٰى تَضَعَ فَتَرَكَهَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا قَدْ خَرَجَتْ ثَنَايَاهُ فَعَرَفَ الرَّجُلُ الشَّبَهَ فِيْهِ فَقَالَ: ابْنِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ. فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: عَجَزَتِ النِّسَاءُ أَنْ يَلِدْنَ مِثْلَ مُعَاذٍ لَوْلَا مُعَاذٌ لَهَلَكَ عُمَرُ.

السنن الکبریٰ للبیہقی: ج7 ص443 رقم الحدیث 15966

ترجمہ: حضرت ابو سفیان کہتے ہیں کہ مجھے میرے مشائخ نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! میں اپنی اہلیہ سے دو سال غائب رہا ہوں اور جب واپس آیا ہوں تو وہ حاملہ ہے (اس وجہ سے میری اہلیہ شرعی سزا کی مستحق قرار پاتی ہے)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کے رجم کے بارے میں مشورہ کیا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: امیر المؤمنین! آپ کو عورت کے رجم کرنے کا تو حق ہے لیکن اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس پر آپ کو اختیار حاصل نہیں، وہ بے گناہ ہے۔ لہذا اس حکم کو بچے کی ولادت تک مؤخر کر دیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بچے کی ولادت تک مؤخر کر دیا۔ پھر اس خاتون نے ایک بچے کو جنم دیا جس کے سامنے کے دانت نکل چکے تھے (یعنی وہ بچہ کچھ بڑا ہو چکا تھا)۔ اس شخص نے اس بچے میں اپنی مشابہت پائی اور کہنے لگا: رب کعبہ کی قسم! یہ بچہ میرا ہی ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورتیں اب معاذ بن جبل جیسا شخص پیدا کرنے سے عاجز ہو چکی ہیں، اگر معاذ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

صلاح الدین خلیل بن ایبک بن عبد اللہ الصفدی رحمہ اللہ (ت764ھ) نقل کرتے ہیں:

وَعَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: كَانَ عُمَرُ يتَعَوَّذُ مِنْ قَضِيَّةٍ مُعْضَلَةٍ لَيْسَ لَهَا أَبُوْ حَسَنٍ وَقَالَ فِي الْمَجْنُوْنَةِ الَّتِيْ أَمَرَ بِرَجْمِهَا وَفِي الَّتِيْ وَضَعَتْ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ فَأَرَادَ عُمَرُ رَجْمَهَا فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: إِنَّ اللهَ يَقُوْلُ ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُوْنَ شَهْرًا﴾ ..... وَقَالَ لَهُ: إِنَّ اللهَ رَفَعَ الْقَلَمَ عَنِ الْمَجْنُوْنِ الْحَدِيْثَ وَكَانَ عُمَرُ يَقُوْلُ: لَوْلَا عَلِيٌّ هَلَكَ عُمَرُ.

الوافی بالوفیات: ج21 ص179 تحت العنوان علی بن عبد الملک

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس بات سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے کہ کوئی ایسی پیچیدہ (فقہی) مقدمہ میرے سامنے آ جائے جس کا (حل بتانے والا) ابو الحسن (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) موجود نہ ہو، اور یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس مجنون عورت کے بارے میں کہی تھی جس کے بارے میں انہوں نے سنگسار کرنے کا حکم دے دیا تھا اور اُس عورت کے بارے میں بھی کہ جو چھ ماہ بعد بچہ لے آئی تھی۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بھی رجم کرنے کا ارادہ کیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اور اس کا حمل اور دودھ چھڑانا ملا کر تیس مہینے ہے"۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی کہا: "اللہ نے مجنون سے قلم اٹھالیا ہے" (یعنی وہ شریعت کے مکلف نہیں، یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے: "اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔"

فائدہ: یہ الفاظ آپ رضی اللہ عنہ کے کمالِ دیانت، انصاف پسندی، بلندیِ اخلاق کی علامت ہیں۔ باوجودیکہ آپ رضی اللہ عنہ بڑے تھے لیکن چھوٹوں کی جو بات درست نظر آئی اسے قبول فرمایا۔ اس میں ہمارے لیے یہ سبق ہے کہ ہم بھی چھوٹوں کی آراء کو اہمیت دیں، اگر وہ زیادہ بہتر ہوں تو انہیں قبول کریں۔ اس سے ہمیں دیانت و انصاف پسندی کا درس ملتا ہے۔

خواتین کی علمی رائے کا احترام:

اسلام میں خواتین کو بہت بلند مقام حاصل ہے اور خواتین میں سب سے اہم عنصر حیا اور تقدس کا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی عزت اور حقوق کو محفوظ کرنے کے لیے حجاب کو لازمی سمجھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی رائے کی

موافقت میں قرآن کریم نازل فرما کر حجاب کو ضروری قرار دیا۔ خواتین کے لیے رائے کی آزادی بھی حقوقِ نسواں کے ذیل میں آتی ہے۔

امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامۃ بن عبد الملک بن سلمۃ الازدی الطحاوی رحمہ اللہ (ت 321ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الشَّعْبِيِّ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: خَطَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فِي النَّاسِ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ: لَا تُغَالُوْا فِي صُدُقِ النِّسَاءِ فَإِنَّهُ لَا يَبْلُغْنِي عَنْ أَحَدٍ سَاقَ أَكْثَرَ مِنْ شَيْءٍ سَاقَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ سِيقَ إِلَيْهِ إِلَّا جَعَلْتُ فَضْلَ ذٰلِكَ فِيْ بَيْتِ الْمَالِ ثُمَّ نَزَلَ فَعَرَضَتْ لَهُ امْرَأَةٌ مِنْ قُرَيْشٍ فَقَالَتْ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! كِتَابُ اللهِ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَوْ قَوْلُكَ؟ قَالَ: بَلْ كِتَابُ اللهِ بِمَ ذَاكَ؟ فَقَالَتْ: إِنَّكَ نَهَيْتَ النَّاسَ آنِفًا أَنْ يُغَالُوْا فِي صُدُقِ النِّسَاءِ وَاللهُ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ فِي كِتَابِهِ: ﴿وَاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَأْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا﴾ فَقَالَ عُمَرُ: كُلُّ أَحَدٍ أَفْقَهُ مِنْ عُمَرَ، مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا، ثُمَّ رَجَعَ إِلَى الْمِنْبَرِ فَقَالَ لِلنَّاسِ: إِنِّيْ كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ أَنْ تُغَالُوْا فِيْ صُدُقِ النِّسَاءِ فَلْيَفْعَلْ رَجُلٌ فِي مَالِهِ مَا شَاءَ.

شرح مشکل الآثار للطحاوی: ج13 ص57 رقم الحدیث 5059

ترجمہ: امام شعبی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو شرعی احکام سمجھانے کے لیے خطبہ دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: عورتوں کے مہنگے مہنگے حق مہر مقرر نہ کرو۔ کیونکہ اگر مجھے معلوم ہوا کہ کسی نے اپنی بیوی کو اس سے زیادہ مہر دیا ہے جتنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی بیویوں کو) دیا، یا جتنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کے نکاح میں مقرر کیا گیا تھا، تو میں اس اضافے کو لے کر بیت المال میں جمع کر دوں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ منبر سے اترے، باہر تشریف لائے تو ایک قریشی خاتون نے آپ سے کہا: امیر المؤمنین! اللہ کی کتاب قرآن مجید زیادہ لائقِ اتباع ہے یا آپ کی بات؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی کتاب زیادہ لائق اتباع ہے۔ (لیکن آپ یہ سوال کیوں پوچھ رہی ہیں؟) اس قریشی خاتون نے جواب دیا: آپ نے ابھی لوگوں کو مہنگے حق مہر دینے سے منع کیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ تو اپنی کتاب قرآن میں فرماتے ہیں: "اگر تم نے اپنی

بیوں میں سے کسی ایک کو ڈھیر سارا مہر دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خاتون کی بات سن کر دو یا تین بار یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ ہر شخص عمر سے زیادہ سمجھدار ہے۔ اس کے بعد دوبارہ منبر پر تشریف لے گئے اور لوگوں سے فرمایا: میں نے تمہیں مہنگے حق مہر مقرر کرنے سے روکا تھا۔ اب میں کہتا ہوں کہ مرد کو اپنے مال کو (حق مہر کے طور پر) خرچ کرنے کا مکمل اختیار ہے۔

فائدہ: اس سے ہمیں حجاب، آزادیِ اظہارِ رائے اور خواتین کی سماجی عزت واحترام کا درس ملتا ہے۔

فائدہ: ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے بارہ اوقیہ چاندی کے پانچ سو درہم بنتے ہیں۔ آج کل کے اعشاری نظام کے مطابق پانچ سو درہم کی مقدار ایک کلو گرام، پانچ سو تیس گرام اور نو ملی گرام چاندی بنتی ہے۔

اشکال:

قرآن کریم کا بیان کردہ مسئلہ تو بالکل واضح تھا کہ عورت کو ایک بھاری رقم بھی مہر میں دی جا سکتی ہے تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بڑی رقم بطورِ مہر مقرر کرنے سے کیوں روکا؟ نیز آخر میں اس عورت کی بات ماننے سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت کو قرآن فہمی کا حصہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ عطا ہوا تھا اور یہ کہ بھاری بھر کم مہر مقرر کرنا اب بلا کراہت درست ہے۔

جواب:

[1]: حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بھی یہ قرآنی حکم واضح تھا لیکن آپ رضی اللہ عنہ کا روکنا عملِ رسول کی وجہ سے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنا مہر اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو دیا ہے اس سے زیادہ مقدار نہ دی جائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مہر زیادہ مقرر کر لینے کے بعد جب ادائیگی کا وقت آتا ہے تو دشواریاں پیش آتی ہیں اور خاوند بیوی میں دشمنی کی فضا قائم ہو جاتی ہے۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ رحمہ اللہ (ت 273ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي الْعَجْفَاءِ السُّلَمِيِّ، قَالَ: قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: لَا تُغَالُوا صَدَاقَ النِّسَاءِ، فَإِنَّهَا لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيَا، أَوْ تَقْوًى عِنْدَ اللهِ، كَانَ أَوْلَاكُمْ وَأَحَقَّكُمْ بِهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا

أَصْدَقَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِ، وَلَا أُصْدِقَتْ امْرَأَةٌ مِنْ بَنَاتِهِ أَكْثَرَ مِنْ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ أُوقِيَّةً، وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيُثَقِّلُ صَدَقَةَ امْرَأَتِهِ حَتَّى يَكُونَ لَهَا عَدَاوَةٌ فِي نَفْسِهِ.

سنن ابن ماجۃ: رقم الحدیث 1887

ترجمہ: حضرت ابو العجفاء سلمی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورتوں کے مہر بھاری مقرر نہ کرو۔ اس لیے کہ بھاری مہر مقرر کرنا اگر دنیا میں باعثِ عزت ہوتا یا اللہ تعالیٰ کے ہاں تقویٰ کی چیز ہوتی تو اس کے زیادہ حقدار اور عمل کے لائق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بیوی اور کسی بیٹی کا مہر بارہ اوقیہ سے زیادہ مقرر نہیں فرمایا۔ نیز آدمی اپنی بیوی کے بھاری مہر کی وجہ بوجھل رہتا ہے یہاں تک کہ یہی مہر اس کے دل میں بیوی سے دشمنی کا سبب بن جاتا ہے۔

[2]: مہر کم مقرر کرنا باعثِ برکت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کم مہر کے تقرر کی رائے دینا بھی اسی برکت کے حصول کے لیے تھا۔ کم مہر کے باعثِ برکت ہونے پر اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث مبارک مروی ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم رحمہ اللہ (ت 405ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَعْظَمُ النِّسَاءِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُنَّ صَدَاقًا.

المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ج2 ص532 رقم الحدیث 2786

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے زیادہ بابرکت عورت وہ ہے جس کا مہر آسانی والا ہو (یعنی جس کی مقدار کم ہونے کی وجہ سے ادائیگی آسان ہو)۔

[3]: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عورت کی بات کو مان لینا اس لیے نہیں تھا کہ اس عورت کو آپ رضی اللہ عنہ سے زیادہ قرآن کا فہم حاصل تھا بلکہ اصل بات یہ تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ اگر زیادہ مہر نہ کرنے کی رائے پر عمل کر لیا گیا تو آگے چل کر کہیں زیادہ مہر کے تقرر کو لوگ حرام ہی نہ سمجھنے لگ جائیں۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بھاری بھر کم مہر مقرر کر دینے میں دشواریوں اور عداوت والے اندیشوں کی کراہت بھی باقی نہ رہے بلکہ

یہ کراہت بہر حال اب بھی قائم رہتی ہے۔

بیت المال کے منظّم نظام کی بنیاد:

امام احمد بن یحییٰ بن جابر بن داوٗد البلاذُری رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ جُبَيْرِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ بْنِ نَقِيْذٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اسْتَشَارَ الْمُسْلِمِيْنَ فِي تَدْوِيْنِ الدِّيْوَانِ ... وَقَالَ عُثْمَانُ: أَرٰى مَالًا كَثِيْرًا يَسَعُ النَّاسَ وَإِنْ لَّمْ يُحْصَوْا حَتّٰى يُعْرَفَ مَنْ أَخَذَ مِمَّنْ لَمْ يَأْخُذْ حَسِبْتُ أَنْ يَّنْتَشِرَ الْأَمْرُ.

فتوح البلدان للبلاذُری: ص 267 العطاء فی خلافۃ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

ترجمہ: حضرت جُبَیر بن الحویرث بن نقید رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے بیت المال کی ریکارڈ بندی کے متعلق مشورہ لیا۔ (اس موقع پر) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی رائے یہ پیش کی کہ مجھے (آنے والے وقت میں یوں) نظر آرہا ہے کہ مال بہت آئے گا جو لوگوں کے لیے کافی وافی ہو گا۔ (ابھی سے یہ ترتیب بنانا ضروری ہے کہ ریکارڈ جمع کیا جائے اور) اگر لوگوں کا ریکارڈ نہ رکھا گیا کہ کس نے لیا ہے اور کس نے نہیں لیا تو مجھے اندیشہ ہے کہ آنے والے وقت میں یہ معاملہ انتشار کا شکار ہو گا (یعنی مشکل پیش آئے گی)۔

بیت المال سے اپنی ضرورت کے لیے وظیفہ کا اجراء:

امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البغدادی رحمہ اللہ (ت 230ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَيُّوْبَ بْنِ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: مَكَثَ عُمَرُ زَمَانًا لَا يَأْكُلُ مِنَ الْمَالِ شَيْئًا حَتّٰى دَخَلَتْ عَلَيْهِ فِي ذٰلِكَ خَصَاصَةٌ. وَأَرْسَلَ إِلٰى أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَشَارَهُمْ فَقَالَ: قَدْ شَغَلْتُ نَفْسِي فِي هٰذَا الْأَمْرِ فَمَا يَصْلُحُ لِي مِنْهُ؟ فَقَالَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ: كُلْ وَأَطْعِمْ.

الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج 3 ص 233 ذکر استخلاف عمر رضی اللہ عنہ

ترجمہ: حضرت ایوب بن ابی امامہ بن سہل بن حُنیف رحمہ اللہ اپنے والد حضرت ابو امامہ بن سہل بن حُنیف رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (منصبِ خلافت سنبھالنے کے بعد) کافی عرصہ تک بیت المال

سے کچھ نہیں لیتے تھے۔ (ریاستی امور میں مشغولیت کے باعث کاروبار وغیرہ کر کے کمانا مشکل تھا) اس لیے نوبت تنگ دستی تک آ پہنچی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پیغام بھیجا (کہ ایک اہم معاملے میں مشورہ کرنا ہے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمع ہو گئے تو) آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے مشورہ لیا کہ میں امورِ ریاست میں مشغول ہوں، کیا بیت المال سے میرے لیے بقدر ضرورت مال لینے کی گنجائش ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کھائیے اور کھلائیے!

فائدہ: معلوم ہوا کہ دینی امور میں اپنی خدمات کو جاری رکھنے کے لیے اجرت بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت بوجہ حبس الوقت بصورتِ حق الخدمت لی جا سکتی ہے۔

معلمینِ قرآن کی باقاعدہ تنخواہ کا اجزاء:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قرآن کریم پڑھانے والے معلمین اور قاری صاحبان کی باقاعدہ تنخواہیں جاری فرمائیں۔

چنانچہ امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی رحمہ اللہ (ت 458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الْوَضِيْنِ بْنِ عَطَاءٍ قَالَ: ثَلَاثَةٌ مُعَلِّمُوْنَ كَانُوْا بِالْمَدِيْنَةِ يُعَلِّمُوْنَ الصِّبْيَانَ وَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَرْزُقُ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ خَمْسَةَ عَشَرَ دِرْهَمًا كُلَّ شَهْرٍ.

السنن الکبریٰ للبیہقی: ج6 ص124 رقم الحدیث 12013

ترجمہ: وضین بن عطاء رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مدینہ منورہ میں تین معلم تھے جو بچوں کو پڑھاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان میں سے ہر ایک کو پندرہ درہم ماہانہ وظیفہ دیا کرتے تھے۔

اسلامی تقویم کی بنیاد:

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ الصَّحَابَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ فِي سَنَةِ سِتَّ عَشَرَةَ وَقِيلَ: سَنَةِ سَبْعَ عَشَرَةَ أَوْ ثَمَانِيَ عَشَرَةَ فِي الدَّوْلَةِ الْعُمَرِيَّةِ عَلٰى جَعْلِ ابْتِدَاءِ التَّأْرِيْخِ الْإِسْلَامِيِّ مِنْ سَنَةِ الْهِجْرَةِ، وَذٰلِكَ أَنَّ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، رُفِعَ إِلَيْهِ صَكٌّ أَيْ حُجَّةٌ، لِرَجُلٍ عَلٰى اٰخَرَ وَفِيهِ أَنَّهُ يَحِلُّ عَلَيْهِ فِي شَعْبَانَ. فَقَالَ

عُمَرُ: أَيُّ شَعْبَانَ؟ أَشَعْبَانُ هٰذِهِ السَّنَةِ الَّتِي نَحْنُ فِيهَا أَوِ السَّنَةِ الْمَاضِيَةِ أَوِ الْاٰتِيَةِ؟ ثُمَّ جَمَعَ الصَّحَابَةَ فَاسْتَشَارَهُمْ فِي وَضْعِ تَأْرِيخٍ.

البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج2 ص220 وقائع السنۃ الاولی من الھجرۃ

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں سن 16، سن 17 یا سن 18 ہجری (علی اختلاف الاقوال) میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ اسلامی تاریخ کی ابتداء سنِ ہجرت سے کی جائے۔ اس کی وجہ یہ بنی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک دستاویز پیش کی گئی جو ایک شخص کی دوسرے شخص؛ مقروض کے خلاف تھی جس میں مذکور تھا کہ (قرض کی) یہ رقم شعبان میں واجب الاداء ہو گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کہ کون سا شعبان؟ موجودہ سال کا؟ سال گزشتہ یا آئندہ سال کا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے تاریخ مقرر کرنے کے بارے میں مشاورت فرمائی۔

اس موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی چند آراء درج ذیل تھیں:

1. سن ولادت نبوی 2. سن بعثت نبوی 3. سن ہجرت نبوی 4. سن وفات نبوی

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) فرماتے ہیں:

وَأَشَارَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَاٰخَرُونَ أَنْ يُؤَرَّخَ مِنْ هِجْرَتِهٖ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِيْنَةِ لِظُهُوْرِهٖ لِكُلِّ أَحَدٍ فَإِنَّهٗ أَظْهَرُ مِنَ الْمَوْلِدِ وَالْمَبْعَثِ. فَاسْتَحْسَنَ ذٰلِكَ عُمَرُ وَالصَّحَابَةُ. فَأَمَرَ عُمَرُ أَنْ يُؤَرَّخَ مِنْ هِجْرَةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص80 فتح قرقیسیاء وھیت فی ھذہ السنۃ

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مشورہ دیا کہ تاریخ کی ابتداء ہجرت والے سال سے شروع کی جائے۔ کیونکہ ہجرت کا واقعہ سب کے سامنے ظاہر ہے۔ مزید یہ کہ ولادت، بعثت اور وفات کی بہ نسبت ہجرت زیادہ مشہور ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس رائے کو سراہا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم جاری کیا کہ تاریخ اسلامی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ ہجرت سے شروع کیا جائے۔

اس کے بعد سال کا آغاز کس مہینے سے کیا جائے ؟اس میں بھی درج ذیل آراء سامنے آئیں:

1. محرم 2. ربیع الاول 3. رجب 4. رمضان

حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت 852ھ) فرماتے ہیں:

فَقَالَ عُثْمَانُ: أَرِّخُوا الْمُحَرَّمَ فَإِنَّهُ شَهْرٌ حَرَامٌ وَهُوَ أَوَّلُ السَّنَةِ وَمُنْصَرَفُ النَّاسِ مِنَ الْحَجِّ، قَالَ: وَكَانَ ذٰلِكَ سَنَةَ سَبْعَ عَشْرَةَ وَقِيْلَ: سَنَةَ سِتَّ عَشْرَةَ فِي رَبِيْعِ الْأَوَّلِ.

فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج7 ص169 باب التاریخ من این اَرَّخوا التاریخ؟

ترجمہ: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: محرم سے تاریخ کی ابتداء کی جائے کیونکہ محرم ان مہینوں میں سے ایک ہے جو قابلِ احترام ہیں، اور (عرب دستور کے مطابق) سال کا ابتدائی مہینہ ہے۔ اس مہینے میں لوگ حج سے (واپس اپنے گھروں کو) لوٹ چکے ہوتے ہیں۔ یہ 17 یا 16 ہجری کی بات ہے (جب یہ مشورہ ہو رہا تھا تو اس وقت) مہینہ ربیع الاوّل کا تھا۔

فائدہ: یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اصحابِ سیر نے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ ہجرت ربیع الاول میں فرمائی لیکن اس کا ارادہ محرم سے فرمالیا تھا۔ گویا ہجرت کا منصوبہ محرم میں تشکیل پایا گیا۔

عُمّال کی تربیت اور سرزنش:

امام قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب الانصاری رحمہ اللہ (ت 182ھ) نقل کرتے ہیں:

عَنْ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ: كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ إِذَا بَلَغَهُ أَنَّ عَامِلَهُ لَا يَعُوْدُ الْمَرِيْضَ وَلَا يَدْخُلُ عَلَيْهِ الضَّعِيْفُ نَزَعَهُ.

کتاب الخراج لابی یوسف: ص117 فصل فی تقبیل السواد

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک جب یہ بات پہنچتی کہ ان کے مقرر کردہ عامل مریض کی عیادت نہیں کرتے اور کوئی کمزور آدمی (کسی وجہ سے) اس تک نہیں پہنچ سکتا تو آپ رضی اللہ عنہ اس کو (کبھی حالات کے پیشِ نظر) منصب سے ہٹا بھی دیتے۔

عاملِ مصر عیاض بن غنم کا واقعہ:

امام قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب الانصاری رحمہ اللہ (ت 182ھ) نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَمَارَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ: كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِذَا اسْتَعْمَلَ رَجلاً أَشْهَدَ عَلَيْهِ رَهْطًا مِنَ الْأَنْصَارِ وَغَيْرِهِمْ وَاشْتَرَطَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا: أَنْ لَا يَرْكَبَ بِرْذَوْنًا، وَلَا يَلْبَسَ ثَوْبًا رَقِيْقًا، وَلَا يَأْكُلَ نَقِيًّا، وَلَا يُغْلِقَ بَابًا دُوْنَ حَوَائِجِ النَّاسِ، وَلَا يَتَّخِذَ حَاجِبًا. قَالَ: فَبَيْنَمَا هُوَ يَمْشِي فِيْ بَعْضِ طُرُقِ الْمَدِيْنَةِ إِذَا هَتَفَ بِهٖ رَجُلٌ: يَا عُمَرُ! أَتَرٰى هٰذِهِ الشُّرُوْطَ تُنْجِيْكَ مِنَ اللهِ تَعَالٰى وَعَامِلُكَ عِيَاضُ بْنُ غَنَمٍ عَلٰى مِصْرَ فَدَعَا مُحَمَّدَ بْنَ مَسْلَمَةَ، وَكَانَ رَسُوْلُهُ إِلَى الْعُمَّالِ فَبَعَثَهُ وَقَالَ: ائْتِنِي بِهٖ عَلَى الْحَالِ الَّتِي تَجِدُهُ عَلَيْهَا. قَالَ فَأَتَاهُ فَوَجَدَ عَلٰى بَابِهٖ حَاجِبًا فَدَخَلَ فَإِذَا عَلَيْهِ قَمِيْصٌ رَقِيْقٌ. قَالَ: أَجِبْ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؛ فَقَالَ: دَعْنِيْ أَطْرَحُ عَلَيَّ قِبَائِيْ. فَقَالَ: لَا، إِلَّا عَلٰى حَالِكَ هٰذِهٖ قَالَ: فَقَدِمَ بِهٖ عَلَيْهِ؛ فَلَمَّا رَآهُ عُمَرُ قَالَ: انْزَعْ قَمِيْصَكَ. وَدَعَا بِمِدْرَعَةِ صُوْفٍ وَبَرِيْضَةٍ مِنْ غَنَمٍ وَعَصًا فَقَالَ: الْبَسْ هٰذِهِ الْمِدْرَعَةَ وَخُذْ هٰذَا الْعَصَا وَارْعَ هٰذِهِ الْغَنَمَ وَاشْرَبْ وَاسْقِ مَنْ مَرَّ بِكَ وَاحْفَظِ الْفَضْلَ عَلَيْنَا. أَسَمِعْتَ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَالْمَوْتُ خَيْرٌ مِنْ هٰذَا؛ فَجَعَلَ يُرَدِّدُهَا عَلَيْهِ وَيُرَدِّدُ الْمَوْتُ خَيْرٌ مِنْ هٰذَا؛ فَقَالَ عُمَرُ: وَلِمَ تَكْرَهُ هٰذَا؛ وَإِنَّمَا سُمِّيَ أَبُوْكَ غَنَمًا لِأَنَّهُ كَانَ يَرْعَى الْغَنَمَ أَتُرٰى يَكُوْنُ عِنْدَكَ خَيْرٌ؟ قَالَ: نَعَمْ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! قَالَ: انْزَعْ وَرَدَّهُ إِلٰى عَمَلِهٖ. قَالَ: فَلَمْ يَكُنْ لَّهُ عَامِلٌ يُشْبِهُهُ.

کتاب الخراج لابی یوسف: ص116 فصل فی تقبیل السواد

ترجمہ: حضرت عمارہ بن خزیمہ بن ثابت سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی آدمی کو عامل بناتے تو اس پر انصار اور دیگر لوگوں کی ایک جماعت کو گواہ بنالیتے اور اس پر چار شرطیں لگاتے:

- ❖ وہ شخص کسی خچر پر سواری نہ کرے
- ❖ وہ شخص باریک لباس پہنے
- ❖ وہ شخص قیمتی غذائیں نہ کھائے
- ❖ وہ شخص لوگوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے حوالے سے اپنا دروازہ بند نہ کرے اور نہ ہی اپنے دروازے

پر دربان بٹھائے۔

راوی کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ کی گلیوں میں چکر لگا رہے تھے کہ ایک آواز دینے والے نے آواز دی: اے عمر! کیا تم سمجھتے ہو کہ (عمّال کے لیے محض یہ) شرائط لگانا تمہیں خدا تعالیٰ کی پکڑ سے بچا لے گا؟ حالانکہ مصر میں تمہاری طرف سے عیاض بن غنم (جیسا شخص جو ان شرائط کی پاسداری نہیں کرتا اسے بطور) عامل مقرر کیا گیا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محمد بن مسلمہ کو بلایا جنہیں آپ قاصد کے طور پر عمّال کی طرف بھیجتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں بھیجا اور فرمایا: عیاض بن غنم کو میرے پاس لاؤ اور اسی حالت میں لانا جس حالت میں تم اسے دیکھو۔ راوی کہتے ہیں کہ قاصد ان کے پاس پہنچا تو ان کے دروازے پر دربان کو دیکھا۔ جب قاصد اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ اس (عیاض بن غنم) نے ایک باریک قمیص پہنی ہوئی تھی۔ محمد بن مسلمہ نے کہا: امیر المؤمنین کو جواب دہی کے لیے تیار ہو جاؤ (یعنی میرے ساتھ چلو)۔ انہوں نے کہا: ٹھہریئے! میں اپنا جبہ اتار لوں۔ قاصد نے کہا: نہیں، بلکہ اسی حالت میں چلو۔

راوی کہتے ہیں محمد بن مسلمہ ان کو اسی حالت میں لے آئے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھا تو فرمایا: اپنی قمیص اتار دو۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اون کا لباس، بھیڑوں کا ایک ریوڑ اور ایک ڈنڈا منگوایا۔ پھر فرمایا: یہ لباس پہنو، یہ ڈنڈا پکڑو اور ان بھیڑوں کو چراؤ، ان کو پانی پلاؤ اور جو بھی تمہارے قریب سے گزرے اس کو بھی پانی پلاؤ اور ہمارے اوپر جو احسان کیا گیا ہے، اسے یاد رکھنا۔ کیا تم نے ہماری بات کو سن لیا؟ عیاض نے کہا: جی ہاں (آپ کی بات کو سن لیا) لیکن (میرے لیے) موت اِن (بھیڑوں کے چرانے سے) بہتر ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنی بات کو دہراتے رہے اور عیاض بن غنم اس بات کو دہراتا رہا کہ اس حالت میں بھیڑوں کو چرانے سے موت بہتر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تمہیں یہ ناپسند کیوں ہے؟ تمہارے والد کا نام غنم (بھیڑ، بکری) رکھا گیا کیونکہ وہ بھیڑوں بکریوں کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ تمہیں نہیں لگتا کہ یہ تمہارے لیے بہتر رہے گا؟ اس نے کہا: جی ہاں، امیر المؤمنین! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کے یہ کپڑے اتار دو اور انہیں واپس اپنے کام پر بھیج دو۔ راوی کہتے ہیں: میں نے اس کے بعد ان جیسا (اپنی ذمہ داریوں کو نبھانے والا) عامل کبھی نہیں دیکھا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ رہنما قوم کو چاہیے کہ وہ مخلص باصلاحیت متعلقین کی اصلاح ضرور کریں لیکن انہیں نظام سے الگ نہ کریں ورنہ وہ ضائع ہو جائیں گے۔

عمال کی نگرانی اور رعایا کی خوشحالی:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَبْلَ أَنْ يُصَابَ بِأَيَّامٍ بِالْمَدِيْنَةِ وَقَفَ عَلٰى حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ وَعُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ قَالَ: كَيْفَ فَعَلْتُمَا؟ أَتَخَافَانِ أَنْ تَكُوْنَا قَدْ حَمَّلْتُمَا الْأَرْضَ مَا لَا تُطِيْقُ؟ قَالَا: حَمَّلْنَاهَا أَمْرًا هِيَ لَهُ مُطِيْقَةٌ مَا فِيْهَا كَبِيْرُ فَضْلٍ قَالَ: انْظُرَا أَنْ تَكُوْنَا حَمَّلْتُمَا الْأَرْضَ مَا لَا تُطِيْقُ قَالَ: قَالَا: لَا. فَقَالَ عُمَرُ: لَئِنْ سَلَّمَنِي اللهُ لَأَدَعَنَّ أَرَامِلَ أَهْلِ الْعِرَاقِ لَا يَحْتَجْنَ إِلٰى رَجُلٍ بَعْدِيْ أَبَدًا.

صحیح البخاری: رقم الحدیث3700

ترجمہ: حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو شہادت سے چند دن پہلے مدینہ منورہ میں دیکھا کہ آپ حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عثمان بن حُنَیف رضی اللہ عنہما کے ساتھ کھڑے تھے اور انہیں یہ فرما رہے تھے کہ آپ لوگوں نے (محصول کی ادائیگی میں) کیا کیا ہے؟ کیا آپ لوگوں کو یہ اندیشہ ہے کہ (عراق کی) زمین کا اتنا طے کر دیا ہے جس کی گنجائش نہ ہو گی؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے ان پر محصول کا اتنا ہی بوجھ ڈالا جسے ادا کرنے کی زمین میں گنجائش موجود تھی۔ اس سلسلے میں ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دیکھ لو، پھر اچھی طرح سوچ لو، کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ نے اتنا ٹیکس لگایا ہو جو زمین کی پیداوار کے اعتبار سے زیادہ ہو۔ ان دونوں نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہے (بلکہ حسبِ استطاعت اور انصاف کے تقاضوں کے مطابق ہی ٹیکس لگایا ہے)۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر اللہ نے مجھے سلامت رکھا تو میں عراق کی بیوہ خواتین کو اس حال میں چھوڑ کر جاؤں گا کہ وہ میرے بعد کسی کی محتاج نہیں رہیں گی۔

فائدہ:

اس روایت کا پس منظر یہ ہے کہ جب عراق فتح ہوا تو عراقی زمینیں اور کثیر مالِ غنیمت مسلمانوں کے قبضے

میں آیا۔ مالِ غنیمت تو مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا لیکن عراق کی زمینیں تقسیم نہیں کی گئیں۔ مجاہدین کی طرف سے یہ مطالبہ تھا کہ عراق کی زمینیں بھی ہمیں تقسیم کر کے دے دی جائیں جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی زمین مجاہدین میں تقسیم کر دی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس مطالبے پر شرحِ صدر نہیں تھا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے پہلے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ پھر ایک ماہ استخارہ بھی کیا۔ آخر کار آپ نے عراق کی زمینوں کو مال فئے قرار دیا اور حضرت حذیفہ اور عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہما کو عراق بھیجا کہ وہ پورے ملک کی زمینوں کی پیمائش کریں اور زمین کی نوعیت کے مطابق لگان تجویز کریں۔ جب یہ دو حضرات اپنے سپرد کیے ہوئے کام سے فارغ ہو کر مدینے آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے ملاقات کی اور وہ گفتگو فرمائی جو حدیث میں ہے کہ آپ حضرات نے کہیں ان زمینوں پر بھاری محصول تو نہیں لگا دیا؟ اگر ایسا ہے تو اسے ہلکا کریں لیکن دونوں حضرات نے یقین دہانی کرائی کہ ہم نے مناسب محصول طے کیا ہے۔

رعایا کی تربیت اور تادیبی کارروائی:

امام قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم بن حبیب الانصاری رحمہ اللہ (ت 182ھ) نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي سَلَامَةَ قَالَ: ضَرَبَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ رِجَالًا وَنِسَاءً ازْدَحَمُوا عَلٰى حَوْضٍ، قَالَ: فَلَقِيَهُ عَلِيٌّ فَسَأَلَهُ فَقَالَ: إِنِّي أَخَافُ أَنْ أَكُوْنَ قَدْ هَلَكْتُ. فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: إِنْ كُنْتَ ضَرَبْتَهُمْ عَلٰى غِشٍّ وَعَدَاوَةٍ فَقَدْ هَلَكْتَ. وَإِنْ كُنْتَ ضَرَبْتَهُمْ عَلٰى نُصْحٍ وَإِصْلَاحٍ فَلَا بَأْسَ؛ إِنَّمَا أَنْتَ رَاعٍ، إِنَّمَا أَنْتَ مُؤَدِّبٌ.

کتاب الخراج لابی یوسف: ص115 فصل فی تقبیل السواد

ترجمہ: حضرت ابو سلامہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ مردوں اور عورتوں کو مارا جنہوں نے حوض پر رش لگا رکھا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے پوچھا کہ مجھے اپنی ہلاکت کا خوف ہے (کہ میں نے کہیں ان پر زیادتی تو نہیں کی؟) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ نے انہیں ناحق اور دشمنی کی وجہ سے مارا ہے تو پھر وہی بات ہے جو آپ کہہ رہے ہیں، اور اگر آپ نے انہیں نصیحت اور اصلاح کے لیے مارا ہے تو آپ کے لیے کوئی نقصان نہیں کیونکہ آپ (بحیثیت خلیفہ ان کے) نگران ہیں اور انہیں

ادب سکھانے والے ہیں۔

رعایا کی خبر گیری اور خدمت:

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ، عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ إِلٰى حَرَّةِ وَاقِمٍ، حَتّٰى إِذَا كُنَّا بِصِرَارٍ إِذَا نَارٌ، فَقَالَ: يَا أَسْلَمُ! إِنِّي لَأَرٰى هَا هُنَا رَكْبًا قَصَّرَ بِهِمُ اللَّيْلُ وَالْبَرْدُ، انْطَلِقْ بِنَا، فَخَرَجْنَا نُهَرْوِلُ حَتّٰى دَنَوْنَا مِنْهُمْ، فَإِذَا بِامْرَأَةٍ مَعَهَا صِبْيَانٌ صِغَارٌ وَقِدْرٌ مَنْصُوْبَةٌ عَلٰى نَارٍ وَصِبْيَانُهَا يَتَضَاغَوْنَ، فَقَالَ عُمَرُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَصْحَابَ الضَّوْءِ، وَكَرِهَ أَنْ يَقُوْلَ: يَا أَصْحَابَ النَّارِ، فَقَالَتْ: وَعَلَيْكَ السَّلَامُ، فَقَالَ: أَدْنُو؟، فَقَالَتِ: ادْنُ بِخَيْرٍ أَوْ دَعْ، فَدَنَا فَقَالَ: مَا بَالُكُمْ؟ قَالَتْ: قَصَّرَ بِنَا اللَّيْلُ وَالْبَرْدُ، قَالَ: فَمَا بَالُ هٰؤُلَاءِ الصِّبْيَةِ يَتَضَاغَوْنَ؟ قَالَتِ: الْجُوعُ، قَالَ: فَأَيُّ شَيْءٍ فِي هٰذِهِ الْقِدْرِ؟ قَالَتْ: مَا أُسْكِتُهُمْ بِهِ حَتّٰى يَنَامُوْا، وَاللهُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ عُمَرَ، فَقَالَ: أَيْ رَحِمَكِ اللهُ، وَمَا يُدْرِي عُمَرَ بِكُمْ؟ قَالَتْ: يَتَوَلّٰى عُمَرُ أَمْرَنَا ثُمَّ يَغْفُلُ عَنَّا. قَالَ: فَأَقْبَلَ عَلَيَّ فَقَالَ: انْطَلِقْ بِنَا، فَخَرَجْنَا نُهَرْوِلُ حَتّٰى أَتَيْنَا دَارَ الدَّقِيْقِ، فَأَخْرَجَ عِدْلًا مِنْ دَقِيْقٍ وَكَبَّةً مِنْ شَحْمٍ، فَقَالَ: احْمِلْهُ عَلَيَّ، فَقُلْتُ: أَنَا أَحْمِلُهُ عَنْكَ، قَالَ: أَنْتَ تَحْمِلُ عَنِّي وِزْرِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا أُمَّ لَكَ؟ فَحَمَلْتُهُ عَلَيْهِ فَانْطَلَقَ، وَانْطَلَقْتُ مَعَهُ إِلَيْهَا، نُهَرْوِلُ، فَأَلْقٰى ذٰلِكَ عِنْدَهَا وَأَخْرَجَ مِنَ الدَّقِيْقِ شَيْئًا، فَجَعَلَ يَقُوْلُ لَهَا: ذُرِّي عَلَيَّ، وَأَنَا أُحَرِّكُ لَكِ، وَجَعَلَ يَنْفُخُ تَحْتَ الْقِدْرِ ثُمَّ أَنْزَلَهَا، فَقَالَ: أَبْغِينِيْ شَيْئًا، فَأَتَتْهُ بِصَحْفَةٍ فَأَفْرَغَهَا فِيْهَا ثُمَّ جَعَلَ يَقُوْلُ لَهَا: أَطْعِمِيْهِمْ وَأَنَا أُسَطِّحُ لَهُمْ، فَلَمْ يَزَلْ حَتّٰى شَبِعُوْا، وَتَرَكَ عِنْدَهَا فَضْلَ ذٰلِكَ، وَقَامَ وَقُمْتُ مَعَهُ، فَجَعَلَتْ تَقُوْلُ: جَزَاكَ اللهُ خَيْرًا، كُنْتَ أَوْلٰى بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنْ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَيَقُوْلُ: قُوْلِي خَيْرًا إِذَا جِئْتِ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَحَدَّثِيْنِي هُنَاكَ إِنْ شَاءَ اللهُ، ثُمَّ تَنَحّٰى نَاحِيَةً عَنْهَا ثُمَّ اسْتَقْبَلَهَا فَرَبَضَ مَرْبَضًا، فَقُلْنَا لَهُ: إِنَّ لَنَا شَأْنًا غَيْرَ هٰذَا، وَلَا يُكَلِّمُنِي حَتّٰى رَأَيْتُ الصِّبْيَةَ يَصْطَرِعُوْنَ ثُمَّ نَامُوْا وَهَدَأُوْا، فَقَالَ: يَا أَسْلَمُ! إِنَّ الْجُوْعَ أَسْهَرَهُمْ وَأَبْكَاهُمْ، فَأَحْبَبْتُ أَنْ لَا أَنْصَرِفَ حَتّٰى أَرٰى مَا رَأَيْتُ.

فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل: ص356،357 اسلام عمر بن الخطاب، رقم الحدیث 382

ترجمہ: ہم سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حرہ واقم کی طرف روانہ ہوئے، یہاں تک کہ جب ہم صِرار مقام پر پہنچے تو ہمیں آگ نظر آئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اسلم! مجھے لگتا ہے یہاں کوئی قافلہ ہے جو رات اور سردی کی وجہ سے رکا ہوا ہے، ہمیں (وہاں) لے چلو۔ چنانچہ ہم تیزی سے گئے اور جب ان کے قریب پہنچ گئے تو دیکھا کہ وہاں ایک عورت تھی اور اس کے ساتھ دو چھوٹے بچے تھے۔ اس نے ایک ہنڈیا آگ پر چڑھائی ہوئی تھی اور اس کے بچے زور زور سے رو رہے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے روشنی والو! السلام علیکم۔

آپ نے انہیں "اے آگ والو" کہ کر بلانا ناپسند کیا (کیونکہ یہ الفاظ جہنمیوں کے لیے بھی بولے جاتے ہیں) تو عورت نے کہا: وعلیک السلام۔

آپ نے پوچھا: کیا میں قریب آ سکتا ہوں؟ اس نے کہا: اگر خیریت ہے تو آ جاؤ، ورنہ دور ہی رہو۔ آپ رضی اللہ عنہ قریب چلے گئے اور پوچھا کہ تمہارا کیا مسئلہ ہے؟ اس نے کہا: رات اور سردی کی وجہ سے ہم آگے نہیں جا سکے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ان بچوں کو کیا ہوا ہے، یہ کیوں رو رہے ہیں؟ اس نے کہا: بھوک کی وجہ سے رو رہے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اس ہنڈیا میں کیا چیز ہے؟ اس نے کہا: کچھ بھی نہیں (خالی ہنڈیا آگ پر چڑھائی ہوئی ہے)۔ بس انہیں خاموش کرا رہی ہوں تا کہ یہ سو جائیں۔ ہمارے اور عمر (خلیفہ) کے درمیان اللہ ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے! کیا عمر کو تمہارا اس حالت کے بارے میں پتا ہے؟ اس نے کہا: عمر ہمارے معاملات کا نگران بنا ہے، پھر ہماری خبر نہیں لیتا۔ (یہ سن کر) آپ رضی اللہ عنہ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ہمیں لے چلو۔ چنانچہ ہم تیزی کے ساتھ نکل پڑے، یہاں تک کہ ہم بیت المال میں گئے۔ آپ نے ستُو کی ایک بوری اور چربی کا ایک تھیلا نکالا اور فرمایا: اسے مجھ پر لادو۔ میں نے کہا: آپ کی جگہ میں اُٹھا لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: تیرا بھلا ہو، کیا قیامت کے دن آپ میرا بوجھ اُٹھا سکو گے؟ چنانچہ میں نے وہ تھیلا ان پر لاد دیا اور وہ چل پڑے۔ میں بھی ان کے ساتھ اس عورت کی طرف چل پڑا۔ ہم تیز تیز چل رہے تھے۔ اس کے پاس پہنچ کر آپ نے یہ سامان رکھ دیا اور کچھ ستو نکال کر اس عورت سے کہنے لگے: تم یہ کام مجھ پر چھوڑ دو، میں یہ کام تمہیں کر کے دیتا ہوں۔

آپ رضی اللہ عنہ ہنڈیا کے نیچے پھونک مارنے لگے، پھر اسے نیچے اتارا اور کہا: مجھے کوئی چیز دو۔ وہ آپ

رضی اللہ عنہ کے پاس ایک تھال لائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس میں کھانا ڈالا۔ پھر عورت سے کہنے لگے: ان بچوں کو کھلا دو اور میں ان کے سونے کے لیے چھت بناتا ہوں۔ پھر آپ تب تک وہیں رہے جب تک انہوں نے خوب سیر ہو کر نہ کھا لیا اور اضافی سامان آپ رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے پاس ہی چھوڑ دیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور میں بھی آپ کے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ تو وہ عورت کہنے لگی: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ امیر المؤمنین سے زیادہ آپ خلیفہ بننے کے حقدار ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ فرمایا: جب تم امیر المؤمنین کے پاس جاؤ تو اچھی بات کہنا اور اگر اللہ نے چاہا تو وہاں مجھ سے بات کرو گی (یعنی مجھے بھی وہاں پاؤ گی)۔ پھر آپ اس عورت کو چھوڑ کر ایک طرف ہو گئے اور اس کی طرف رخ کر کے تاک لگا کر بیٹھ گئے۔

میں نے آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ ہمیں اس کے علاوہ اور بھی کام ہیں لیکن آپ مجھ سے کوئی بات نہیں کر رہے تھے یہاں تک کہ میں نے بچوں کو دیکھا کہ وہ خوب پیٹ بھر کر کھانا کھا کر آپس میں کھیلنے لگے اور پھر سو گئے اور انہیں سکون ملا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اسلم! بھوک نے ان کی نیند اڑائی تھی اور انہیں رلایا تھا، اس لیے میں چاہتا تھا کہ تب تک واپس نہ جاؤں جب تک (ان کی خوشی کا) یہ منظر نہ دیکھ لوں جو اَبھی دیکھا ہے۔

فائدہ: مدینہ کا ایک حصہ پتھریلی زمین پر مشتمل اور آتش فشانی پتھروں سے ڈھکا ہوا تھا۔ "حرہ" پتھریلی زمین کو کہتے ہیں۔ مدینہ میں اس قسم کے کئی حرّے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام "واقم" تھا۔ یہ نام اس حرّہ کو اس لیے دیا گیا کیونکہ قدیم زمانہ میں اس حرہ میں ایک شخص قیام پذیر ہوا تھا جس کا نام "واقم" تھا۔ اسی مناسبت سے اسے "حرہ واقم" کہتے ہیں۔

نومولود بچوں کا سرکاری وظیفہ:

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت774ھ) روایت نقل فرماتے ہیں:

وَقَالَ أَسْلَمُ مَوْلٰى عُمَرَ: قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ رُفْقَةٌ مِنْ تُجَّارٍ، فَنَزَلُوا الْمُصَلّٰى فَقَالَ عُمَرُ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ: هَلْ لَكَ أَنْ تَحْرُسَهُمُ اللَّيْلَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ! فَبَاتَا يَحْرُسَانِهِمْ وَيُصَلِّيَانِ، فَسَمِعَ عُمَرُ بُكَاءَ صَبِيٍّ فَتَوَجَّهَ نَحْوَهُ فَقَالَ لِأُمِّهِ: اتَّقِ اللّٰهَ تَعَالٰى وَأَحْسِنِي إِلٰى صَبِيِّكِ. ثُمَّ عَادَ إِلٰى مَكَانِهِ، فَسَمِعَ

بُكَاءَهُ فَعَادَ إِلَى أُمِّهِ فَقَالَ لَهَا مِثْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ عَادَ إِلَى مَكَانِهِ، فَلَمَّا كَانَ اٰخِرُ اللَّيْلِ سَمِعَ بُكَاءَ الصَّبِيِّ فَأَتٰى إِلَى أُمِّهِ فَقَالَ لَهَا: وَيْحَكِ، إِنَّكِ أُمُّ سُوْءٍ، مَا لِي أَرَى ابْنَكِ لَا يَقَرُّ مُنْذُ اللَّيْلَةِ مِنَ الْبُكَاءِ؟! فَقَالَتْ: يَا عَبْدَ اللهِ! إِنِّي أَشْغَلُهُ عَنِ الطَّعَامِ فَيَأْبٰى ذٰلِكَ، قَالَ: وَلِمَ؟ قَالَتْ: لِأَنَّ عُمَرَ لَا يَفْرِضُ إِلَّا لِلْمَفْطُوْمِ قَالَ: وَكَمْ عُمُرُ ابْنِكِ هٰذَا؟ قَالَتْ: كَذَا وَكَذَا شَهْرًا، فَقَالَ: وَيْحَكِ لَا تُعْجِلِيْهِ عَنِ الْفِطَامِ فَلَمَّا صَلَّى الصُّبْحَ وَهُوَ لَا يَسْتَبِيْنُ لِلنَّاسِ قِرَاءَتُهُ مِنَ الْبُكَاءِ قَالَ: بُؤْسًا لِعُمَرَ كَمْ قَتَلَ مِنْ أَوْلَادِ الْمُسْلِمِيْنَ ثُمَّ أَمَرَ مُنَادِيَهِ فَنَادٰى: لَا تُعْجِلُوْا صِبْيَانَكُمْ عَنِ الْفِطَامِ فَإِنَّا نَفْرِضُ لِكُلِّ مَوْلُوْدٍ فِي الْإِسْلَامِ وَكَتَبَ بِذٰلِكَ إِلَى الْاٰفَاقِ.

البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4 ص145 ثم دخلت سنۃ ثلاث وعشرین

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت اسلم مروی ہے کہ تاجروں کے ایک گروہ نے مدینہ منورہ میں نماز کے لیے پڑاوُ ڈالا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا آپ آج رات ان کی پہرے داری کریں گے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! چنانچہ ان دونوں (حضرت عمر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما) نے رات کو پہرہ دیا اور نماز بھی ادا فرمائی۔ اسی دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی، آپ اس طرف متوجہ ہوئے اور اس کی ماں سے کہا: اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے بچے کے ساتھ بھلائی والا معاملہ کرو (یعنی بچے کو چپ کراؤ)۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ اپنی جگہ پر لوٹ آئے۔ کچھ دیر بعد پھر بچے کے رونے کی آواز سنی تو اس کی ماں کے پاس آئے اور وہی بات فرمائی جو پہلے فرمائی تھی۔ اس کے بعد اپنی جگہ پر لوٹ آئے۔ جب رات کافی ہو گئی تو پھر اس کے رونے کی آواز سنی۔ آپ اس کی ماں کے پاس آئے اور فرمانے لگے: افسوس ہے تم پر! تم اچھی ماں نہیں ہو، کیا وجہ ہے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارا بیٹا پوری رات چپ ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا۔ اس عورت نے کہا: اے اللہ کے بندے! میں اس کو کھانا کھلانا چاہتی ہوں لیکن یہ نہیں کھاتا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ ایسا کیوں کر رہی ہو؟ اس عورت نے کہا: اس وجہ سے کہ عمر صرف اس بچے کا وظیفہ مقرر کرتے ہیں جو دودھ چھوڑ چکا ہو (یعنی غذا کھانے والے بچوں کا حصہ مقرر کرتے ہیں) آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تیرے بیٹے کی عمر کتنی ہے؟ اس نے کہا: اتنے سال اور اتنے مہینے۔ پھر آپ نے فرمایا: تیرا بھلا ہو! دودھ

چھڑانے میں جلدی نہ کرو۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز پڑھائی تو (دوران نماز اتنا روئے کہ) رونے کی وجہ سے لوگوں کو قراءت نہ سنا سکے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمر کے لیے افسوس ہے کہ اس نے شدت اختیار کر کے کتنے مسلمان بچوں کو قتل (بھوک میں مبتلا) کیا ہے۔ پھر اپنے منادی کو بلایا اور اس سے فرمایا کہ میرا پیغام لوگوں کو سناؤ کہ تم بچوں کے دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کرو، اس لیے کہ ہم نے ہر نومولود بچے کے لیے اسلام کے اندر حصہ مقرر کر دیا۔ چنانچہ منادی نے یہ آواز لگائی۔ آپ نے یہ بات دیگر علاقے والوں کو بھی لکھ دی۔

ذخیرہ اندوزی کی روک تھام:

امام ابوعبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ فَرُّوْخَ مَوْلٰى عُثْمَانَ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ يَوْمَئِذٍ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَرَاٰى طَعَامًا مَنْثُوْرًا فَقَالَ: مَا هٰذَا الطَّعَامُ؟ فَقَالُوْا: طَعَامٌ جُلِبَ إِلَيْنَا قَالَ: بَارَكَ اللّٰهُ فِيْهِ وَفِيْمَنْ جَلَبَهٗ قِيْلَ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! فَإِنَّهٗ قَدِ احْتُكِرَ. قَالَ: وَمَنِ احْتَكَرَهٗ؟ قَالُوْا: فَرُّوْخُ مَوْلٰى عُثْمَانَ وَفُلَانٌ مَوْلٰى عُمَرَ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِمَا فَدَعَاهُمَا فَقَالَ: مَا حَمَلَكُمَا عَلَى احْتِكَارِ طَعَامِ الْمُسْلِمِيْنَ؟ قَالَا: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! نَشْتَرِيْ بِأَمْوَالِنَا وَنَبِيعُ فَقَالَ عُمَرُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنِ احْتَكَرَ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ طَعَامَهُمْ ضَرَبَهُ اللّٰهُ بِالْإِفْلَاسِ أَوْ بِجُذَامٍ فَقَالَ فَرُّوْخُ عِنْدَ ذٰلِكَ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! أُعَاهِدُ اللّٰهَ وَأُعَاهِدُكَ أَنْ لَا أَعُوْدَ فِي طَعَامٍ أَبَدًا وَأَمَّا مَوْلٰى عُمَرَ فَقَالَ: إِنَّمَا نَشْتَرِي بِأَمْوَالِنَا وَنَبِيْعُ. قَالَ أَبُوْ يَحْيٰى: فَلَقَدْ رَأَيْتُ مَوْلٰى عُمَرَ مَجْذُوْمًا.

مسند احمد: ج1 ص283،284 رقم الحدیث 135

ترجمہ: حضرت فروخ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عہدِ خلافت میں ایک دن مسجد کی طرف تشریف لے جارہے تھے تو دیکھا (مسجد سے باہر) اناج کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ سے اس بارے پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ ہمارے لیے فلاں جگہ سے لایا گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ اس غلے میں اور اس کو لانے والے شخص میں برکت عطا فرمائے۔ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تفصیل سے بتایا گیا کہ اس کے مالکوں نے اس غلہ کی ذخیرہ اندوزی کی ہوئی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ (جنہوں نے

مسلمانوں کی ضرورت کے وقت اس غلہ کو ذخیرہ کیا ہوا ہے) بتایا گیا کہ فروخ اور فلاں شخص ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں بلوایا اور فرمایا: کیا وجہ ہے کہ آپ لوگ مسلمانوں کی ضرورت کے وقت غلہ کی ذخیرہ اندوزی کر رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین! ہم اپنے مال سے خرید و فروخت کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے مسلمانوں کی ضرورت کے وقت ان کے کھانے پینے کی چیزوں کی ذخیرہ اندوزی کی ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کوڑھ کے مرض میں مبتلا کر دیتے ہیں یا پھر مفلس (غریب) بنا دیتے ہیں۔ اسی وقت فروخ نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! میں اللہ سے اور آپ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی اناج کی ذخیرہ اندوزی نہیں کروں گا جبکہ دوسرے شخص نے کہا کہ ہم اپنے مال سے خرید و فروخت کرتے ہیں۔ (یعنی ہماری مرضی ذخیرہ اندوزی کریں یا نہ کریں کسی کو اس سے کیا غرض؟) ابو یحییٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسی شخص کو کوڑھ کے مرض کی حالت میں خود دیکھا ہے۔

رعایا پر اثرات:

امام ابو محمد عبد اللہ بن عبد الحکم بن اعین بن لیث بن رافع المصری رحمہ اللہ (ت214ھ) نقل کرتے ہیں:

أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نَهَى فِيْ خِلَافَتِهِ عَنْ مَذْقِ اللَّبَنِ بِالْمَاءِ فَخَرَجَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي حَوَاشِي الْمَدِيْنَةِ فَإِذَا بِامْرَأَةٍ تَقُوْلُ لِابْنَةٍ لَهَا: أَلَا تَمْذُقِيْنَ لَبَنَكِ فَقَدْ أَصْبَحْتُ. فَقَالَتِ الْجَارِيَةُ: كَيْفَ أَمْذُقُ وَقَدْ نَهَى أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَنِ الْمَذْقِ. فَقَالَتْ: قَدْ مَذَقَ النَّاسُ فَامْذُقِيْ فَمَا يَدْرِيْ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ. فَقَالَتْ: إِنْ كَانَ عُمَرُ لَا يَعْلَمُ فَإِلٰهُ عُمَرَ يَعْلَمُ مَا كُنْتُ لَأَفْعَلُهُ وَقَدْ نَهَى عَنْهُ فَوَقَعَتْ مَقَالَتُهَا مِنْ عُمَرَ فَلَمَّا أَصْبَحَ دَعَا عَاصِمًا ابْنَهُ فَقَالَ يَا بُنَيَّ: اذْهَبْ إِلٰى مَوضِعِ كَذَا وَكَذَا فَاسْأَلْ عَنِ الْجَارِيَةِ .وَوَصَفَهَا لَهُ فَذَهَبَ عَاصِمٌ فَإِذَا هِيَ جَارِيَةٌ مِنْ بَنِي هِلَالٍ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: اذْهَبْ يَا بُنَيَّ فَتَزَوَّجْهَا فَمَا أَحْرَاهَا أَنْ تَأْتِيَ بِفَارِسٍ يُسَوِّدُ الْعَرَبَ فَتَزَوَّجَهَا عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ فَوَلَدَتْ لَهُ أُمَّ عَاصِمٍ بِنْتَ عَاصِمِ بْنِ عُمَرِ بْنِ الْخَطَّابِ فَتَزَوَّجَهَا عَبْدُ الْعَزِيْزُ بْنُ مَرْوَانَ بْنِ الْحَكَمِ فَأَتَتْ بِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ.

سیرۃ عمر بن عبد العزیز: تحت حکایۃ عمر بن الخطاب مع الهلالیۃ وتزویج ابنہ ایاها

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں دودھ میں پانی کی ملاوٹ سے منع کیا تھا، ایک رات مدینہ کی گلیوں کا گشت کر رہے تھے، اچانک آپ رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ایک عورت اپنی بیٹی سے کہہ رہی ہے: بیٹی! تم نے اب تک دودھ میں پانی نہیں ملایا، صبح ہونے کو ہے۔ بیٹی جواب میں بولی: امی! میں پانی کیسے ملاؤں؟ امیر المؤمنین نے دودھ میں پانی کی ملاوٹ سے منع کیا ہوا ہے۔ اس پر ماں نے کہا: بیٹی! اور لوگ بھی تو ملاتے ہیں، تم بھی ملالو، امیر المومنین کو کیا خبر؟ بیٹی بولی: اگر عمر کو خبر نہیں، تو عمر کا رب تو جانتا ہے۔ میں یہ کام نہیں کروں گی۔ کیونکہ اس نے اس کام سے منع کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ گفتگو بے حد پسند آئی، جب صبح ہوئی، تو اپنے بیٹے عاصم کو بلایا اور واقعہ بتا کر فرمایا کہ فلاں جگہ جا کر معلوم کرو کہ یہ لڑکی کون ہے؟ اور اس کی نشانی بھی بتا دی۔ حضرت عاصم رحمہ اللہ نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اس کا تعلق قبیلہ بنو ہلال سے ہے، انہوں نے آکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی، تو آپ نے اپنے بیٹے عاصم کو فرمایا: اس لڑکی سے نکاح کر لو، وہ یقیناً اس لائق ہے کہ اس کے شکم سے ایک شہ سوار پیدا ہو، جو تمام عرب کی قیادت کرے۔ چنانچہ حضرت عاصم رحمہ اللہ نے اس لڑکی سے نکاح کر لیا، اس سے ایک لڑکی ام عاصم بنت عاصم بن عمر پیدا ہوئی، جس کا نکاح عبد العزیز بن مروان بن حکم سے ہوا، اور ان سے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ پیدا ہوئے۔

فتح بیت المقدس کا عجیب سفر:

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) روایت نقل فرماتے ہیں:

وَلَمَّا قَدِمَ الشَّامَ لِفَتْحِ بَيْتِ الْمَقْدِسِ كَانَ عَلٰى جَمَلٍ أَوْرَقَ تَلُوْحُ صَلْعَتُهٗ لِلشَّمْسِ لَيْسَ عَلَيْهِ قَلَنْسُوَةٌ وَعِمَامَةٌ قَدْ طَبَّقَ رِجْلَيْهِ بَيْنَ شُعْبَيِ الرَّحْلِ بِلَا رِكَابٍ وَوِطَاؤُهٗ كَبْشٌ مِنْ صُوفٍ وَهُوَ فِرَاشُهٗ إِذَا نَزَلَ وَحَقِيبَتُهٗ مَحْشُوَّةٌ لِيفًا وَهِيَ وِسَادَتُهٗ إِذَا نَامَ وَعَلَيْهِ قَمِيصٌ مِنْ كَرَابِيسٍ قَدْ رَسَمَ وَتَخَرَّقَ جَيْبُهٗ فَلَمَّا نَزَلَ قَالَ: ادْعُوْا لِيْ رَأْسَ الْقَرْيَةِ. فَدَعَوْهُ فَقَالَ: اغْسِلُوْا قَمِيصِيْ وَخَيِّطُوهُ وَأَعِيْرُوْنِي قَمِيصًا فَأُتِيَ بِقَمِيصِ كَتَّانٍ. فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ فَقِيلَ كَتَّانٌ. فَقَالَ: فَمَا الْكَتَّانُ؟ فَأَخْبَرُوْهُ فَنَزَعَ قَمِيصَهٗ فَغَسَلُوْهُ وَخَاطُوْهُ ثُمَّ لَبِسَهٗ فَقَالَ لَهٗ: أَنْتَ مَلِكُ الْعَرَبِ، وَهٰذِهِ بِلَادٌ لَا يَصْلُحُ فِيهَا رُكُوْبُ الْإِبِلِ فَأُتِيَ بِبِرْذَوْنٍ

فَطَرَحَ عَلَيْهِ قَطِيْفَةً بِلَا سَرْجٍ وَلَا رَحْلٍ فَلَمَّا سَارَ جَعَلَ الْبِرْذَوْنُ يُهَمْلِجُ بِهٖ فَقَالَ لِمَنْ مَعَهٗ: احْبِسُوا مَا كُنْتُ أَظُنُّ النَّاسَ يَرْكَبُوْنَ الشَّيَاطِيْنَ هَاتُوْا جَمَلِي، ثُمَّ نَزَلَ وَرَكِبَ الْجَمَلَ.

البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4ص144 ثم دخلت سنۃ ثلاث وعشرین

ترجمہ: جب آپ رضی اللہ عنہ بیت المقدس کی فتح کے لیے شام آئے تو آپ ایک خاکی رنگ کے اونٹ پر سوار تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے سر کا وہ حصہ جہاں سے بال جھڑے ہوئے تھے دھوپ میں چمک رہا تھا۔ اس وقت آپ کے سر پر نہ عمامہ تھا اور نہ ہی ٹوپی، آپ رضی اللہ عنہ نے پلان کے دونوں حصوں کے درمیان رکاب کے بغیر اپنی ٹانگوں کو جڑا ہوا تھا، اور آپ رضی اللہ عنہ کا (اونٹ پر بیٹھنے کے لیے بچھایا جانے والا) کپڑا مینڈھے کی اون کا تھا، وہی آپ کا تکیہ تھا جس جگہ پڑاوَ ڈالتے، آپ رضی اللہ عنہ کا بچھونا وہی ہوتا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا تھیلا چھال سے بھرا ہوا تھا، جب آپ رضی اللہ عنہ سوتے تھے تو وہی آپ کا تکیہ ہوتا تھا۔ آپ کی قمیص کھردرے کپڑے کی تھی جو پرانی ہو چکی تھی، جس کا گریبان پھٹ چکا تھا، جب آپ رضی اللہ عنہ کسی جگہ اترتے تو فرماتے کہ بستی کے سردار کو میرے پاس بلاؤ۔ لوگ اسے بلاتے تو آپ رضی اللہ عنہ اسے فرماتے کہ میری قمیص دھو کر سلائی کروادو اور مجھے (تھوڑی دیر استعمال کے لیے) عاریتاً دوسری قمیض دے دو۔ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس کَتّان کی ایک قمیص لائی گئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ لوگوں نے آپ کو بتایا کہ یہ کَتّان ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کَتّان کیا ہوتا ہے؟ تو لوگوں نے کتان کے بارے میں بتایا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی قمیض اتاری۔ لوگوں نے اسے دھویا اور سلائی کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے پہن لیا۔ ایک شخص نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ عرب کے بادشاہ ہیں اور ان ممالک میں اونٹوں کی سواری ایک بادشاہ کی شایانِ شان نہیں، آپ کے پاس ایک خچر لایا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کجاوے اور زین کے بغیر اس پر چادر ڈال دی (اور سوار ہو گئے) جب آپ رضی اللہ عنہ چلے تو خچر تیزی سے دوڑنے لگا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھ والوں سے فرمایا: اسے روک دو! میرا گمان تو یہ تھا کہ لوگ شیاطین پر سواری نہیں کرتے، میرا اونٹ لاؤ۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ اس سے اتر کر اپنے اونٹ پر سوار ہو گئے۔

غیر مسلموں کی جان، مال اور عبادت گاہوں کا تحفظ:

امام ابو العباس احمد بن علی بن عبد القادر الحسینی (ت845ھ) نقل فرماتے ہیں:

وَيَذْكُرُ عُلَمَاءُ الْأَخْبَارِ مِنَ النَّصَارٰى أَنَّ أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، لَمَّا فَتَحَ مَدِيْنَةَ الْقُدُسِ كَتَبَ لِلنَّصَارٰى أَمَانًا عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَأَوْلَادِهِمْ وَنِسَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ وَجَمِيْعِ كَنَائِسِهِمْ لَا تُهْدَمُ وَلَا تُسْكَنُ، وَأَنَّهُ جَلَسَ فِيْ وَسْطِ صَحْنِ كَنِيْسَةِالْقُمَامَةِ. فَلَمَّا حَانَ وَقْتُ الصَّلَاةِ خَرَجَ وَصَلّٰى خَارِجَ الْكَنِيْسَةِ عَلَى الدَّرَجَةِ الَّتِي عَلٰى بَابِهَا بِمُفْرَدِهِ، ثُمَّ جَلَسَ وَقَالَ لِلْبَطْرَكِ: لَوْ صَلَّيْتُ دَاخَلَ الْكَنِيْسَةِ لَأَخَذَهَا الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ، وَقَالُوْا هٰهُنَا صَلّٰى عُمَرُ، وَكَتَبَ كِتَابًا يَتَضَمَّنُ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي أَحَدٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَى الدَّرَجَةِ إِلَّا وَاحِدٌ وَاحِدٌ، وَلَا يَجْتَمِعُ الْمُسْلِمُوْنَ بِهَا لِلصَّلَاةِ فِيْهَا وَلَا يُؤَذِّنُوْنَ عَلَيْهَا.

المواعظ والاعتبار بذکر الخطط والآثار: ج3 ص273

ترجمہ: عیسائیوں کے علماء نے امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ جب "القدس" شہر فتح ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے عیسائیوں کے لیے معاہدۂ امن لکھا کہ ان کی جان، ان کی اولاد، ان کی خواتین، ان کے اموال اور ان کے تمام گرجا گھروں کو امان دی جاتی ہے۔ نہ تو گرجا گھروں کو گرایا جائے اور نہ ہی ان میں رہائش رکھی جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ "قُمامہ" نامی گرجا گھر کے صحن کے درمیان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب نماز کا وقت ہوا آپ وہاں سے باہر تشریف لائے اور (بڑی) سیڑھی کے ایک زینے پر جو دروازے کی طرف تھا، اکیلے نماز ادا کی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ واپس تشریف فرما ہوئے اور بَطرک سے فرمایا: اگر میں گرجا گھر کے اندر نماز پڑھ لیتا تو آئندہ اس دلیل پر کہ عمر نے اس گرجے میں نماز ادا کی تھی مسلمان اس پر قبضہ کرلیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک تحریر لکھی جس میں یہ بات درج تھی کہ مسلمانوں میں سے جو بھی گرجا گھر سے باہر سیڑھی کے زینہ پر نماز پڑھنا چاہے تو اکیلا اکیلا پڑھ لے اور مسلمان گرجا گھر کے اندر باجماعت نماز کے لیے جمع نہ ہوں اور نہ ہی اس کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر اذان دیں۔

منافقین سے برتاؤ:

حافظ عزالدین ابوالحسن علی بن محمد بن عبدالکریم ابن اثیر جزری رحمہ اللہ (ت630ھ) لکھتے ہیں:

وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِذَا مَاتَ مَيِّتٌ يَسْأَلُ عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَإِنْ حَضَرَ الصَّلَاةَ

عَلَيْهِ صَلَّى عَلَيْهِ عُمَرُ وَإِنْ لَّمْ يَحْضُرْ حُذَيْفَةُ الصَّلَاةَ عَلَيْهِ لَمْ يَحْضُرْ عُمَرُ .

اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ لابن الاثیر: ج1 ص487 ترجمۃ حذیفۃ بن الیمان

ترجمہ: مدینہ منورہ میں جب کوئی جنازہ آتا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ معلوم کرواتے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جنازے میں شامل ہیں یا نہیں؟ اگر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ شریک ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نمازِ جنازہ پڑھا دیتے اور اگر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ شریک نہ ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اس جنازے میں شریک نہ ہوتے۔

زمانۂ عدل کی بہاریں

امام شمس الدین محمد بن عمر بن احمد السفیری الشافعی رحمہ اللہ (ت956ھ) نقل فرماتے ہیں:

وَلَهُ مِنَ الْكَرَامَاتِ مَا لَا تُحْصٰى فَمِنْ كَرَامَتِهٖ أَنَّ الْعَنَاصِرَ الْأَرْبَعِ وَافقَتْهُ، عُنْصُرُ الْمَاءِ وَالْهَوَاءِ وَالتُّرَابِ وَالنَّارِ.

شرح البخاری للسفیری: المجلس الثالث

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بے شمار کرامات ہیں۔ انہی میں سے یہ بھی ہے کہ عناصر اربعہ؛ پانی، ہوا، مٹی اور آگ آپ رضی اللہ عنہ کے موافق تھے۔

1: پانی کا موافق ہونا

امام ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن جعفر بن حیان الانصاری المعروف بابی الشیخ الاصبہانی رحمہ اللہ (ت369ھ) نقل فرماتے ہیں:

لَمَّا فُتِحَتْ مِصْرُ أُتِيَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ حِيْنَ دَخَلَ يَوْمٌ مِنْ أَشْهُرِ الْعَجَمِ فَقَالُوْا: أَيُّهَا الْأَمِيْرُ! إِنَّ لِنِيْلِنَا هٰذَا سُنَّةٌ لَا يَجْرِيْ إِلَّا بِهَا فَقَالَ لَهُمْ: "وَمَا ذَاكَ؟" قَالُوْا: إِذَا كَانَ إِحْدٰى عَشْرَةَ لَيْلَةً تَخْلُوْ مِنْ هٰذَا الشَّهْرِ، عَمَدْنَا إِلٰى جَارِيَةٍ بِكْرٍ بَيْنَ أَبَوَيْهَا. فَأَرْضَيْنَا أَبَوَيْهَا، وَجَعَلْنَا عَلَيْهَا مِنَ الثِّيَابِ أَفْضَلَ مَا يَكُوْنُ، ثُمَّ أَلْقَيْنَاهَا فِي هٰذَا النِّيْلِ. فَقَالَ لَهٗ عَمْرٌو رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: إِنَّ هٰذَا لَا يَكُوْنُ أَبَدًا فِي الْإِسْلَامِ، وَإِنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ. فَأَقَامُوْا يَوْمَهُمْ، وَالنِّيْلُ لَا يَجْرِيْ قَلِيْلًا وَلَا كَثِيْرًا، حَتّٰى هَمُّوْا بِالْجِلَاءِ. فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ عَمْرٌو رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، كَتَبَ إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِذٰلِكَ. فَكَتَبَ أَنْ قَدْ أَصَبْتَ بِالَّذِيْ فَعَلْتَ وَإِنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ وَبَعَثَ بِطَاقَةً فِي دَاخِلِ كِتَابِهٖ وَكَتَبَ إِلٰى عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: "إِنِّيْ قَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكَ بِطَاقَةً فِي دَاخِلِ كِتَابِيْ إِلَيْكَ، فَأَلْقِهَا فِي النِّيلِ" فَلَمَّا قَدِمَ كِتَابُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلٰى عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَخَذَ الْبِطَاقَةَ فَفَتَحَهَا، فَإِذَا فِيْهَا: "مِنْ عَبْدِ اللهِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، إِلٰى نِيْلِ أَهْلِ مِصْرَ، أَمَّا بَعْدُ! فَإِنْ كُنْتَ تَجْرِيْ مِنْ قِبَلِكَ فَلَا تَجْرِ، وَإِنْ كَانَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ يُجْرِيْكَ، فَأَسْأَلُ اللهَ الْوَاحِدَ

الْقَهَّارَ أَنْ يُجْرِيَكَ. قَالَ: فَأَلْقَى الْبِطَاقَةَ فِي النِّيْلِ قَبْلَ الصَّلِيْبِ بِيَوْمٍ، وَقَدْ تَهَيَّأَ أَهْلُ مِصْرَ لِلْجَلَاءِ مِنْهَا، لِأَنَّهُ لَا تَقُوْمُ مَصْلَحَتُهُمْ فِيْهَا إِلَّا بِالنِّيْلِ. فَلَمَّا أَلْقَى الْبِطَاقَةَ أَصْبَحُوْا يَوْمَ الصَّلِيْبِ، وَقَدْ أَجْرَاهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ سِتَّةَ عَشَرَ ذِرَاعًا فِي لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ، وَقَطَعَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ تِلْكَ السُّنَّةَ السُّوْءَ عَنْ أَهْلِ مِصْرَ إِلَى الْيَوْمِ."

کتاب العظمۃ لابی الشیخ الاصبہانی: ج4 ص1424 قصة النيل و منتهاه

ترجمہ: جب مصر فتح ہوا تو لوگ اہلِ عجم کا ایک خاص مہینہ آنے پر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے امیر! ہمارے اس دریائے نیل کی ایک عادت ہے جس کے بغیر وہ نہیں چلتا۔ آپ نے ان سے پوچھا: وہ عادت کون سی ہے؟ وہ کہنے لگے کہ جب اس مہینے کی 11 راتیں گزر جاتی ہیں تو ہم ایک کنواری لڑکی کو لاتے ہیں جس نے اپنے ماں باپ کے درمیان پرورش پائی ہو، پھر ہم اس کے والدین کو راضی کرتے ہیں، اور اسے بہترین لباس پہنا کر اسے دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ اس پر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اسلام میں تو ایسا کبھی نہیں ہو سکتا، اسلام پہلے کے تمام رواجوں کو ختم کر دیتا ہے۔ چنانچہ وہ اس مخصوص دن اس رسم سے رکے رہے اور دریائے نیل ذرا سا بھی نہیں چلا حتی کہ انہوں نے وہاں سے ترکِ وطن کا ارادہ کر لیا۔ جب حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ حالت دیکھی تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے جواباً خط لکھا کہ آپ نے بالکل درست کہا ہے، حقیقت بھی یہی ہے کہ اسلام پہلے کے تمام رواج ختم کر دیتا ہے۔ آپ نے اپنا جوابی خط لکھ بھیجا اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ میں نے اپنے خط میں آپ کی طرف ایک رقعہ بھیجا ہے۔ آپ اسے دریائے نیل میں ڈال دیں۔ چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس خط کو کھولا۔ اس میں لکھا ہوا تھا:

اللہ کے بندے امیر المؤمنین عمر کی طرف سے اہلِ مصر کے نیل کے نام

اما بعد: اگر تو اپنی مرضی سے چلتا ہے تو مت چل اور اگر اللہ تجھے چلاتا ہے تو میں اللہ واحد و قہار سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے چلا دے۔

چنانچہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے وہ رقعہ؛ عیدِ صلیب (جو عیسائیوں کا خصوصی تہوار تھا) سے ایک

دن پہلے دریائے نیل میں ڈال دیا، اور اہلِ مصر تو ہجرت کی تیاری کر چکے تھے، کیونکہ ان کی معیشت دریائے نیل ہی پر قائم تھی لیکن جب انہوں نے وہ رقعہ ڈالا تو اگلے دن، جو عیدِ صلیب کا دن تھا، وہ صبح اس حال میں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے دریا کو ایک ہی رات میں سولہ ہاتھ بلند بہا دیا، اور اللہ تعالیٰ نے اہلِ مصر سے وہ بُری رسم ہمیشہ کے لیے ختم کر دی، اور آج تک وہ رسم واپس نہیں آئی۔

2:ہوا کا موافق ہونا

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بَعَثَ جَيْشًا، وَأَمَّرَ عَلَيْهِمْ رَجُلًا يُدْعٰى سَارِيَةَ، قَالَ: فَبَيْنَا عُمَرُ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمًا، قَالَ: فَجَعَلَ يَصِيحُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ: يَا سَارِيَ الْجَبَلَ، يَا سَارِيَ الْجَبَلَ، قَالَ: فَقَدِمَ رَسُوْلُ الْجَيْشِ فَسَأَلَهُ، فَقَالَ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، لَقِيْنَا عَدُوَّنَا فَهَزَمْنَاهُمْ، فَإِذَا بِصَائِحٍ يَصِيْحُ: يَا سَارِيَ الْجَبَلَ، يَا سَارِيَ الْجَبَلَ، فَأَسْنَدْنَا ظُهُوْرَنَا بِالْجَبَلِ فَهَزَمَهُمُ اللهُ، فَقِيْلَ لِعُمَرَ، يَعْنِي: ابْنَ الْخَطَّابِ: إِنَّكَ كُنْتَ تَصِيْحُ بِذٰلِكَ.

فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل: ص 331، 332 فضائل امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، رقم الحدیث 355

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر بھیجا اور اس کا سالار حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ ایک دن خطبہ کے دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اچانک یہ آواز لگائی: اے ساریہ! پہاڑ کی اوٹ میں ہو جاؤ۔ اے ساریہ! پہاڑ کی اوٹ میں ہو جاؤ۔ پھر اس لشکر کی خبر دینے والا شخص مدینہ منورہ آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لشکر کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا کہ امیر المؤمنین! ہم لوگ شکست کھا گئے اور اس شکست کی حالت میں تھے کہ ہم نے یکا یک ایک آواز سنی جس نے کہا: اے ساریہ! پہاڑ کی اوٹ میں ہو جاؤ۔ اے ساریہ! پہاڑ کی اوٹ میں ہو جاؤ۔ ہم نے پہاڑ کی اوٹ میں پناہ لی، اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست دی۔ لوگوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ ہی تو تھے جس نے اس طرح آواز دی تھی۔

3:زمین کا موافق ہونا

امام تاج الدین عبد الوہاب بن تقی الدین السبکی رحمہ اللہ (ت 771ھ) نقل کرتے ہیں:

قَالَ إِمَامُ الْحَرَمَيْنِ رَحِمَهُ اللهُ فِي كِتَابِ الشَّامِلِ: إِنَّ الْأَرْضَ زُلْزِلَتْ فِي زَمَنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنٰى عَلَيْهِ وَالْأَرْضُ تَرْجُفُ وَتَرْتَجُّ ثُمَّ ضَرَبَهَا بِالدِّرَّةِ وَقَالَ: أَقِرِّي أَلَمْ أَعْدِلْ عَلَيْكِ فَاسْتَقَرَّتْ مِنْ وَقْتِهَا.

طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للسبکی: ج2 ص324 منھا قصۃ الزلزلۃ

ترجمہ: امام الحرمین نے اپنی کتاب "الشامل" میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک مرتبہ (مدینہ منورہ میں) زلزلہ آیا اور زمین زور زور سے ہلنے لگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (انتہائی جلال میں آکر) اپنا دُرّہ زور سے زمین پر مار کر فرمایا: اے زمین! ٹھہر جا۔ کیا میں نے تجھ پر عدل نہیں کیا؟ تو وہ اسی وقت سے آج تک ٹھہر گئی۔ (تب سے لے کر آج تک مدینہ کی سرزمین پر زلزلہ نہیں آیا۔)

4: آگ کا موافق ہونا

امام تاج الدین عبد الوہاب بن تقی الدین السبکی رحمہ اللہ (ت 771ھ) نقل کرتے ہیں:

كَانَتْ تَخْرُجُ مِنْ كَهْفٍ فِي جَبَلٍ فَتَحْرُقُ مَا أَصَابَتْ فَخَرَجَتْ فِي زَمَنِ عُمَرَ فَأَمَرَ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ أَوْ تَمِيمًا الدَّارِيَّ أَنْ يَدْخُلَهَا الْكَهْفَ فَجَعَلَ يَحْبِسُهَا بِرِدَائِهِ حَتّٰى أَدْخَلَهَا الْكَهْفَ فَلَمْ تَخْرُجْ بَعْدُ.

طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للسبکی: ج2 ص326 منھا قصۃ النار الخارجۃ من الجبل

ترجمہ: (مدینہ منورہ کے) ایک پہاڑ کے غار سے آگ نکلتی تھی جو آس پاس کی تمام چیزوں کو جلا کر راکھ کر دیتی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی یہ آگ نکلی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ یا حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو (اپنی چادر دے کر) فرمایا کہ غار میں چلے جائیں (اور اس چادر کے ذریعے آگ کو وہیں روک دیں) چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ یا تمیم داری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی چادر سے اس آگ کو روک دیا اور غار ہی میں دھکیل دیا۔ چنانچہ یہ آگ پھر کبھی ظاہر نہ ہوئی۔

علمی ذوق اور فقہی فیصلے

علمی مجالس کا انعقاد:

امام ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی رحمہ اللہ (ت 463ھ) روایت نقل فرماتے ہیں:

وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَعَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ وَغَيْرِهِمَا مِنَ الصَّحَابَةِ أَنَّهُمْ تَكَلَّمُوْا فِيْ أَحْكَامِ الْحَوَادِثِ قَبْلَ نُزُوْلِهَا وَتَنَاظَرُوْا فِيْ عِلْمِ الْفَرَائِضِ وَالْمَوَارِيْثِ وَتَبِعَهُمْ عَلٰى هٰذِهِ السَّبِيْلِ التَّابِعُوْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ فُقَهَاءِ الْأَمْصَارِ فَكَانَ ذٰلِكَ إِجْمَاعًا مِنْهُمْ عَلٰى أَنَّهٗ جَائِزٌ غَيْرُ مَكْرُوْهٍ وَمُبَاحٌ غَيْرُ مَحْظُوْرٍ.

الفقیہ والمتفقہ للخطیب: ج1 ص344 باب القول فی السوال عن الحادثۃ والکلام

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں منقول ہے کہ ان حضرات نے جدید مسائل کے پیش آنے سے پہلے ان کے بارے میں گفتگو کی ہے۔ نیز ان حضرات نے میراث کے مسائل میں آپس میں مناظرہ بھی فرمایا ہے۔ حضرات تابعین اور بعد کے فقہاء کرام رحمہم اللہ نے بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے نقشِ قدم پہ چلتے ہوئے مناظرے فرمائے ہیں۔ ان حضرات کا یہ طرزِ عمل اس بات پہ اجماع ہے کہ مناظرہ جائز ہے، مکروہ نہیں اور مناظرہ کرنا مباح ہے، ممنوع نہیں۔

حقیۃ الاعتقاد:

ہر مؤمن کو یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ میرا عقیدہ حق ہے اور میرے مخالف کا عقیدہ باطل ہے۔ اس لیے کہ ایمان کا معنیٰ "یقین" ہے۔ اگر اپنے عقیدے کے حق ہونے کا یقین نہ ہو تو بندہ مؤمن ہی نہیں رہتا۔

امام زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم الحنفی رحمہ اللہ (ت 970ھ) فرماتے ہیں:

وَإِذَا سُئِلْنَا عَنْ مُعْتَقَدِنَا وَمُعْتَقَدِ خُصُومِنَا فِي الْعَقَائِدِ يَجِبُ عَلَيْنَا أَنْ نَقُوْلَ: اَلْحَقُّ مَا نَحْنُ عَلَيْهِ وَالْبَاطِلُ مَا عَلَيْهِ خُصُوْمُنَا.

الاشباہ والنظائر علی مذہب ابی حنیفۃ النعمان: ص330

ترجمہ: جب ہم سے ہمارے اور ہمارے مخالف کے عقیدے کے متعلق پوچھا جائے تو ہماری ذمہ داری ہے ہم یہ

جواب دیں کہ ہمارا عقیدہ ہی ٹھیک ہے اور ہمارے مخالف کا عقیدہ باطل ہے۔

اسی امر کا اظہار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بار اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: فَأَتَيْتُ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ: أَلَسْتَ نَبِيَّ اللهِ حَقًّا؟ قَالَ: "بَلَى." قُلْتُ: أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ؟ قَالَ: "بَلَى."

صحیح البخاری: رقم الحدیث 2731

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں (صلحِ حدیبیہ کے موقع پر) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی: کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: کیوں نہیں! میں نے عرض کیا: کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: کیوں نہیں! (یعنی واقعی ہم اہلِ حق اور ہمارے مخالف اہلِ باطل ہیں)

فائدہ: درج بالا حدیث مبارک میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے حق پر ہونے اور دشمن کے باطل پر ہونے کا استفہام کیا ہے۔ استفہام (سوال کرنا) کی کئی قسمیں ہیں:

1: استفہام تقریری

جس میں اپنی بات کو مستحکم اور پختہ کرنے کے لئے بات کو سوالیہ انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔

مثال 1: ﴿أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ﴾ [الاعراف:172] کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟

مثال 2: خاوند اپنی بیوی سے کہے: کیا میں تمہارا شوہر نہیں ہوں، کیا میں تمہیں سمجھا نہیں سکتا؟

2: استفہامِ انکاری:

جس میں کسی غلط بات پہ ڈانٹنے کے لئے یا کسی بات کا انکار کرنے کے لئے سوال کیا جاتا ہے۔

مثال 1: ﴿كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللهِ﴾ [سورۃ البقرۃ:28] کہ تم اللہ کا کیسے انکار کرتے ہو؟

مثال 2: جب کسی شخص کے سامنے ایسا کھانا رکھیں جو اسے پسند نہ ہو اور وہ کہے: کیا میں یہ کھانا کھاؤں گا؟ مطلب یہ ہے کہ میں یہ نہیں کھا سکتا!

آپ رضی اللہ عنہ کا استفہام؛ استفہامِ تقریری ہے یعنی آپ رضی اللہ عنہ اپنے حق پر ہونے کی پختگی کو سوالیہ انداز میں پیش کر رہے تھے۔

معرفتِ نزول قرآن:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا مِنَ الْيَهُودِ قَالَ لَهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! آيَةٌ فِي كِتَابِكُمْ تَقْرَءُوْنَهَا لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ الْيَهُودِ نَزَلَتْ لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا، قَالَ أَيُّ آيَةٍ؟ قَالَ: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ قَالَ عُمَرُ: قَدْ عَرَفْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَالْمَكَانَ الَّذِيْ نَزَلَتْ فِيْهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 45

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی نے ان سے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کی کتاب (قرآن کریم) میں ایک آیت ایسی ہے کہ اگر وہ ہم پر (یعنی دینِ یہود میں) نازل کی جاتی تو ہم اس دن عید مناتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا: کون سی آیت؟ یہودی نے کہا: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ جس کا مفہوم یہ ہے کہ آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت دین پسند کر لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: ہم اس دن کو خوب جانتے ہیں اور اس جگہ کو بھی اچھی طرح سے جانتے ہیں جہاں یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔ یوم عرفہ (نویں ذوالحج) بروز جمعہ میدانِ عرفات میں وقوف فرما رہے تھے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہر خوشی کے موقع کو عید بنالیا جائے۔

حفاظتِ لغتِ عرب برائے تفسیر قرآن:

اهل السنۃ والجماعۃ کے ہاں قرآن و سنت اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ میں کوئی صراحت

نہ ملے تو آیت کی تفسیر لغتِ عرب کے عام محاورات کے مطابق کی جائے گی۔ جیسے قرآن کریم میں ہے:

﴿اَوۡ یَاۡخُذَهُمۡ عَلٰی تَخَوُّفٍ﴾

سورۃ النحل:47

ترجمہ: یا؛ اللہ ان (مجرموں) کو اس طرح اپنی گرفت میں لے کہ وہ آہستہ آہستہ گھٹتے چلے جائیں۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ابی بکر الانصاری الخزرجی شمس الدین القرطبی رحمہ اللہ (ت 671ھ) نقل کرتے ہیں:

وَقَالَ سَعِيْدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ: بَيْنَمَا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِ قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! مَا تَقُوْلُوْنَ فِي قَوْلِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ: ﴿اَوۡ یَاۡخُذَهُمۡ عَلٰی تَخَوُّفٍ﴾ فَسَكَتَ النَّاسُ فَقَالَ شَيْخٌ مِنْ بَنِي هُذَيْلٍ: هِيَ لُغَتُنَا يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! اَلتَّخَوُّفُ التَّنَقُّصُ .... فَقَالَ عُمَرُ: أَتَعْرِفُ الْعَرَبُ ذٰلِكَ فِي أَشْعَارِهِمْ؟ قَالَ نَعَمْ، قَالَ شَاعِرُنَا أَبُوْ كَبِيْرٍ الْهُذَلِيُّ يَصِفُ نَاقَةً ....

تَخَوَّفَ الرَّحْلُ مِنْهَا تَامِكاً قَرِدًا
كَمَا تَخَوَّفَ عُوْدَ النَّبْعَةِ السَّفَنُ

فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! عَلَيْكُمْ بِدِيْوَانِكُمْ شِعْرِ الْجَاهِلِيَّةِ فَإِنَّ فِيْهِ تَفْسِيْرَ كِتَابِكُمْ وَمَعَانِيَ كَلَامِكُمْ.

تفسیر القرطبی: ج10 ص111 تفسیر سورۃ النحل تحت ھذہ الآیۃ

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما تھے۔ اس دوران آپ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: آپ لوگ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿اَوۡ یَاۡخُذَهُمۡ عَلٰی تَخَوُّفٍ﴾ کے بارے کیا جانتے ہیں؟ سامعین خاموش رہے۔ قبیلہ بنو ھُذیل کا ایک بوڑھا شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! یہ ہماری زبان ہے اور اس میں ''تخوف'' کمی اور نقصان کو کہتے ہیں... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا اہلِ عرب نے اپنے اشعار میں اس لفظ کا یہ معنی مراد لیا ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ جی ہاں، ہمارے قبیلے کے شاعر ابو کبیر الھُذلی نے اپنی اونٹنی کی تعریف ان اشعار میں کی ہے: جس کا مفہوم یہ ہے:

کجاوہ کی رسی اونٹنی کے کوہان کے بال کو کم کرتی رہتی ہے، جیسا کہ لوہا کشتی کی لکڑی کو کم کرتا رہتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حاضرین کو فرمایا: اپنے دیوان یعنی زمانہ جاہلیت کے اشعار کو مضبوطی سے تھامے رکھو، کیونکہ اس میں تمہاری کتاب (قرآن) کی تفسیر اور تمہاری زبان کے معانی موجود ہیں۔

عقیدہ ابنیتِ مسیح کی تردید:

اھل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ آپ بغیر والد کے اپنی والدہ سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ جبکہ عیسائیوں کا ایک طبقہ انہیں اللہ کا بیٹا قرار دیتا ہے۔ العیاذ باللہ۔

امام معمر بن ابی عمرو راشد الازدی رحمہ اللہ (ت 153ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ نَافِعٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: إِنَّ عِيْسٰى لَا أَبَ لَهٗ.

الجامع لمعمر بن راشد، باب الاسماء والکنیٰ، رقم الحدیث: 19857

ترجمہ: حضرت نافع رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے (پیدا ہوئے) تھے۔

عقیدہ ختم نبوت:

امام ابو الفضل قاضی عیاض بن موسیٰ السبتی رحمہ اللہ (ت 544ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهٗ قَالَ فِي كَلَامٍ بَكٰى بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي يَا رَسُوْلَ اللهِ! لَقَدْ بَلَغَ مِنْ فَضِيْلَتِكَ عِنْدَ اللهِ أَنْ بَعَثَكَ آخِرَ الْأَنْبِيَاءِ وَذَكَرَكَ فِي أَوَّلِهِمْ.

الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم: ج1 ص45 الفصل السابع

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے گفتگو کی جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے والدین آپ پر قربان ہوں، اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا مقام اتنا بلند وبالا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو انبیائے کرام علیہم السلام میں سب سے آخر میں بھیجا ہے مگر آپ کا ذکرِ

خیر ان سب سے پہلے فرمایا ہے۔

مسئلہ عذاب قبر پر ایک مجوسی سے فیصلہ کن مناظرہ:

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ (ت 1239ھ) فرماتے ہیں:

مروی شده کہ مجوسی نزد خلیفہ ثانی آمد وهمراه خود سہ کاسہ سر آورد وگفت پیغمبر شماگفتہ است کہ ہرکہ از دنیا بی ایمانی رود اورا بآتش می سوزند خلیفہ ثانی گفت بلی‌مجوسی گفت اینک سر هاء پدر وبرادر و مادر من است دست خود رابرآن بنہ واثر سوزش ازان دریافت کن۔ خلیفہ ثانی برخاست وقطعہ آهن وسنگ نزد آن مجوسی آورد وگفت کہ ای مجوسی دست برین ہر دوبگزارهیچ اثرگرمی می یابی گفت نہ ہر دو سرد اند باز گفت کہ این آهن را برین سنگ بزن همچنان کرد آتش بلند برآمد گفت این آتش ازکجابرآمد مجوسی گفت کہ درین ہردوآتش کامن بود بسبب سحق ظهورنمود گفت پس چراانکار میکنی کہ شاید درین سرهاهم آتش کامن باشد ودست ترامحسوس نمی شود مجوسی توبہ کردوباسلام مشرف شد۔

تحفہ اثنا عشریہ: ص 481،480 باب ہشتم عقیدہ سیوم

ترجمہ: امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مجوسی ایک برتن میں تین سر لے کر حاضر ہوا اور کہنے لگا:

مجوسی: تمہارے نبی کا فرمان ہے کہ جو آدمی کفر کی حالت میں دنیا سے جائے گا اسے قبر میں آگ کا عذاب دیا جائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: جی بالکل ایسے ہی ہے۔

مجوسی: یہ ایک سر میرے باپ کا، ایک میرے بھائی کا اور ایک میری ماں کا ہے۔ آپ ان پر ہاتھ رکھیں، ان میں آپ کو آگ کا اثر محسوس نہیں ہو گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے اٹھے، ایک پتھر اور لوہا اس مجوسی کے سامنے رکھا اور فرمایا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: اس پر ہاتھ رکھ کے بتاؤ کہ کیا یہ گرم ہے؟

مجوسی: نہیں۔ یہ دونوں تو ٹھنڈے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: اس لوہے کو پتھر پر مارو!

چنانچہ اس مجوسی نے ایسا ہی کیا تو پتھر سے آگ کی چنگاریاں نکلنے لگیں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: بتاؤ! یہ چنگاریاں کہاں سے آئیں؟

مجوسی: اس پتھر میں آگ چھپی ہوئی تھی، جب اس پہ لوہا لگا ہے تو ظاہر ہو گئی ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ: تو ان سروں میں چھپی ہوئی آگ کا انکار کیوں کرتا ہے؟

یہ بات سن کر اس مجوسی نے توبہ کی اور مسلمان ہو گیا۔

شبہات سے بچنے کا نسخہ فاروقی:

امام ابو عمر یوسف بن عبد البر القرطبی المالکی رحمہ اللہ (ت 463ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَشَجِّ رَحِمَهُ اللهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَيَأْتِي قَوْمٌ يُجَادِلُوْنَكُمْ بِشُبُهَاتِ الْقُرْآنِ فَخُذُوْهُمْ بِالسُّنَنِ فَإِنَّ أَصْحَابَ السُّنَنِ أَعْلَمُ بِكِتَابِ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ.

جامع بیان العلم وفضلہ: ج2 ص245 باب ذکر من ذم الاکثار من الحدیث

ترجمہ: حضرت بکیر بن اشج رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: عنقریب ایک ایسی قوم بھی آنے والی ہے جو قرآنی شبہات (جو انہوں نے از خود پیدا کیے ہوں گے) کے ذریعے تم سے (اصولی اور علمی بحث ومباحثہ کے بجائے جاہلانہ طرز اور بے اصولے پن سے) جھگڑا کریں گے۔ تو (ایسے موقع پر) تم سنتوں کے ذریعہ ان کی گرفت کرو۔ اس لیے کہ سنت کو جاننے اور ماننے والا ہی کتاب اللہ کی مراد کو صحیح سمجھنے کے لائق ہے۔

غیر مسلموں کے تہواروں سے بچنے کا حکم:

امام ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی رحمہ اللہ (ت 211ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِيْ عَطَاءِ بْنِ دِيْنَارٍ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَا تَعَلَّمُوْا رَطَانَةَ الْأَعَاجِمِ، وَلَا تَدْخُلُوْا عَلَيْهِمْ فِيْ كَنَائِسِهِمْ يَوْمَ عِيْدِهِمْ، فَإِنَّ السَّخْطَةَ تَنْزِلُ عَلَيْهِمْ

المصنف لعبد الرزاق: باب الصلاۃ فی البیعۃ، رقم الحدیث: 1609

ترجمہ: حضرت ابو عطاء بن دینار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عجمیوں کی زبان (جو غیر اسلامی تہذیب لائے) مت سیکھو اور مشرکوں کے معبد خانوں میں ان کے تہوار کے دن مت جاؤ، کیونکہ ان پر اللہ کی ناراضگی نازل ہوتی ہے۔

فائدہ: یہاں عجمیوں کی زبان سے مراد "دین دشمن لوگوں کی زبان" ہے۔ دین دشمن لوگوں کی زبان سیکھنے کی ممانعت اس وقت ہے جب اس میں دین کے ضائع ہونے کا خدشہ ہو۔ اس لیے اگر اس میں دینی یا دنیوی نفع مقصود ہو تو پھر کسی عجمی زبان کا سیکھنا نہ صرف جائز بلکہ بعض مرتبہ مستحب اور بہتر ہوتا ہے۔

اتباعِ سنت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ جَاءَ إِلَى الْحَجَرِ الْأَسْوَدِ فَقَبَّلَهُ فَقَالَ: إِنِّي أَعْلَمُ أَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا أَنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 1597

ترجمہ: حضرت عابس بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حجرِ اسود کے پاس آئے اور اسے بوسہ دے کر فرمایا: میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تو محض ایک پتھر ہے؛ نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع۔ اگر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔

مسئلہ تقلید اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

پہلے چند باتیں سمجھ لیجیے:

[1]: تقلید کی تعریف

بادلیل بات کو بلا مطالبہ دلیل مان لینا۔

[2]: تقلید کی قسمیں

دو قسمیں ہیں:

۱: تقلیدِ شخصی: مجتہدِ خاص کی بادلیل بات کو بلا مطالبہ دلیل مان لینا۔

۲: تقلیدِ مطلق: کسی مجتہد کی بادلیل بات کو بلا مطالبہ دلیل مان لینا۔

[3]: روایات میں تقلید شخصی کا بھی ثبوت ملتا ہے اور تقلیدِ مطلق کا بھی

خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل سے تقلید شخصی کا ثبوت ملتا ہے۔

چنانچہ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ اَلعَبَسی الکوفی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ رَبَاحٍ رَحِمَهُ اللهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبَ النَّاسَ فِي الْجَابِيَةِ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ : مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنِ الْقُرْآنِ فَلْيَأْتِ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّسْأَلَ عَنِ الْفَرَائِضِ فَلْيَأْتِ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَسْأَلَ عَنِ الْفِقْهِ فَلْيَأْتِ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ وَمَنْ أَحَبَّ أَنْ يَّسْأَلَ عَنِ الْمَالِ فَلْيَأْتِنِي فَإِنَّ اللهَ جَعَلَنِي خَازِنًا وَقَاسِمًا.

المصنف لابن ابی شیبۃ: باب ما قالوا فیمن یبدا بہ فی الاعطیۃ، رقم الحدیث:33567

ترجمہ: حضرت رباح رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جابیہ کے مقام پہ خطبہ دیتے ہوئے حمد و ثناء کے بعد فرمایا: جو شخص قرآن کے بارے کچھ معلوم کرنا چاہے تو وہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس جائے۔ جس نے میراث کے مسائل معلوم کرنے ہوں تو وہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس جائے۔ جس نے کوئی فقہ کا مسئلہ پوچھنا ہو تو وہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس جائے اور جس کا کوئی مالی مسئلہ ہو تو وہ میرے پاس آئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مال کا محافظ اور تقسیم کرنے والا بنایا ہے۔

مسئلہ توسل اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

اھل السنۃ والجماعۃ کا مذہب ہے کہ "توسل" سے مراد اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے؛ چاہے وہ انبیاء، صالحین اور اولیاء سے دعا کروا کر اور ان کی شفاعت سے حاصل کیا جائے- اسی کو توسل بالدعا کہتے ہیں- یا ہر اس عمل سے کیا جائے جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے۔ جیسے اس کی عبادت کرنا۔ مثلاً نماز پڑھنا، زکوۃ دینا، روزہ رکھنا وغیرہ اور انبیاء و رسل علیہم السلام کی اطاعت کرنا- اسی کو توسل بالاعمال کہتے ہیں- یا انبیاء و صالحین کی جاہ، حرمت، برکت اور

ان کے (اللہ پر ہونے والے) حق (یا اس قسم کے دیگر الفاظ مثلاً بطفیل فلاں، بوسیلہ فلاں وغیرہ) سے حاصل کیا جائے، چاہے اس دنیوی زندگی میں ہو یا وفات کے بعد والی زندگی میں ہو۔ اسی کو توسل بالذوات کہتے ہیں۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسٍ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَانَ إِذَا قَحَطُوا اسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا فَتَسْقِيْنَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا، قَالَ: فَيُسْقَوْنَ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث1010

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو عمر بن خطاب، عباس بن عبد المطلب کے وسیلہ سے دعا کرتے اور فرماتے کہ اے اللہ! ہم تیرے پاس تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ لے کر آیا کرتے تھے تو آپ ہمیں سیر اب کرتے تھے، اب ہم لوگ اپنے نبی کے چچا (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) کا وسیلہ لے کر آئے ہیں، ہمیں سیر اب فرما۔ راوی کا بیان ہے کہ لوگ سیر اب کئے جاتے (یعنی بارش ہو جاتی)۔

فائدہ:

توسل کی کئی اقسام ہیں:

1: توسل بالدعاء

2: توسل بالاعمال الصالحہ

3: توسل بالذوات الاحیاء

4: توسل بالذوات الاموات

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اثر میں توسل بالذات کی دلیل ہے۔

فائدہ:

اس روایت پر ہونے والے اشکالات کے جوابات اور توسل کے مزید دلائل کے لیے ہماری مرتب کردہ فائل "مسئلہ توسل" ملاحظہ فرمائیں۔

فجر کی سنتوں کی قضاء کا وقت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

اھل السنۃ والجماعۃ احناف کا مذہب ہے کہ اگر کسی شخص کو اطمینان ہو کہ وہ فجر کی سنتیں ادا کرنے کے بعد جماعت کی دوسری رکعت بلکہ تشہد میں مل جائے گا تو اسے چاہیے کہ کسی الگ جگہ مثلاً: مسجد سے باہر، مسجد کے صحن میں، کسی ستون وغیرہ کی اوٹ میں، جماعت کی جگہ سے ہٹ کر پہلے سنتیں ادا کرے پھر جماعت میں شریک ہو۔ ہاں اگر یہ خیال ہو کہ سنتیں پڑھنے کی صورت میں جماعت فوت ہو جائے گی تو اب سنتیں نہ پڑھے بلکہ اب جماعت میں شریک ہو جائے۔ اگر کسی کی فجر کی سنتیں رہ جائیں تو وہ انہیں فرض کے بعد سورج نکلنے سے پہلے نہ پڑھے بلکہ سورج نکلنے کے بعد پڑھے۔

امام مسلم بن حجاج القشیری النیشابوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْهُمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَكَانَ أَحَبَّهُمْ إِلَيَّ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْفَجْرِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ.

صحیح مسلم: رقم الحدیث 823

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہ رضی اللہ عنہم سے سنا، ان میں سے ایک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ہیں جو مجھے دیگر صحابہ رضی اللہ عنہ میں سب سے زیادہ محبوب ہیں، میں نے ان سے سنا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کے بعد سورج کے طلوع ہونے تک اور عصر کے بعد سورج کے غروب ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی الکوفی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ قَالَ : لَا تَصْلُحُ الصَّلَاةُ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغِيْبَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ، قَالَ وَكَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَضْرِبُ عَلٰى ذٰلِكَ.

المصنف لابن ابی شیبۃ: ج5 ص114 باب من قال لا صلاۃ بعد الفجر رقم الحدیث: 7409

ترجمہ: حضرت ابو العالیہ (رفیع بن مہران) فرماتے ہیں: عصر کے بعد سورج کے غروب ہونے تک اور صبح کے بعد

سورج کے طلوع ہونے تک کوئی نماز درست نہیں۔ نیز فرماتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر سزا دیا کرتے تھے۔

مسئلہ ترکِ قراءۃ خلف الامام اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

اھل السنۃ والجماعۃ احناف کا مذہب ہے کہ مقتدی؛ امام کے پیچھے قرآن کریم کی تلاوت نہ کرے، چاہے سری نماز ہو یا جہری۔ اس پر بہت سارے دلائل موجود ہیں۔ انہی میں سے ایک دلیل خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل بھی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے مقتدی کو قراءت کرنے سے روکتے تھے۔

امام ابو بکر عبد الرزاق بن ھمام الصنعانی رحمہ اللہ (ت 211ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُوسَى بْنِ عُقْبَةَ رَحِمَهُ اللهُ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ كَانُوْا يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ.

المصنف عبد الرزاق: ج2ص90،91، باب القراءۃ خلف الامام، رقم الحدیث: 2813

ترجمہ: حضرت موسیٰ بن عقبہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع فرماتے تھے۔

امام ابو محمد بدر الدین محمود بن احمد بن موسی بن احمد العینی رحمہ اللہ (ت 855ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: كَانَ عَشَرَةٌ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ أَشَدَّ النَّهْيِ: أَبُوْ بَكْرٍ الصِّدِّيْقُ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ وَعَلِيُّ بْنُ أَبِيْ طَالِبٍ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ أَبِيْ وَقَّاصٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ.

عمدۃ القاری للعینی: ج4ص449 باب وجوب القراءۃ للامام والماموم

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن زید بن اسلم رحمہ اللہ اپنے والد حضرت زید بن اسلم رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دس جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قراءت کرنے سے سختی سے منع فرماتے تھے۔ (ان کے نام یہ ہیں) ابو بکر صدیق، عمر فاروق، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، عبد الرحمٰن بن

عوف، سعد بن ابی وقاص، عبد اللہ بن مسعود، زید بن ثابت، عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم۔

مسئلہ آمین بالسر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

اھل السنۃ والجماعۃ احناف کا مذہب ہے کہ نماز میں سورت الفاتحہ کے اختتام پر آمین آہستہ کہنا سنت ہے۔ اس پر بہت سارے دلائل موجود ہیں۔ انہی میں سے ایک دلیل خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل بھی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ آمین آہستہ کہتے تھے۔

امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی رحمہ اللہ (ت 321ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ: كَانَ عُمَرُ وَعَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا لَا يَجْهَرَانِ بِ { بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ } وَلَا بِالتَّعَوُّذِ وَلَا بِالتَّأْمِيْنِ.

سنن الطحاوی ج1 ص150 باب قراءۃ بسم اللہ فی الصلاۃ

ترجمہ: حضرت ابو وائل رحمہ اللہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں: حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، تعوذ (یعنی أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم) اور آمین کو بلند آواز سے نہیں پڑھا کرتے تھے۔

مسئلہ ترک رفع الیدین اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

اھل السنۃ والجماعۃ احناف کا مذہب ہے کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ پوری نماز میں رفع الیدین نہ کیا جائے۔ اس پر بہت سارے دلائل موجود ہیں۔ انہی میں ایک دلیل خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل بھی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نماز میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔

امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی رحمہ اللہ (ت 321ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي أَوَّلِ تَكْبِيْرَةٍ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ.

شرح معانی الآثار للطحاوی: ج1 ص164 باب التکبیر للرکوع والتکبیر للسجود

ترجمہ: حضرت اسود رحمہ اللہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے، پھر (پوری نماز میں) رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی رحمہ اللہ (ت458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : صَلَّيْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فَلَمْ يَرْفَعُوْا أَيْدِيَهُمْ إِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلَاةِ.

السنن الکبریٰ للبیہقی: ج2 ص79 رقم الحدیث 2636

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نمازیں پڑھی، انہوں نے پوری نماز میں صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کیا۔

بیس رکعات تراویح اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح ادا کی جاتی تھی اور اس کی ابتداء بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی۔ چنانچہ رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیس رکعات پڑھائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین راتیں جماعت کے ساتھ 20 رکعات تراویح پڑھائی۔ پھر اس خدشے سے چھوڑ دی کہ کہیں میری امت پر فرض نہ ہو جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باجماعت تراویح کے معمول کو جاری رکھتے ہوئے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کو قاری مقرر کیا تاکہ لوگوں کو باجماعت بیس رکعات تراویح پڑھائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں چونکہ فرضیت والا خدشہ باقی نہ رہا کیونکہ اس کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک تھا۔ اس لیے تراویح سنتِ مؤکدہ ہے، فرض نہیں ہے۔ اس پر جہاں اور کئی دلائل موجود ہیں وہاں پر خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عمل بھی بطورِ دلیل موجود ہے۔

امام احمد بن ابی بکر البوصیری رحمہ اللہ (ت840ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَمَرَ اُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ اَنْ يُّصَلِّيَ بِاللَّيْلِ فِيْ رَمْضَانَ فَقَالَ: اِنَّ النَّاسَ يَصُوْمُوْنَ النَّهَارَ لَايُحْسِنُوْنَ اَنْ يَّقْرَأُوْا فَلَوْ قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ عَلَيْهِمْ بِاللَّيْلِ! فَقَالَ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! هٰذَا شَيْئٌ لَمْ يَكُنْ. فَقَالَ: قَدْعَلِمْتُ وَلٰكِنَّهٗ اَحْسَنُ. فَصَلّٰى بِهِمْ عِشْرِيْنَ

رَكْعَةً.

مسند احمد بن منیع بحوالہ اتحاف الخیرۃ المہرۃ للبوصیری: ج2 ص424 باب فی قیام رمضان وماروی فی عدد رکعاتہ

ترجمہ: حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ میں رمضان شریف کی رات میں نماز تراویح پڑھاؤں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "لوگ دن کو روزہ رکھتے ہیں اور (رات میں) قرأت (قرآن کی) اچھی نہیں کرتے۔ اگر آپ رات کو قرآن مجید کی تلاوت کریں تو اچھا ہے۔" حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "اے امیر المؤمنین! یہ تلاوت کا طریقہ پہلے نہیں تھا۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں جانتا ہوں لیکن یہ طریقہ تلاوت اچھا ہے۔" تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیس رکعات نماز تراویح پڑھائی۔

مسئلہ قضاءِ صلوٰۃ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

اھل السنۃ والجماعۃ کا مذہب ہے کہ قضاء شدہ نمازوں کی ادائیگی لازم ہے۔ قضاء شدہ نمازیں نہ تو توبہ سے معاف ہوتی ہیں اور نہ ہی رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو چار رکعات کی مخصوص نماز ادا کرنے سے معاف ہوتی ہیں۔ اس پر جہاں کئی دلائل موجود ہیں وہاں پر خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل بھی بطورِ دلیل موجود ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری (ت256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ جَاءَ يَوْمَ الْخَنْدَقِ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَجَعَلَ يَسُبُّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ، قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! مَا كِدْتُ أُصَلِّي الْعَصْرَ حَتّٰى كَادَتِ الشَّمْسُ تَغْرُبُ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَاللهِ مَا صَلَّيْتُهَا فَقُمْنَا إِلٰى بُطْحَانَ فَتَوَضَّأَ لِلصَّلَاةِ وَتَوَضَّأْنَا لَهَا فَصَلَّى الْعَصْرَ بَعْدَ مَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰى بَعْدَهَا الْمَغْرِبَ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 596

ترجمہ: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق کے موقع پر ایک دن کفار کو برا بھلا کہنے لگے ۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ! سورج غروب ہو گیا لیکن میں لڑائی (میں

مشغولیت کی وجہ سے) نمازِ عصر نہ پڑھ سکا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عصر کی نماز تو میری بھی فوت ہو گئی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر ہم وادیِ بطحان کی طرف گئے، ہم سب نے نماز کے لیے وضو کیا اور (عصر کی نماز) غروبِ شمس کے بعد قضاء کی۔ اس کے بعد مغرب پڑھی۔

نوٹ: یہی حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے "بَابُ قَضَاءِ الصَّلَوَاتِ الْاُوْلٰی فَالْاُوْلٰی" کے تحت ذکر کی ہے۔ اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک عنوان قائم کیا ہے:

بَابُ مَنْ نَسِیَ صَلٰوۃً فَلْیُصَلِّ اِذَا ذَکَرَہٗ.

باب؛ جو شخص نماز ادا کرنا بھول جائے تو جب اسے یاد آئے تو پڑھ لے۔

اس کے تحت بھی یہ حدیث ذکر کی ہے۔

مسئلہ تکبیراتِ نمازِ جنازہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

اھل السنۃ والجماعۃ احناف کا مذہب ہے کہ نمازِ جنازہ میں چار تکبیریں ہیں۔ اس پر جہاں کئی دلائل موجود ہیں وہاں خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل بھی بطورِ دلیل موجود ہے۔

امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الازدی الطحاوی رحمہ اللہ (ت 321ھ) فرماتے ہیں:

عَنْ إِبْرَاهِيْمَ قَالَ : قُبِضَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ وَالنَّاسُ مُخْتَلِفُوْنَ فِي التَّكْبِيْرِ عَلَى الْجَنَائِزِ لَا تَشَاءُ أَنْ تَسْمَعَ رَجُلًا يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُكَبِّرُ سَبْعًا وَاٰخَرُ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُكَبِّرُ خَمْسًا وَاٰخَرُ يَقُوْلُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يُكَبِّرُ أَرْبَعًا اِلَّا سَمِعْتُهٗ فَاخْتَلَفُوْا فِيْ ذٰلِكَ فَكَانُوْا عَلٰى ذٰلِكَ حَتّٰى قُبِضَ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَلَمَّا وُلِّيَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَرَأَى اخْتِلَافَ النَّاسِ فِيْ ذٰلِكَ شَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ جِدًّا فَأَرْسَلَ اِلٰى رِجَالٍ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ فَقَالَ: إِنَّكُمْ مَعَاشِرُ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ مَتٰى تَخْتَلِفُوْنَ عَلَى النَّاسِ يَخْتَلِفُوْنَ مَنْ بَعْدَكُمْ وَمَتٰى تَجْتَمِعُوْنَ عَلٰى أَمْرٍ يَجْتَمِعُ النَّاسُ عَلَيْهِ فَانْظُرُوْا أَمْرًا تَجْتَمِعُوْنَ عَلَيْهِ فَكَأَنَّمَا أَيْقَظَهُمْ . فَقَالُوْا: نِعْمَ مَا رَأَيْتَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! فَأَشِرْ عَلَيْنَا. فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: بَلْ أَشِيْرُوْا أَنْتُمْ عَلَيَّ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ فَتَرَاجَعُوا الْأَمْرَ بَيْنَهُمْ

فَأَجْمَعُوْا أَمْرَهُمْ عَلٰى أَنْ يَّجْعَلُوا التَّكْبِيْرَ عَلَى الْجَنَائِزِ مِثْلَ التَّكْبِيْرِ فِي الْأَضْحٰى وَالْفِطْرِ أَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ فَأَجْمَعَ أَمْرُهُمْ عَلٰى ذٰلِكَ.

شرح معانی الآثار: ج1 ص288 باب التکبیر علی الجنائز کم ہو

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جنازہ کی تکبیروں کے متعلق لوگ مختلف رائے رکھتے تھے۔ کوئی کہتا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سات تکبیریں سنیں، کوئی کہتا کہ میں نے پانچ سنیں اور کوئی کہتا کہ میں نے چار تکبیریں سنیں۔ چنانچہ یہی صورت حال حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات تک رہی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے اور لوگوں کا اس قدر اختلاف دیکھا تو آپ پر بہت گراں گزرا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف پیغام بھیجا اور فرمایا: اے صحابہ کرام کی جماعت! جب تم کسی مسئلہ کے بارے میں اختلاف کرو گے تو تم سے بعد والے بھی اختلاف کریں گے اور اگر تم کسی بات پر جمع ہو جاؤ گے تو بعد والے بھی جمع ہو جائیں گے۔ گویا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیدار کر دیا۔ تو سب لوگوں نے کہا: جی ہاں، امیر المؤمنین! آپ جس چیز کا اشارہ فرمائیں گے ہم سب اس کو اختیار کریں گے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ میں بھی تمہارے ہی جیسا ایک انسان ہوں۔ چنانچہ انہوں نے آپس میں اس معاملے میں مشورہ کیا اور سب اس بات پر متفق ہو گئے کہ جنازوں پر تکبیر اسی طرح کہی جائے جیسے عید الاضحیٰ اور عید الفطر میں کہی جاتی ہے، یعنی چار تکبیریں۔ پس سب کا اس پر اتفاق ہو گیا۔

فائدہ: جیسے عیدین (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کی نماز میں ہر رکعت میں چار تکبیریں ہوتی ہیں: پہلی رکعت میں ایک تکبیر نماز شروع کرنے کی (تکبیرِ تحریمہ) اور اس کے بعد تین زائد تکبیریں؛ اسی طرح دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے تین زائد تکبیریں اور پھر ایک تکبیر رکوع کی۔ اس کا یہی مفہوم درست ہے۔

مسئلہ تین طلاق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ:

اھل السنۃ والجماعۃ کا مذہب ہے کہ ایک مجلس میں دی گئی تین طلاقیں یا ایک کلمہ سے دی گئی تین طلاقیں تین شمار ہوتی ہیں، بیوی خاوند پر حرام ہو جاتی ہے اور بغیر حلالہ شرعی کے پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوتی۔ تین طلاقیں اکٹھی دینا اگرچہ ممنوع اور باعثِ گناہ ہے لیکن تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ اس پر جہاں کئی دلائل موجود

ہیں وہاں پر خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنا عمل بھی بطورِ دلیل موجود ہے۔

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ اَلعَبَسی الکوفی رحمہ اللہ (ت235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِذَا أُتِيَ بِرَجُلٍ قَدْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فِيْ مَجْلِسٍ أَوْجَعَهُ ضَرْبًا وَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا.

مصنف ابن ابی شیبہ: ج9ص519 باب من کرہ ان یطلق الرجل امرأتہ ثلاثا۔ رقم الحدیث 18089

ترجمہ: حضرت انس سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جب کوئی ایسا آدمی لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی ہوتیں تو آپ اس کو سزا دیتے اور ان کے درمیان جدائی کر دیتے تھے۔

امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی رحمہ اللہ (ت458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ: أَنَّ بَطَّالًا كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ فَطَلَّقَ امْرَأَتَهُ أَلْفًا فَرُفِعَ ذٰلِكَ إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: إِنَّمَا كُنْتُ أَلْعَبُ فَعَلَاهُ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِالدِّرَّةِ وَقَالَ: إِنْ كَانَ لَيَكْفِيْكَ ثَلَاثٌ.

السنن الکبریٰ للبیہقی: ج7ص334 باب ماجاء فی امضاء الطلاق الثلاث

ترجمہ: زید بن وہب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مدینہ میں ایک مسخرہ تھا۔ اس نے اپنی بیوی کو ایک ہزار طلاق دی۔ اسے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا۔ (آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا) تو اس نے جواب دیا کہ میں تو مذاق کر رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درہ سے اس کو سزا دی اور فرمایا: تمہیں تین ہی کافی ہیں۔

امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی رحمہ اللہ (ت321ھ) فرماتے ہیں:

مَنْ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا فَأَوْقَعَ كُلًّا فِيْ وَقْتِ الطَّلَاقِ لَزِمَهُ مِنْ ذٰلِكَ ... فَخَاطَبَ عُمَرُ بِذٰلِكَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَفِيْهِمْ أَصْحَابُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضِيَ اللهُ عَنْهُمُ الَّذِيْنَ قَدْ عَلِمُوْا مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذٰلِكَ فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يُنْكِرْهُ عَلَيْهِ مِنْهُمْ مُنْكِرٌ وَلَمْ يَدْفَعْهُ دَافِعٌ.

سنن الطحاوی: ج2ص34 باب الرجل یطلق امرأتہ ثلاثا معا

ترجمہ: جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں اور طلاق دیتے وقت تینوں کو نافذ بھی کر دیا (یعنی ایک

مجلس میں دیں) تو یہ تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں (دلیل اس کی حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ) جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام لوگوں کو اس چیز کے متعلق خطاب فرمایا (کہ تین طلاقیں تین ہیں) اور ان مخاطبین میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اس معاملہ سے بخوبی واقف تھے لیکن کسی نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات کا انکار نہ کیا اور نہ ہی کسی نے اسے رد کیا۔

حافظ ابو الفضل شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت 852ھ) فرماتے ہیں:

فَالرَّاجِحُ فِي الْمَوْضِعَيْنِ تَحْرِيمُ الْمُتْعَةِ وَإِيقَاعُ الثَّلَاثِ لِلْإِجْمَاعِ الَّذِي انْعَقَدَ فِي عَهْدِ عُمَرَ عَلٰى ذٰلِكَ وَلَا يُحْفَظُ أَنَّ أَحَدًا فِي عَهْدِ عُمَرَ خَالَفَهٗ فِيْ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا ... فَالْمُخَالِفُ بَعْدَ هٰذَا الْإِجْمَاعِ مُنَابِذٌ لَهٗ وَالْجُمْهُورُ عَلٰى عَدَمِ اعْتِبَارِ مَنْ أَحْدَثَ الِاخْتِلَافَ بَعْدَ الِاتِّفَاقِ.

فتح الباری شرح صحیح البخاری: ج9 ص453 باب من جوز طلاق الثلاث

ترجمہ: ان دونوں مقامات (متعہ اور تین طلاق) میں راجح بات یہی ہے کہ متعہ حرام ہے اور تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ اس کی دلیل وہ اجماع ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں منعقد ہوا۔ یہ بات کسی معتبر و محفوظ طریقے سے منقول نہیں کہ کسی نے ان مسائل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی ہو۔ اس لیے اس اجماع کے منعقد ہونے کے بعد اس کی مخالفت کرنے والا اس اجماع کو توڑنے والا سمجھا جائے گا اور جمہور حضرات کے نزدیک اس شخص کے اختلاف کی کوئی حیثیت نہیں جو اتفاق ہو جانے کے بعد اختلاف کی باتیں کرتا پھرے۔

مطلقہ ثلاثہ کی دورانِ عدت رہائش اور خرچ کا مسئلہ:

امام مسلم بن حجاج القشیری النیشابوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عنْ أَبِيْ إِسْحَاقَ قَالَ كُنْتُ مَعَ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ جَالِسًا فِي الْمَسْجِدِ الْأَعْظَمِ وَمَعَنَا الشَّعْبِيُّ فَحَدَّثَ الشَّعْبِيُّ بِحَدِيْثِ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَجْعَلْ لَهَا سُكْنٰى وَلَا نَفَقَةً ثُمَّ أَخَذَ الْأَسْوَدُ كَفًّا مِنْ حَصًى فَحَصَبَهٗ بِهٖ فَقَالَ: وَيْلَكَ تُحَدِّثُ بِمِثْلِ هٰذَا قَالَ عُمَرُ: لَا نَتْرُكُ كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْلِ امْرَأَةٍ لَا نَدْرِي لَعَلَّهَا حَفِظَتْ أَوْ نَسِيَتْ، لَهَا السُّكْنٰى وَالنَّفَقَةُ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ ﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَ لَا يَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ

مُّبَيِّنَةٍ﴾

صحیح مسلم: رقم الحدیث 3710

ترجمہ: امام ابو اسحاق سے مروی ہے کہ میں اسود بن یزید کے ساتھ (کوفہ کی) بڑی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا، امام شعبی رحمہ اللہ بھی ہمارے ساتھ تھے، امام شعبی نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رہائش اور خرچ لینے کا حق نہیں دیا۔ پھر حضرت اسود بن یزید نے مٹھی بھر کنکریاں لیں اور انہیں دے ماریں اور کہا: تمہارا بھلا ہو! تم اس طرح کی حدیث بیان کر رہے (حالانکہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم ایک عورت کے قول کی وجہ سے کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں چھوڑ سکتے، ہمیں کیا معلوم کہ اس نے اس مسئلہ کو یاد رکھا ہے یا بھول گئی۔ لہٰذا اس عورت کے لیے رہائش اور خرچ لینے کا حق ہو گا۔ (پھر آپ نے اس آیت تلاوت کی کہ) اللہ عزوجل فرماتے ہیں: ﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾ کہ تم انہیں ان کے گھروں سے نہ نکالو، اور نہ وہ خود نکلیں، مگر یہ کہ وہ کوئی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کر بیٹھیں۔

فائدہ: خواتین میں چونکہ نسیان کا عنصر زیادہ ہوتا ہے اور دوسری طرف قرآن کریم کی واضح آیت موجود ہے۔ اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس معاملے کو اس خاتون کے نسیان پر محمول کر کے آیتِ قرآنی سے اجتہاد فرما کر یہ فیصلہ فرمایا کہ ایسی عورت کو رہائش اور خرچ دونوں لینے کا حق ہو گا۔

تعلیماتِ عمر رضی اللہ عنہ

مرکزِ علم کوفہ کی آبادکاری:

کوفہ شہر کی بنیاد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم سے سن 17 ہجری میں رکھی گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کی بڑی تعداد، مختلف اَقوام اور اہلِ فن و حرفت سے اس شہر کو بسایا گیا۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس شہر کی طرف معلم بنا کر بھیجا گیا۔

علامہ زاہد بن الحسن الکوثری رحمہ اللہ (ت 1371ھ) فرماتے ہیں:

وَلَمَّا وَلِيَ الْفَارُوْقُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، وَافْتُتِحَ الْعِرَاقُ فِيْ عَهْدِهٖ بِيَدِ سَعْدِ ابْنِ أَبِيْ وَقَّاصٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَمَرَ عُمَرُ بِبِنَاءِ الْكُوْفَةِ. فَبُنِيَتْ سَنَةَ 17 ھ ، وَأَسْكَنَ حَوْلَهَا الْفُصَحَ مِنْ قَبَائِلِ الْعَرَبِ ، وَبَعَثَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَبْدَ اللهِ ابْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ إِلَى الْكُوْفَةِ لِيُعَلِّمَ أَهْلَهَا الْقُرْاٰنَ ، وَيُفَقِّهُهُمْ فِي الدِّيْنِ ، قَائِلًا لَهُمْ : وَقَدْ اٰثَرْتُكُمْ بِعَبْدِ اللهِ عَلٰى نَفْسِيْ .

فقه اهل العراق وحديثهم للكوثری: ص40

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب خلیفہ بنے اور آپ کے دورِ خلافت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عراق کو فتح کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہر ”کوفہ“ کی تعمیر کا حکم دیا۔ چنانچہ سن 17ھ میں کوفہ تعمیر کیا گیا۔ کوفہ کے اَطراف میں فصحائے عرب آباد کیے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہلِ کوفہ کو قرآن پاک سکھانے اور مسائل دینیہ کی تعلیم دینے کے لیے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو کوفہ بھیجا۔ آپ نے اہلِ کوفہ کو مخاطب کر کے فرمایا: میں تمہاری ضرورت کو مقدم سمجھتے ہوئے ان کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔

خوفِ خداوندی کی تعلیم:

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) فرماتے ہیں:

رُوِيَ أَنَّ الْمَدِيْنَةَ زُلْزِلَتْ عَلٰى عَهْدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ مَرَّاتٍ فَقَالَ عُمَرُ: أَحْدَثْتُمْ وَاللهِ لَئِنْ عَادَتْ لَأَفْعَلَنَّ وَلَأَفْعَلَنَّ.

تفسیر ابن کثیر: ج5 ص91 تفسیر سورۃ الاسراء، رقم الآیۃ 61

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مدینہ طیبہ میں زلزلے کے کئی جھٹکے آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو تمہاری بد عملیوں کی وجہ سے زلزلہ آیا ہے۔ قسم بخدا! اگر دوبارہ زلزلہ آیا تو میں تمہیں سخت سزا دوں گا۔

سنتِ نبویہ کی تعلیم:

امام مسلم بن حجاج القشیری النیشابوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَطَبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَذَكَرَ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ أَبَا بَكْرٍ .... ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُشْهِدُكَ عَلٰى أُمَرَاءِ الْأَمْصَارِ وَإِنِّي إِنَّمَا بَعَثْتُهُمْ عَلَيْهِمْ لِيَعْدِلُوْا عَلَيْهِمْ وَلِيُعَلِّمُوا النَّاسَ دِينَهُمْ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صحیح مسلم: رقم الحدیث 1258

ترجمہ: حضرت معدان بن ابی طلحہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن اپنے خطبہ میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا... پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اللہ! آپ اس پر گواہ رہنا کہ جن کو میں نے علاقوں کا گورنر بنایا ہے اُنہیں میں نے اسی لئے بھیجا ہے کہ وہ وہاں کے لوگوں کے لیے انصاف مہیا کریں، ان لوگوں کو دین کی باتیں سکھائیں اور ان کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سکھائیں۔

نمازوں کی نگرانی اور فرائض کی پابندی کی تعلیم:

امام مالک بن انس المدنی رحمہ اللہ (ت 179ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ سُلَيْمَانَ بْنِ أَبِي حَثْمَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَدَ سُلَيْمَانَ بْنَ أَبِي حَثْمَةَ فِي صَلَاةِ الصُّبْحِ، وَأَنَّ عُمَرَ غَدَا إِلَى السُّوْقِ وَكَانَ مَنْزِلُ سُلَيْمَانَ بَيْنَ السُّوْقِ وَالْمَسْجِدِ، فَمَرَّ عُمَرُ عَلٰى أُمِّ سُلَيْمَانَ الشِّفَاءِ، فَقَالَ: لَمْ أَرَ سُلَيْمَانَ فِي الصُّبْحِ، فَقَالَتْ: بَاتَ يُصَلِّي فَغَلَبَتْهُ عَيْنَاهُ، فَقَالَ عُمَرُ: لَأَنْ أَشْهَدَ صَلَاةَ الصُّبْحِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَقُوْمَ لَيْلَةً.

مؤطا امام مالک: رقم الحدیث: 243 باب فضل صلاۃ الفجر فی الجماعۃ

ترجمہ: حضرت ابو بکر بن سلیمان بن ابو حثمہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ

عنہ نے فجر کی جماعت میں سلیمان بن ابو حثمہ رحمہ اللہ کو شریک نہ پایا۔ صبح جب آپ کسی کام کی وجہ سے بازار کی طرف نکلے۔ سلیمان بن ابو حثمہ رحمہ اللہ کا گھر مسجد اور بازار کے درمیان میں پڑتا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سلیمان بن ابو حثمہ رحمہ اللہ کی والدہ سے اس بارے دریافت کیا کہ سلیمان فجر کی نماز میں جماعت میں کیوں شریک نہیں ہوا؟ تو ان کی والدہ نے بتایا کہ وہ رات بھر نماز (نفلی) پڑھتا رہا ہے، فجر کی نماز کے وقت اس پر نیند غالب آگئی اس لیے جماعت میں شریک نہیں ہو سکا۔ ان کی والدہ کی یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (آپ کے بیٹے کا یہ طریقہ غلط ہے) میرے نزدیک رات بھر کی نفلی عبادات میں مشغول ہونے سے بہتر ہے کہ وہ فجر کی نماز باجماعت ادا کرے۔

محافظتِ حج کی تعلیم:

امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ بن احمد بن اسحاق الاصبہانی رحمہ اللہ (ت430ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: مَنْ أَطَاقَ الْحَجَّ وَلَمْ يَحُجَّ حَتّٰى مَاتَ فَأَقْسِمُوْا عَلَيْهِ أَنَّهُ مَاتَ يَهُوْدِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا.

حلیۃ الاولیاء لابی نعیم: ج9 ص252 روایۃ محمد بن اسلم

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں: جس شخص کو (زندگی میں) حج کی استطاعت حاصل ہوئی اور اس نے پھر بھی حج نہ کیا، یہاں تک کہ مر گیا، تو (ایسے شخص کے بارے میں) تم قسم کھا سکتے ہو کہ وہ یہودی یا نصرانی (عیسائی) مرا ہے۔

حرمت مکہ کی تعلیم:

علامہ زین الدین عبد الرحمٰن بن احمد ابن رجب الحنبلی رحمہ اللہ (ت795ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: لَأَنْ أُخْطِئَ سَبْعِيْنَ خَطِيْئَةً يَعْنِي بِغَيْرِ مَكَّةَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أُخْطِئَ خَطِيْئَةً وَاحِدَةً بِمَكَّةَ.

جامع العلوم والحکم: ص352

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مکہ مکرمہ میں کیا جانے والا ایک گناہ عام جگہوں میں کیے

جانے والے ستر گناہوں سے زیادہ سخت ہے۔

حصولِ تقویٰ کی تعلیم:

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العَبَسی الکوفی رحمہ اللہ (ت235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الشَّعْبِيِّ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: لَيْسَ الصِّيَامُ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ وَحْدَهُ وَلٰكِنَّهُ مِنَ الْكَذِبِ وَالْبَاطِلِ وَاللَّغْوِ.

المصنف لابن ابی شیبۃ، رقم الحدیث:8975

ترجمہ: امام شعبی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ روزہ کا مقصد محض کھانے پینے کو چھوڑنے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ مقصد جھوٹ، ناحق بات اور فضول گوئی کو چھوڑنے سے حاصل ہوتا ہے۔

تواضع کی تعلیم:

امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی رحمہ اللہ (ت458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَابِسِ بْنِ رَبِيعَةَ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ: أَيُّهَا النَّاسُ! تَوَاضَعُوْا فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللهُ فَهُوَ فِي نَفْسِهٖ صَغِيْرٌ وَفِي أَعْيُنِ النَّاسِ عَظِيْمٌ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللهُ فَهُوَ فِي أَعْيُنِ النَّاسِ صَغِيْرٌ وَفِي نَفْسِهٖ كَبِيْرٌ حَتّٰى لَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِمْ مِنْ كَلْبٍ أَوْ خِنْزِيْرٍ.

شعب الایمان للبیہقی: ج6 ص276 رقم الحدیث7790

ترجمہ: حضرت عابس بن ربیعہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر پر خطبہ دیتے ہوئے یہ بات ارشاد فرمائی: لوگو! تواضع وانکساری اختیار کرو کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے کہ جو شخص اللہ کو راضی کرنے کے لیے تواضع وانکساری اختیار کرے گا اللہ رب العزت اس شخص کو بلندیاں عطا فرمائیں گے۔ وہ خود کو بے حیثیت سمجھتا ہو گا جبکہ لوگوں کی نظروں میں اس کی بڑی عظمت اور حیثیت ہو گی، اور جو شخص تکبر اختیار کرے گا تو اللہ رب العزت ایسے شخص کو لوگوں کی نظروں میں حقیر و بے حیثیت بنا دیں گے جبکہ وہ خود کو بہت بڑا سمجھتا رہے گا۔ ایسا شخص لوگوں کی نظروں میں کتے اور خنزیر سے زیادہ بے حیثیت ہو کر رہ جائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے توکل کا معنی:

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن عبید البغدادی المعروف بابن ابی الدنیا رحمہ اللہ (ت 281ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَقِيَ نَاسًا مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ فَقَالَ: مَنْ أَنْتُمْ؟ قَالُوا نَحْنُ الْمُتَوَكِّلُونَ. قَالَ: بَلْ أَنْتُمُ الْمُتَّكِلُونَ إِنَّمَا الْمُتَوَكِّلُ الَّذِي يُلْقِي حَبَّهٗ فِي الْأَرْضِ وَيَتَوَكَّلُ عَلَى اللهِ.

کتاب التوکل علی اللہ لابن ابی الدنیا: رقم الحدیث 10

ترجمہ: حضرت معاویہ بن قُرہ رحمہ اللہ سے مروی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چند یمنی لوگوں سے ملاقات فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُن سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ اللہ کی ذات پر توکل کرنے والے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، تم توکل کرنے والے نہیں بلکہ دوسروں کے مال پر بھروسہ کرنے والے ہو جو خود اسباب اختیار نہیں کرتے۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حقیقت میں توکل کرنے والا شخص وہ ہوتا ہے جو (اسباب اختیار کرتے ہوئے) زمین میں بیج ڈالتا ہے اور پھر (اس سے پیداوار کی امید رکھتے ہوئے) اللہ پر بھروسہ کرتا ہے۔

متعدی امراض اور سماجی فاصلے کی تعلیم:

امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الطبری رحمہ اللہ (ت 310ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الزُّهْرِيِّ رَحِمَهُ اللهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لِلْمُعَيْقِيْبِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: اِجْلِسْ مِنِّي قَيْدَ رُمْحٍ قَالَ: وَكَانَ بِهٖ ذَاكَ الدَّاءُ وَكَانَ بَدْرِيًّا.

تہذیب الآثار للطبری: ج4 ص12 رقم الحدیث: 1332

ترجمہ: امام زہری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ سے فرمایا: مجھ سے ایک کمان کے برابر دور بیٹھو۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اُن کو یہ فرمانا اس لیے تھا کہ انہیں اس وقت کوئی متعدی مرض تھا ورنہ تو وہ بدری صحابی تھے۔

فائدہ: ایک کمان کی مقدار تقریباً ایک میٹر کے قریب فاصلہ بنتا ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی تعلیمات میں متعدی بیماریوں کی وجہ سے سماجی فاصلے کا اعتبار کیا گیا ہے۔

طریقہ دعا کی تعلیم:

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد الحاکم رحمہ اللہ (ت 405ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا مَدَّ يَدَيْهِ فِي الدُّعَاءِ لَمْ يَرُدَّهُمَا حَتّٰى يَمْسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ.

المستدرک علی الصحیحین للحاکم: رقم الحدیث 1967

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کے لیے ہاتھ پھیلاتے تو نیچے کرنے سے پہلے انہیں اپنے چہرے پر پھیر لیتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور خاندانِ نبوت

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنھن سے عقیدت:

امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البصری رحمہ اللہ (ت 230ھ) نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يُرْسِلُ إِلَيْنَا بِأَحْظَائِنَا حَتّٰى مِنَ الرُّؤُوْسِ وَالْأَكَارِعِ.

الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج3 ص230 ذکر استخلاف عمر

ترجمہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ (جب کوئی جانور ذبح کرتے تو اس میں سے) ہمارا حصہ ہمارے پاس بھیجتے یہاں تک کہ سر اور پائے میں سے بھی ہمیں حصہ دیتے تھے۔

امام ابو الفرج جمال الدین عبد الرحمٰن بن الجوزی رحمہ اللہ (ت 597ھ) نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي عُثْمَانَ وَأَبِي حَارِثَةَ وَالرَّبِيْعِ بِأَسْنَادِهِمْ قَالُوْا: حَجَّ عُمَرُ بِأَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَعَهُنَّ أَوْلِيَاؤُهُنَّ [مِمَّنْ] لَا تَحْتَجِبْنَ مِنْهُ، وَجَعَلَ فِي مُقَدَّمِ قِطَارِهِنّ: عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ، وَفِي مُؤَخِّرِهٖ: عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ.

المنتظم فی تاریخ الامم والملوک لابن جوزی: ج4 ص327 تحت فتح اصطخر

ترجمہ: حضرت ابو عثمان، ابو حارثہ اور ربیع رحمہم اللہ سے بسند مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنی خلافت کے آخری سال سن 23ھ میں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کے ساتھ حج کیا۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے ساتھ ان کے وہ محرم لوگ بھی موجود تھے جن سے ان کے پردے کا مسئلہ نہیں تھا۔ (ازواجِ مطہرات اونٹوں پر سوار تھیں اور اس) قطار کے آگے آگے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اور آخر میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقیدت:

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن محمد الحاکم رحمہ اللہ (ت 405ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهٗ دَخَلَ عَلٰى فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا فَاطِمَةُ! وَاللّٰهِ مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَحَبَّ إِلٰى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْكِ وَاللّٰهِ مَا كَانَ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ بَعْدَ أَبِيْكِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْكِ.

المستدرک علی الصحیحین للحاکم: ج4 ص139 رقم الحدیث 4789

ترجمہ: حضرت زید بن اسلم کے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: اے نبی کی لخت جگر! اللہ کی قسم میں نے آپ سے بڑھ کر کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب نہیں دیکھا۔ واللہ بخدا! آپ کے والد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں مجھے آپ سے بڑھ کر کوئی عزیز نہیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے عقیدت:

امام ابو القاسم علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ ابن عساکر رحمہ اللہ (ت 571ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ: أَمَرَ عُمَرُ حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ أَنْ يَّأْتِيَهُ فِيْ بَعْضِ الْحَاجَةِ فَأَتَاهُ حُسَيْنٌ فَلَقِيَهُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ فَقَالَ لَهُ حُسَيْنٌ: مِنْ أَيْنَ جِئْتَ؟ قَالَ: قَدِ اسْتَأْذَنْتُ عَلٰى عُمَرَ فَلَمْ يُؤْذَنْ لِيْ. فَرَجَعَ حُسَيْنٌ فَلَقِيَهُ عُمَرُ فَقَالَ لَهُ: مَا مَنَعَكَ يَا حُسَيْنُ أَنْ تَأْتِيَنِيْ؟ قَالَ: قَدْ أَتَيْتُكَ وَلٰكِنْ أَخْبَرَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ أَنَّهُ لَمْ يُؤْذَنْ لَهُ عَلَيْكَ فَرَجَعْتُ فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: وَأَنْتَ عِنْدِيْ مِثْلَهُ ؟ أَنْتَ عِنْدِيْ مِثْلَهُ؟ وَهَلْ أَنْبَتَ الشَّعْرَ عَلَى الرَّأْسِ غَيْرُكُمْ؟

تاریخ دمشق: ج14 ص175 ترجمۃ الحسین بن علی رضی اللہ عنہما

ترجمہ: حضرت یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کسی کام کے سلسلے میں اپنے پاس بلایا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرنے اِن کے پاس تشریف لائے تو وہاں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آرہے ہیں؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ میں (اپنے والد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملنے گیا تھا (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی کام میں مصروف ہیں) اس لیے مجھے ملاقات کی اجازت نہیں ملی۔ یہ صورتحال دیکھ کر حضرت حسین رضی اللہ عنہ (ملاقات کیے بغیر ہی) واپس

تشریف لے گئے۔ پھر کچھ عرصہ بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حسین! کیا بات ہے آپ ہمارے ہاں تشریف کیوں نہیں لائے؟ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں آپ سے ملنے آپ کے ہاں گیا تھا لیکن (وہاں جا کر معلوم ہوا کہ آپ مصروف تھے اور) آپ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ نے بتایا کہ (انہوں نے بھی آپ سے ملنا تھا لیکن) ان کو بھی اجازت نہیں ملی اس لیے میں واپس آگیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا: کیا آپ میرے بیٹے کی طرح ہیں؟ کیا آپ میرے بیٹے کی طرح ہیں؟ (یعنی آپ کی حیثیت میرے بیٹے سے کہیں زیادہ ہے۔ اس لیے جب آپ تشریف لائے تھے تو مجھے اطلاع بھیج دیتے، میں اپنا کام موخر کر لیتا اور آپ سے ملاقات کرتا۔ اس لیے کہ) ہمیں جو عزت ملی ہے وہ آپ ہی کی وجہ سے ملی ہے۔

فائدہ: "وَهَلْ أَنْبَتَ الشَّعْرَ عَلَى الرَّأْسِ غَيْرُكُمْ" کا جملہ ایک محاورہ ہے۔ لفظی معنی تو یہ ہے کہ "ہمارے سروں پر بال آپ ہی نے اگائے ہیں" لیکن یہاں محاورہ مراد ہے۔ چونکہ بال عام طور پر عزت وتوقیر کی علامت ہوتے ہیں اس لیے اس محاورہ کا معنی ہو گا کہ "ہمیں جو عزت ملی ہے وہ آپ ہی کی وجہ سے ملی ہے۔"

حسنین کریمین کو یمنی لباس کا ہدیہ:

باہمی محبت اور اس میں اضافے کے لیے اسلامی معاشرت نے بنیادی طور پر یہ سبق دیا ہے کہ ایک دوسرے کو ہدیہ دیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے۔

علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) لکھتے ہیں:

عَنِ الزُّهْرِيِّ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَسَا أَبْنَاءَ الصَّحَابَةِ وَلَمْ يَكُنْ فِي ذٰلِكَ مَا يَصْلُحُ لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ فَبَعَثَ إِلَى الْيَمَنِ فَأُتِيَ بِكِسْوَةٍ لَهُمَا فَقَالَ: اَلْاٰنَ طَابَتْ نَفْسِي.

سیر اعلام النبلاء للذہبی: ج4 ص146 ترجمۃ الحسین الشہید رضی اللہ عنہ

ترجمہ: امام زُہری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اولادوں کو (مال غنیمت میں سے) لباس دیے۔ ان میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے شایان شان کوئی لباس نہیں تھا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یمن کے علاقے کی طرف آدمی بھیجا (اور والی یمن کو حکم بھیجا کہ حضرت

حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے لیے خصوصی قیمتی اور خوبصورت لباس تیار کر کے بھیجا جائے۔) جب یہ لباس وہاں سے تیار ہو کر آیا (اور ان دونوں حضرات نے پہنا) تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (ان کو دیکھ کر) فرمایا: اب مجھے دلی خوشی ہوئی ہے۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو اصحابِ بدر کے برابر وظیفہ دینا:

عہدِ فاروقی میں حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے لیے قرابت نبوت کی وجہ سے جو وظیفہ مقرر کیا گیا وہ بدریوں کے وظائف کے برابر تھا۔ اہلِ انصاف اسے باہمی پیار و محبت سے ہی تعبیر کرتے ہیں۔

امام شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُوْسَى بْنِ مُحَمَّدٍ التَّيْمِيِّ عَنْ أَبِيْهِ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَمَّا دَوَّنَ الدِّيْوَانَ أَلْحَقَ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ بِفَرِيْضَةِ أَبِيْهِمَا لِقَرَابَتِهِمَا مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَرَضَ لِكُلٍّ مِنْهُمَا خَمْسَةَ آلَافِ دِرْهَمٍ.

سیر اعلام النبلاء للذہبی: ج4ص 133 ترجمۃ الحسن بن علی رضی اللہ عنہما

ترجمہ: موسیٰ بن محمد تیمی اپنے والد محمد تیمی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب مالی امداد کی سرکاری فہرستیں بنوائیں تو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے لیے ان کے والد گرامی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے برابر وظیفہ مقرر کیا۔ اس لیے کہ یہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے افراد ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کے لیے (بدری صحابہ کے حصوں کے برابر) پانچ پانچ ہزار دراہم مقرر کیے۔

حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی عزت و توقیر:

امام معمر بن ابی عمرو راشد الازدی رحمہ اللہ (ت 153ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ إِبْرَاهِيْمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ: لَمَّا أُتِيَ عُمَرُ بِكُنُوْزِ كِسْرٰى .... قَالَ: أَنَكِيْلُ لَهُمْ بِالصَّاعِ أَمْ نَحْثُوْ؟، فَقَالَ عَلِيٌّ: بَلِ احْثُوْا لَهُمْ، ثُمَّ دَعَا حَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ أَوَّلَ النَّاسِ فَحَثَا لَهُ، ثُمَّ دَعَا حُسَيْنًا ثُمَّ أَعْطَى النَّاسَ.

الجامع لمعمر بن راشد ملحق بمصنف عبد الرزاق: ج10 ص138 رقم الحدیث 2025

ترجمہ: حضرت ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس (فتح ایران کے بعد) کسریٰ (شاہ ایران) کے خزانے لائے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا کہ ان کو کیسے تقسیم کیا جائے؟ پیمانوں سے ماپ کر تقسیم کریں یا ہاتھوں سے بھر بھر کے تقسیم کریں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاتھوں سے بھر بھر کر تقسیم کیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بلا کر ہاتھوں سے بھر کر دیا اور ان کے بعد حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو بلایا (انہیں بھی اسی طرح دیا) اس کے بعد باقی لوگوں کو دینا شروع کیا۔

مذکورہ واقعات ان کے باہمی پیار و محبت کی ہلکی سی جھلک کے طور پر پیش کیے گئے ہیں ورنہ تاریخ کا ایک ایک ورق ان کے حق میں گواہی دیتا ہے کہ صحابہ کرام اور اہل بیتِ عظام رضی اللہ عنہم کے درمیان ہمیشہ اخوت کا رشتہ رہا، اعتماد کا تعلق رہا، حسن سلوک کا معاملہ رہا، عزت و تکریم کا برتاؤ رہا اور انہوں نے پوری امتِ مسلمہ کو عملی طور پر اسی محبت اور اعتماد کا درس دیا۔

سفرِ آخرت

شوقِ آخرت:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوری زندگی دینِ اسلام کو پھیلایا۔ آپ رضی اللہ عنہ اسلام کو پھلتا پھولتا ہوا دیکھ کر بہت مطمئن تھے اور اب دل میں ایک ہی خواہش باقی تھی خداوند تعالیٰ سے ملاقات کا شرف حاصل ہو۔

امام مالک بن انس بن مالک بن عامر الاصبحی المدنی رحمہ اللہ (ت 179ھ) روایت نقل کرتے ہیں۔

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ؛ أَنَّهٗ سَمِعَهٗ يَقُوْلُ: لَمَّا صَدَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ مِنْ مِنًى، أَنَاخَ بِالْأَبْطَحِ. ثُمَّ كَوَّمَ كَوْمَةً بَطْحَاءَ. ثُمَّ طَرَحَ عَلَيْهَا رِدَاءَهٗ وَاسْتَلْقٰى ثُمَّ مَدَّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ كَبِرَتْ سِنِّي. وَضَعُفَتْ قُوَّتِي. وَانْتَشَرَتْ رَعِيَّتِي. فَاقْبِضْنِي إِلَيْكَ غَيْرَ مُضَيِّعٍ وَلَا مُفَرِّطٍ.

مؤطا الامام مالک: رقم الحدیث 3044

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (سن 23 ہجری ایامِ حج میں) منیٰ سے روانہ ہوئے۔ مقامِ اَبطح میں اپنے اونٹ کو بٹھایا اور کنکریوں کو جمع کر کے آرام کی جگہ بنائی اور اس پر اپنی چادر کا کنارہ بچھا کر لیٹ گئے۔ آسمان کی طرف دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا مانگنے لگے کہ اے اللہ! میں (اب) بوڑھا ہو چکا ہوں، (اسی وجہ سے) میری (جسمانی) قوت (اب) کمزور ہو چکی، میری رعایا (پر امن اور خوشحال ہو کر) روئے زمین پر پھیل چکی ہے۔ (میں اپنے تمام مقاصد میں بحمد اللہ کامیاب ہوں۔ اب) مجھے اس حال میں اٹھا لے کہ میرا دامن عجز و ملامت سے پاک ہو۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ تشریف لائے۔

مدینہ میں شہادت کی تمنا:

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ حَفْصَةَ ابْنَةِ عُمَرَ قَالَتْ: سَمِعْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ قَتْلًا فِي سَبِيْلِكَ، وَوَفَاةً فِي بَلَدِ نَبِيِّكَ. قُلْتُ: وَأَنّٰى يَكُوْنُ هٰذَا؟ قَالَ: يَأْتِي بِهِ اللهُ إِذَا شَاءَ.

المعجم الاوسط للطبرانی: رقم الحدیث 2795

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے (اپنے والد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ دعا مانگتے ہوئے سنا: اے اللہ! میری روح اس حالت میں پرواز کرے کہ میں آپ کے راستے میں ہوں اور آپ کے نبی کے شہر میں ہوں۔ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ دعا کیسے پوری ہوسکتی ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا: جب اللہ چاہے گا تو (شہادت کو مجھ تک مدینے میں) لے آئے گا۔

فائدہ: سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو یہ تعجب تھا کہ بظاہر یہ دونوں تمنا اکٹھی پوری نہیں ہوسکتی تھیں کیونکہ ایک طرف مدینہ میں کسی حملے کا کوئی خطرہ موجود نہیں۔ دوسری طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ ریاستی ذمہ داریوں کی وجہ سے باہر کسی جنگی محاذ پر بھی نہیں جاسکتے تھے۔ اگر کسی محاذ پر شہید ہو بھی جاتے تو مدینہ میں شہادت کی تمنا پوری نہ ہو پاتی لیکن اللہ رب العزت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعا کو اس طرح پورا فرمایا کہ شہادت خود آپ رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ میں چل کر آئی۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے خواب میں وفاتِ عمر کا اشارہ:

امام ابوزید عمر بن شبہ بن عبیدہ بن ریطۃ النمیری البصری رحمہ اللہ (ت 262ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ أَبَا مُوسَى الْأَشْعَرِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ كَأَنِّي أَخَذْتُ جَوَادًا كَثِيرَةً فَجَعَلَتْ تَضْمَحِلُّ حَتَّى بَقِيَتْ جَادَّةٌ وَاحِدَةٌ، فَسَلَكْتُهَا حَتَّى انْتَهَتْ إِلَى جَبَلٍ فَإِذَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوْقَهُ، وَإِلَى جَنْبِهِ أَبُوْ بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَإِذَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُشِيْرُ إِلَى عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، مَاتَ وَاللهِ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَقُلْتُ: أَلَا تَكْتُبُ بِهٰذَا إِلَيْهِ؟ فَقَالَ: مَا كُنْتُ لِأَنْعَى لَهُ نَفْسَهُ.

تاریخ المدینۃ لابن شبہ: مقتل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے خواب دیکھا کہ میں عمدہ نسل کے بہت سارے گھوڑوں کو لیے ہوئے ہوں لیکن ایک کے بعد ایک سب کمزور اور سست ہوتے چلے گئے، صرف ایک گھوڑا اپنی حالت پر باقی رہا۔ میں اسے لے کر ایک پہاڑ کے قریب آیا جس پر کھڑا ہونا ممکن نہیں تھا۔ میں نے دیکھا کہ وہاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ ابو بکر رضی اللہ عنہ موجود ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اشارہ کر کے عمر کو اپنی طرف بلا رہے ہیں۔(جب یہاں تک خواب سنایا تو اس کے بعد فرمایا) إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔(اس خواب کی جو تعبیر میں سمجھ رہا ہوں اس کے مطابق) قسم بخدا امیر المؤمنین کی وفات یقینی ہے۔ راوی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ اس خواب کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام لکھ کر ان کے پاس کیوں بھیج نہیں دیتے؟ انہوں نے فرمایا: میں اُن کو اُن کی موت کی خبر نہیں دینا چاہتا۔

قاتلانہ حملہ اور ادائیگیِ قرض کی تلقین:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ کیسے ہوا؟ اس بارے حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ: إِنِّي لَقَائِمٌ مَا بَيْنِي وَبَيْنَهُ إِلَّا عَبْدُ اللهِ بْنُ عَبَّاسٍ غَدَاةَ أُصِيبَ، وَكَانَ إِذَا مَرَّ بَيْنَ الصَّفَّيْنِ قَالَ اسْتَوُوا حَتّٰى إِذَا لَمْ يَرَ فِيهِنَّ خَلَلًا تَقَدَّمَ فَكَبَّرَ ، وَرُبَّمَا قَرَأَ سُورَةَ يُوسُفَ ، أَوِ النَّحْلِ ، أَوْ نَحْوِ ذٰلِكَ فِي الرَّكْعَةِ الأُولٰى حَتّٰى يَجْتَمِعَ النَّاسُ فَمَا هُوَ إِلَّا أَنْ كَبَّرَ فَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ قَتَلَنِي ، أَوْ أَكَلَنِي الْكَلْبُ حِيْنَ طَعَنَهُ فَطَارَ الْعِلْجُ بِسِكِّيْنٍ ذَاتِ طَرَفَيْنِ لَا يَمُرُّ عَلٰى أَحَدٍ يَمِيْنًا ، وَلَا شِمَالًا إِلَّا طَعَنَهُ حَتّٰى طَعَنَ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَجُلًا مَاتَ مِنْهُمْ سَبْعَةٌ فَلَمَّا رَاٰى ذٰلِكَ رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ طَرَحَ عَلَيْهِ بُرْنُسًا فَلَمَّا ظَنَّ الْعِلْجُ أَنَّهُ مَأْخُوْذٌ نَحَرَ نَفْسَهُ وَتَنَاوَلَ عُمَرُ يَدَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ فَقَدَّمَهُ فَمَنْ يَلِي عُمَرَ فَقَدْ رَأَى الَّذِي أَرٰى وَأَمَّا نَوَاحِي الْمَسْجِدِ فَإِنَّهُمْ لَا يَدْرُوْنَ غَيْرَ أَنَّهُمْ قَدْ فَقَدُوْا صَوْتَ عُمَرَ وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ: سُبْحَانَ اللهِ سُبْحَانَ اللهِ فَصَلّٰى بِهِمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ صَلَاةً خَفِيْفَةً فَلَمَّا انْصَرَفُوْا قَالَ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ! أُنْظُرْ مَنْ قَتَلَنِي؟ فَجَالَ سَاعَةً ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ: غُلَامُ الْمُغِيْرَةِ، قَالَ: الصَّنَعُ؟ قَالَ: نَعَمْ ، قَالَ: قَاتَلَهُ اللهُ لَقَدْ أَمَرْتُ بِهِ مَعْرُوْفًا ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَجْعَلْ مَيْتَتِيْ بِيَدِ رَجُلٍ يَدَّعِي الْإِسْلَامَ قَدْ كُنْتَ أَنْتَ وَأَبُوْكَ تُحِبَّانِ أَنْ تَكْثُرَ الْعُلُوْجُ بِالْمَدِيْنَةِ ، وَكَانَ الْعَبَّاسُ أَكْثَرَهُمْ رَقِيْقًا فَقَالَ: إِنْ شِئْتَ فَعَلْتُ أَيْ إِنْ شِئْتَ قَتَلْنَا ، فَقَالَ: كَذَبْتَ بَعْدَ مَا تَكَلَّمُوْا بِلِسَانِكُمْ وَصَلَّوْا قِبْلَتَكُمْ وَحَجُّوا حَجَّكُمْ فَاحْتُمِلَ إِلٰى بَيْتِهِ فَانْطَلَقْنَا مَعَهُ وَكَأَنَّ النَّاسَ لَمْ تُصِبْهُمْ مُصِيْبَةٌ قَبْلَ يَوْمَئِذٍ ، فَقَائِلٌ يَقُوْلُ: لَا بَأْسَ وَقَائِلٌ

يَقُوْلُ: أَخَافُ عَلَيْهِ فَأُتِيَ بِنَبِيْذٍ فَشَرِبَهُ فَخَرَجَ مِنْ جَوْفِهِ ثُمَّ أُتِيَ بِلَبَنٍ فَشَرِبَ فَخَرَجَ مِنْ جَوْفِهِ فَعَرَفُوْا أَنَّهُ مَيِّتٌ، فَدَخَلْنَا عَلَيْهِ وَجَاءَ النَّاسُ يُثْنُوْنَ عَلَيْهِ .... يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ! انْظُرْ مَا ذَا عَلَيَّ مِنَ الدَّيْنِ فَحَسَبُوْهُ فَوَجَدُوْهُ سِتَّةً وَثَمَانِيْنَ أَلْفًا ، أَوْ نَحْوَهُ قَالَ: إِنْ وَفَى لَهُ مَالُ آلِ عُمَرَ فَأَدِّهِ مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَإِلَّا فَسَلْ فِي بَنِي عَدِيِّ بْنِ كَعْبٍ فَإِنْ لَمْ تَفِ أَمْوَالُهُمْ فَسَلْ فِي قُرَيْشٍ ، وَلَا تَعْدُهُمْ إِلٰى غَيْرِهِمْ فَأَدِّ عَنِّي هٰذَا الْمَالَ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 3700

ترجمہ: جس دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے میں فجر کی نماز میں صف بندی کیے موجود تھا۔ میرے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درمیان حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما موجود تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ جب دو صفوں کے درمیان سے گزرتے تو فرماتے کہ صفیں سیدھی کر لو۔ جب صفیں سیدھی ہو جاتیں تو آپ آگے تشریف لے جاتے اور تکبیرِ تحریمہ سے نماز شروع کرتے۔ عام معمول یہ تھا کہ (فجر کی) نماز میں سورۃ یوسف، سورۃ النحل یا ان سے ملتی جلتی لمبی سورت پہلی رکعت میں تلاوت کرتے تاکہ (زیادہ سے زیادہ) لوگ نماز کی پہلی رکعت پالیں۔ (حسب معمول) آپ رضی اللہ عنہ نے "اللہ اکبر" کہہ کر نماز شروع ہی کی تھی کہ میں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا: کتے نے مجھے مار ڈالا یا یوں فرمایا کہ کتے نے مجھے کھا لیا۔ ابولؤلو فیروز نے آپ رضی اللہ عنہ کو زخمی کر دیا تھا۔ اس کے بعد وہ (بدبخت) اپنا دو دھاری خنجر لے کر دوڑ پڑا، اور دائیں بائیں جو بھی اسے ملتا یہ اس پر حملہ آور ہوتا جاتا یہاں تک کہ اس نے تیرہ نمازیوں کو زخمی کیا۔ اس طرح اس نے تیرہ آدمیوں کو زخمی کیا جن میں سے سات شہید ہو گئے۔

یہ حال دیکھ کر مسلمانوں میں سے ایک شخص نے اس پر اپنی چادر ڈال کر قابو پا لیا۔ جب اس نے دیکھا کہ میں پکڑا گیا ہوں تو اس نے اپنے آپ کو خنجر مار کر خودکشی کر لی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ کھڑا کیا تاکہ وہ نماز مکمل کرائیں۔ جو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قریب تھے وہ سب یہ سارا معاملہ دیکھ رہے تھے اور دور والے مقتدیوں کو اس معاملہ کی خبر ہی نہیں ہوئی۔ جب انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قراءت نہ سنی تو (امام کو یاد دلانے کے لیے) سبحان اللہ کہنے لگے۔ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے جلدی سے ہلکی پھلکی نماز مکمل کرائی۔

جب نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ دیکھو! میرا قاتل کون ہے؟ کچھ دیر تک وہ تحقیق کرتے رہے، پھر آئے اور عرض کی: حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کا غلام آپ کا قاتل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: وہی کاریگر؟ جواب دیا: جی ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ اسے ہلاک کرے، میں نے اس کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا تھا۔ بہر حال! اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے کسی ایسے شخص کے ہاتھ سے قتل ہونے سے بچالیا جو خود کو مسلمان کہتا ہو۔

اے ابن عباس! آپ اور آپ کے والد یہ چاہتے تھے کہ یہ مجوسی عجمی کافر مدینہ میں خوب آباد ہوں۔ عباس رضی اللہ عنہ کے پاس بہت زیادہ غلام تھے۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کی: اگر آپ حکم فرمائیں تو ان (مدینہ میں مقیم عجمی غلاموں کو) سب کو قتل کرادوں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ غلطی کیوں کرتے ہو؟ جب وہ تمہاری عربی زبان بولنے لگے ہیں، تمہارے قبلے کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے لگے ہیں اور تمہاری ہی طرح حج کرنے لگے ہیں تو پھر کیوں آپ انہیں کیسے قتل کر سکتے ہو؟ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر گھر لایا گیا، ہم بھی ان کے ساتھ ہی آ گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا مسلمانوں پر اس سے پہلے کوئی بڑی مصیبت آئی ہی نہیں تھی۔

کوئی کہتا تھا کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ کوئی کہتا تھا کہ مجھ کو تو ڈر ہے کہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نہیں بچ پائیں گے)۔ اس کے بعد آپ کو کھجور کا شربت پلایا گیا، آپ نے نوش جاں کیا تو وہ (زخموں کی وجہ سے) پیٹ کے راستے باہر نکل آیا۔ پھر دودھ لایا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے بھی نوش کیا لیکن وہ بھی زخم والی جگہ سے باہر نکل آیا۔ اس سے لوگوں کو یقین ہونے لگا کہ اب آپ کے بچنے کی امید نہیں ہے۔ راوی (عمرو بن میمون رحمہ اللہ) کہتے ہیں کہ ہم ان کے پاس گئے اور لوگ بھی آئے، سب آپ کی تعریف و توصیف کر رہے تھے۔

آپ نے اپنے بیٹے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بلایا اور فرمایا: عبد اللہ! دیکھو کہ مجھ پر کتنا قرض ہے؟ جب لوگوں نے آپ کے قرض کا حساب لگایا تو وہ چھیاسی ہزار دراہم کے لگ بھگ نکلا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میری اولاد کا مال اس قرض کی ادائیگی کے لیے کافی ہے تو ان کے مال سے یہ قرض ادا کر دینا ورنہ میری قوم بنی عدی بن کعب سے اس کی ادائیگی کا مطالبہ کرنا۔ اگر ان سے یہ قرض ادا نہ ہو سکے تو قریش کے لوگوں سے

مانگنا۔بس قریش کے سوا باقی لوگوں سے نہ مانگنا۔اسی طرح میرا قرضہ ادا کر دینا۔

اپنے بعد خلیفہ کی نامزدگی کا معاملہ:

زخمی حالت میں ادائیگیِ قرض کے بعد خلیفہ بنانے کی فکر لاحق ہوئی۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قِيْلَ لِعُمَرَ: أَلَا تَسْتَخْلِفُ؟ قَالَ: إِنْ أَسْتَخْلِفْ فَقَدِ اسْتَخْلَفَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي أَبُوْ بَكْرٍ وَإِنْ أَتْرُكْ فَقَدْ تَرَكَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَثْنَوْا عَلَيْهِ. فَقَالَ: رَاغِبٌ وَرَاهِبٌ وَدِدْتُ أَنِّي نَجَوْتُ مِنْهَا كَفَافًا لَا لِي وَلَا عَلَيَّ لَا أَتَحَمَّلُهَا حَيًّا وَمَيِّتًا.

صحیح البخاری: رقم الحدیث7218

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر (زخمی ہوئے تو ان) سے کہا گیا کہ آپ کسی کو اپنے بعد خلیفہ نامزد فرما دیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر نامزد کروں تب بھی درست ہے کیونکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ -جو مجھ سے بہتر تھے- خلیفہ نامزد کر گئے تھے اور اگر نامزد نہ کروں تب بھی درست ہے کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم -جو مجھ سے بہتر تھے- خلیفہ نامزد نہیں فرما گئے تھے۔ پھر لوگوں نے آپ کی (حقیقت پر مبنی) تعریف وتوصیف شروع کی۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کوئی میری تعریف دل سے کرتا ہے اور (شاید) کوئی میری تعریف مجھ سے ڈر کر۔ میں اپنے لیے یہی غنیمت سمجھتا ہوں کہ امرِ خلافت کے بارے میں چھوٹ جاؤں، نہ مجھے ثواب ملے اور نہ ہی عذاب۔ میں اب نہ تو زندگی میں اس کی ذمہ داری لیتا ہوں اور نہ ہی اپنی موت کے بعد۔

ابو عبیدہ و سالم رضی اللہ عنہما کے بارے میں اظہار رائے:

امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الطبری رحمہ اللہ (ت310ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ الْأَوْدِيِّ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَمَّا طُعِنَ قِيْلَ لَهُ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! لَوِ اسْتَخْلَفْتَ! قَالَ: مَنْ أَسْتَخْلِفُ؟ لَوْ كَانَ أَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ حَيًّا اسْتَخْلَفْتُهُ. فَإِنْ

سَأَلَنِي رَبِّي قُلْتُ: سَمِعْتُ نَبِيَّكَ يَقُوْلُ: إِنَّهُ أَمِيْنُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ، وَلَوْ كَانَ سَالِمٌ مَوْلٰى أَبِي حُذَيْفَةَ حَيًّا اسْتَخْلَفْتُهُ، فَإِنْ سَأَلَنِي رَبِّي قُلْتُ: سَمِعْتُ نَبِيَّكَ يَقُوْلُ: إِنَّ سَالِمًا شَدِيْدُ الْحُبِّ لِلّٰهِ.

تاریخ الطبری:ج4ص227قصۃ شوریٰ

ترجمہ: عمرو بن میمون الاودی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر خنجر کا وار ہوا تو آپ کے سامنے بعض لوگوں نے یہ رائے رکھی کہ امیر المؤمنین! (ہمیں زخم گہرا معلوم ہوتا ہے اس بات کا قوی امکان ہے کہ آپ شہید ہو سکتے ہیں، اس لیے) اگر آپ اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد کر دیں تو بہت اچھا ہو گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کس کو خلیفہ بناؤں؟ اگر ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ آج زندہ ہوتے تو ان کو خلیفہ نامزد کر دیتا۔ اگر میرا رب اس بارے میں مجھ سے پوچھتا تو میں عرض کرتا کہ میں نے آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنا تھا کہ ابو عبیدہ اس امت کے امین ہیں۔ اسی طرح اگر ابو حذیفہ کے آزاد کردہ سالم زندہ ہوتے تو میں انہیں نامزد کر دیتا۔ اگر میرا رب مجھ سے پوچھتا تو میں عرض کرتا کہ میں نے آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنا تھا کہ سالم؛ اللہ سے بہت محبت کرنے والا ہے۔

امرِ خلافت کے بارے متعدد تدابیر اختیار کرنے کا حکم:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں جبکہ آپ جان لیوا گہرے زخموں سے چُور چُور تھے، اپنے بعد امرِ خلافت کے معاملے کو انتہائی اہمیت کا حامل سمجھا۔ اس کے لیے درجہ بدرجہ درج ذیل تدابیر اختیار کرنے کا حکم دیا:

[1]: آپ رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے لیے چھ افراد کے نام تجویز فرمائے:

حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت طلحہ، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم

[2]: ان چھ افراد کو حکم دیا کہ خلیفہ کے انتخاب کے لیے آپس میں مشورہ کریں۔ اپنے ساتھ صرف بطورِ مشیر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو شامل کر لیں۔

[3]: یہ چھ افراد تین دن کے اندر فیصلہ کریں، تین دن سے زیادہ تاخیر نہ کریں۔

[4]: حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد بن اسود الکِندی رضی اللہ عنہ کو انتخابی عمل کی کارروائی کا نگران مقرر فرمایا۔

[5]: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ حکم دیا کہ جب افرادِ شوریٰ کسی کے خلیفہ ہونے پر اتفاق کر لیں تو جو اِن کی مخالفت کرے اس کی گردن اڑا دی جائے۔

[6]: یہ حکم دیا کہ اگر مذکورہ چھ افراد میں سے تین ایک شخص کے بارے میں رائے دیں اور باقی تین دوسرے شخص کے بارے میں رائے دیں تو ایسی صورت میں عبد اللہ بن عمر کو ثالث تسلیم کر لیں۔ اگر ان کے فیصلہ کو سب مان لیں تو فبہا ورنہ جس طرف عبد الرحمٰن بن عوف ہوں اسی کی رائے کے مطابق خلیفہ نامزد کیا جائے۔

[7]: یہ حکم دیا کہ برابری کی صورت میں حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بات تسلیم کرو۔

فائدہ: شق نمبر 6 اور 7 میں بہ ظاہر تعارض ہے۔ اس میں تطبیق یہ ہے کہ ان چھ افراد میں سے اگر تین ایک طرف اور تین دوسری طرف ہو جائیں تو چونکہ اب تقابل برابر ہو چکا ہے اس لیے اب حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو فیصل بنا دیا جائے۔ جس فریق کے حق میں وہ فیصلہ دیں اسی کے مطابق خلیفہ نامزد کر دیا جائے۔ اور اگر لوگ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے فیصلے کو تسلیم نہ کریں تو اب فیصلہ کا مدار حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بنایا جائے کہ جس گروہ میں وہ ہوں اسی کی رائے کے مطابق خلیفہ نامزد کر لیا جائے۔

[8]: مدتِ انتخاب کے دوران حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نماز کی امامت کریں۔

اس حوالے سے ائمہ محدثین و مؤرخین کی چند عبارات ملاحظہ ہوں:

(1): امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ: مَا أَجِدُ أَحَدًا أَحَقَّ بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنْ هٰؤُلَاءِ النَّفَرِ أَوِ الرَّهْطِ الَّذِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ فَسَمّٰى عَلِيًّا وَعُثْمَانَ وَالزُّبَيْرَ وَطَلْحَةَ وَسَعْدًا وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 3700

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں خلافت کا ان حضرات سے زیادہ کسی کو حق دار نہیں سمجھتا جن سے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک راضی تھے۔ پھر آپ نے عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، عبد الرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، زبیر بن العوّام اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے نام لیے۔

(2): امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَقَالَ: يَشْهَدُكُمْ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ وَلَيْسَ لَهُ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 3700

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ لوگوں کے ساتھ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما شریک ہو جائیں لیکن امرِ خلافت کے مستحق نہیں ہوں گے۔

(3): امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البغدادی رحمہ اللہ (ت230ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَلَا تَتْرُكُهُمْ يَمْضِي الْيَوْمُ الثَّالِثُ حَتّٰى يُؤَمِّرُوْا أَحَدَهُمْ.

الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج3 ص277، 278 ذکر استخلاف عمر رضی اللہ عنہ

ترجمہ: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا) آپ ان لوگوں کو ایسی حالت میں نہ چھوڑیں کہ تین دن گزر جائیں اور انہوں نے اپنے میں سے کسی کو امیر نہ بنایا ہو۔

(4): امام ابو زید عمر بن شبہ بن عبیدہ بن ریطۃ النمیری البصری رحمہ اللہ (ت262ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَقَالَ لِأَبِي طَلْحَةَ الْأَنْصَارِيِّ: "يَا أَبَا طَلْحَةَ! إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ طَالَمَا أَعَزَّ الْإِسْلَامَ بِكُمْ، فَاخْتَرْ مِنْهُمْ". وَقَالَ لِلْمِقْدَادِ بْنِ الْأَسْوَدِ: "إِذَا وَضَعْتُمُوْنِي فِي حُفْرَتِيْ فَاجْمَعْ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطَ فِي بَيْتٍ حَتّٰى يَخْتَارُوْا رَجُلًا مِنْهُمْ."

تاریخ المدینۃ لابن شبہ: ج3 ص925 مقتل عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے ابو طلحہ! اللہ رب العزت نے آپ لوگوں کے ذریعے اسلام کو عزت بخشی ہے، اس لیے آپ ان پر نگران رہیں، اور حضرت مقداد بن اسود الکندی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ جب آپ لوگ مجھے قبر میں اتار دیں تو ان لوگوں کو کسی گھر کے اندر جمع کیے رکھنا یہاں تک کہ وہ اپنے میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کر لیں۔

(5): امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البغدادی رحمہ اللہ (ت230ھ) روایت نقل کرتے ہیں۔

وَتَشَاوَرُوْا فِيْ أَمْرِكُمْ وَالْأَمْرُ إِلٰى هٰؤُلَاءِ السِّتَّةِ فَمَنْ بَعَلَ أَمْرَكُمْ فَاضْرِبُوْا عُنُقَهٗ يَعْنِيْ مَنْ خَالَفَكُمْ.

الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج3 ص45 ذکر شوریٰ وماکان من امرھم

ترجمہ: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا) امر خلافت میں مشورہ کرو لیکن یہ یاد رہے کہ امرِ خلافت انہی چھ حضرات کے درمیان ہی رہے گا۔ جو شخص (خلیفہ منتخب ہونے کے اتفاقی موقف کا) انکار کرے تو اس کی گردن اڑا دو۔

فائدہ: ''مَنْ بَعَلَ أَمْرَكُمْ'' کا معنیٰ ہے ''مَنْ خَالَفَكُمْ'' جو تمہاری مخالفت کرے

(6): امام ابوزید عمر بن شبہ بن عبیدہ بن ریطۃ النمیری البصری رحمہ اللہ (ت262ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

فَإِنْ رَضِيَ ثَلَاثَةٌ رَجُلًا مِنْهُمْ وَثَلَاثَةٌ رَجُلًا مِنْهُمْ فَحَكِّمُوْا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ فَأَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ حَكَمَ لَهٗ فَلْيَخْتَارُوْا رَجُلًا مِنْهُمْ فَإِنْ لَمْ يَرْضَوْا بِحُكْمِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ فَكُوْنُوْا مَعَ الَّذِيْنَ فِيْهِمْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ.

تاریخ المدینۃ لابن شبہ: ج3 ص925 مقتل عمر بن الخطاب

ترجمہ: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا): مذکورہ چھ افراد میں سے تین ایک شخص کے بارے میں رائے دیں اورباقی تین دوسرے شخص کے بارے میں رائے دیں تو ایسی صورت میں عبداللہ بن عمر کو ثالث تسلیم کر لیں۔ عبداللہ بن عمر (دو فریقوں میں سے) جس فریق کے حق میں فیصلہ دیں تو ان میں سے ایک کو (خلیفہ) منتخب کر لیا جائے۔ اگر ابن عمر رضی اللہ عنہما کے فیصلے پر اتفاق نہ ہو تو جس فریق میں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہوں، اس فریق کے ساتھ ہو جائیں۔

(7): امام ابوعبداللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البغدادی رحمہ اللہ (ت230ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَإِنِ اجْتَمَعَ رَأْيُ ثَلَاثَةٍ وَثَلَاثَةٍ فَاتَّبِعُوْا صِنْفَ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَاسْمَعُوْا وَأَطِيْعُوْا.

الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج3 ص45 ذکر الشوریٰ وماکان من امرھم

ترجمہ: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا): چھ افراد میں سے تین ایک شخص کے بارے میں رائے دیں اور باقی تین دوسرے شخص کے بارے میں رائے دیں تو ایسی صورت میں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اتباع کرنا۔

ان کی بات سننا اور اس پر عمل کرنا۔

(8): امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البغدادی رحمہ اللہ (ت 230ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

لِيُصَلِّ لَكُمْ صُهَيْبٌ ثَلَاثًا.

الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج3 ص262 ذکر استخلاف عمر

ترجمہ: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حکم فرمایا کہ) آپ کو تین دن تک نماز حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ پڑھائیں گے۔

فائدہ: شوریٰ کے مذکورہ چھ افراد میں سے کسی کو امامت نہیں سونپی کہ کہیں آپ رضی اللہ عنہ کی طرف سے اسے اَمرِ خلافت کی نامزدگی نہ تصور کر لیا جائے۔

اپنے مابعد خلیفہ کو وصیت:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أُوصِي الْخَلِيفَةَ مِنْ بَعْدِيْ بِالْمُهَاجِرِيْنَ الْأَوَّلِيْنَ خَيْرًا أَنْ يَعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ ، وَأَنْ يَحْفَظَ لَهُمْ حُرْمَتَهُمْ وَأُوصِيْهِ بِالْأَنْصَارِ خَيْرًا الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُوا الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ أَنْ يُقْبَلَ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَيُعْفَى عَنْ مُسِيْئِهِمْ وَأُوصِيْهِ بِذِمَّةِ اللهِ وَذِمَّةِ رَسُوْلِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُوْفَى لَهُمْ بِعَهْدِهِمْ ، وَأَنْ يُقَاتَلَ مِنْ وَرَائِهِمْ ، وَأَنْ لَا يُكَلَّفُوْا فَوْقَ طَاقَتِهِمْ .

صحیح البخاری: رقم الحدیث 1392

ترجمہ: میں اپنے مابعد (منتخب ہونے والے) خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ اوّلین مہاجرین کی قربانیوں کی وجہ سے ان کے ساتھ بھلائی کرتا رہے، ان کا حق پہچانے اور ان کی عزت کا خیال رکھے۔ میں اسے انصار کے بارے میں بھی وصیت کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ بھی بھلائی کا معاملہ کرتا رہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے (اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مہاجرین صحابہ کو) مدینہ میں جگہ دی اور ایمان پر ثابت قدم رہے۔ (خلیفہ) ان کے نیک لوگوں کی قدر کرے اور ان کے قصوروار کو معاف کرے۔ نیز میری یہ بھی وصیت ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ

وسلم کے عہد کا خیال رکھے یعنی غیر مسلموں سے جو وعدہ کیا جائے اسے پورا کیا جائے، (اگر وہ جزیہ دیتے رہیں تو انہیں ستایا نہ جائے) اور ان کے سوا دوسرے کافروں سے قتال کیا جائے اور ان کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔

آخری وقت آخر میں غلبہ خوف خدا:

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العَبَسی الکوفی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : دَخَلْتُ عَلَى عُمَرَ حِيْنَ طُعِنَ ، فَقُلْتُ : أَبْشِرْ بِالْجَنَّةِ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! أَسْلَمْتَ حِيْنَ كَفَرَ النَّاسُ وَجَاهَدْتَ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ حِيْنَ خَذَلَهُ النَّاسُ ، وَقُبِضَ رَسُوْلُ اللهِ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ ، وَلَمْ يَخْتَلِفْ فِي خِلَافَتِكَ اثْنَانِ، وَقُتِلْتَ شَهِيْدًا ، فَقَالَ : أَعِدْ عَلَيَّ ، فَأَعَدْتُّ عَلَيْهِ فَقَالَ : وَالَّذِيْ لَا إِلٰهَ غَيْرُهٗ لَوْ أَنَّ لِي مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ صَفْرَاءَ وَبَيْضَاءَ لَافْتَدَيْتُ بِهٖ مِنْ هَوْلِ الْمَطْلَعِ.

المصنف لابن ابی شیبۃ: رقم الحدیث 35635

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو (خنجر کے وار سے) زخمی کیا گیا تو میں آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کی: اے امیر المؤمنین! آپ جنت کی خوشخبری قبول فرمائیں، جب لوگوں نے کفر کیا آپ اس وقت اسلام لائے۔ جب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ستایا تب آپ نے ان کی معیت میں جہاد کیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب اس دنیا سے رخصت ہوئے تو آپ سے راضی تھے۔ آپ کی خلافت (ایسی متفق علیہا) تھی کہ جس میں دو بندوں کا بھی اختلاف نہیں ہوا۔ اب آپ کا وقت رخصت ہے تو مقتول ہو کر شہادت کے درجہ پر فائز ہو رہے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے کیا کہا؟ ذرا پھر سے کہو! میں اپنی بات دہرائی۔ آپ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی حقیقی معبود نہیں! اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں قیامت کی ہولناکی سے نجات حاصل کرنے کے لیے زمین کے زرد (سونا) اور سفید (چاندی) سارے خزانے لٹا دیتا۔

روضہ مبارک میں دفن ہونے کی خواہش:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنِ الْأَوْدِيِّ قَالَ: رَأَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ، قَالَ: يَا عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ! اذْهَبْ إِلٰى أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا ، فَقُلْ: يَقْرَأُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلَيْكِ السَّلَامَ ثُمَّ سَلْهَا أَنْ أُدْفَنَ مَعَ صَاحِبَيَّ. قَالَتْ: كُنْتُ أُرِيْدُهٗ لِنَفْسِيْ فَلَأُوْثِرَنَّهُ الْيَوْمَ عَلٰى نَفْسِيْ فَلَمَّا أَقْبَلَ قَالَ لَهٗ: مَا لَدَيْكَ؟ قَالَ: أَذِنَتْ لَكَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! قَالَ: مَا كَانَ شَيْءٌ أَهَمَّ إِلَيَّ مِنْ ذٰلِكَ الْمَضْجَعِ. فَإِذَا قُبِضْتُ فَاحْمِلُوْنِي ثُمَّ سَلِّمُوْا ثُمَّ قُلْ: يَسْتَأْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَإِنْ أَذِنَتْ لِيْ فَادْفِنُوْنِي وَإِلَّا فَرُدُّوْنِي إِلٰى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِيْنَ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 1392

ترجمہ: حضرت عمرو بن میمون الاودی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو (زخمی حالت) میں دیکھا۔ آپ نے (اپنے بیٹے) عبد اللہ بن عمر کو فرمایا: بیٹا! ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلے جاؤ۔ ان کی خدمت میں میرا اسلام پیش کرو اور یہ بات عرض کرو کہ میری (آخری) خواہش ہے کہ میں اپنے دونوں ساتھیوں (نبی و صدیق) کے قریب دفن ہونا چاہتا ہوں۔ (ابن عمر تشریف لے گئے، آپ کا پیغام پہنچایا) تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ارادہ تو میرا اپنا تھا (روضہ مبارک میں دفن ہونے کا) لیکن آج میں اپنے آپ پر آپ کو ترجیح دیتی ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ ابن عمر واپس آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرطِ اشتیاق میں پوچھا کہ کیا جواب لائے ہو؟ انہوں نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اس سعادت پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے) فرمایا: جس قدر مجھے اس مبارک مقام (روضۃ الرسول) دفن ہونے کا خیال تھا اتنا مجھے کسی اور چیز کا خیال نہیں تھا۔ (ابھی تو سیدہ عائشہ نے اجازت دے دی ہے شاید میرے امیر المؤمنین ہونے کی رعایت رکھی ہو لیکن) جب میری روح قبض کر لی جائے (یعنی شہید ہو جاؤں تو ایک بار پھر) میرا جنازہ لے جانا۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ کو سلام کرنا اور عرض کرنا کہ عمر بن خطاب آپ کے حجرے میں دفن ہونے کی اجازت چاہتا ہے۔ (چونکہ اب میری موجودہ حیثیت حاکم ہونے کی نہیں ہو گی جس کی وجہ سے انہیں فیصلہ کرنے میں کوئی دشواری ہو) اگر وہ اجازت دیں تو دفن کر دینا اور اگر اجازت نہ دیں تو مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔

غسل، کفن اور جنازہ:

امام مالک بن انس بن مالک بن عامر المدنی رحمہ اللہ (ت 179ھ) روایت نقل کرتے ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ غُسِّلَ، وَكُفِّنَ، وَصُلِّيَ عَلَيْهِ. وَكَانَ شَهِيدًا.

مؤطا الامام مالک: رقم الحدیث 1683

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (جب شہید ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ کو) غسل دیا گیا، کفن دیا گیا، آپ کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور آپ نے شہادت کا رتبہ حاصل کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ:

امام محمد ابن سعد ابن منیع البصری رحمہ اللہ (ت 430ھ) لکھتے ہیں:

عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِي حَسَّانَ قَالَ: سَأَلَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ: مَنْ صَلَّى عَلَى عُمَرَ؟ قَالَ: صُهَيْبٌ. قَالَ: كَمْ كَبَّرَ عَلَيْهِ؟ قَالَ: أَرْبَعًا.

الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج 3 ص 280 ذکر استخلاف عمر

ترجمہ: حضرت صالح بن ابی حسان رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ علی بن حسین نے سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے پوچھا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ کس نے پڑھایا؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ۔ علی بن حسین نے پوچھا کہ آپ کا جنازہ کتنی تکبیرات کے ساتھ ادا کیا گیا؟ جواب دیا کہ چار تکبیرات کے ساتھ۔

قبر مبارک میں کس نے اتارا؟

امام محمد ابن سعد ابن منیع البصری رحمہ اللہ (ت 430ھ) لکھتے ہیں:

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: نَزَلَ فِي قَبْرِ عُمَرَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ، وَسَعِيدُ بْنُ زَيْدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ نُفَيْلٍ وَصُهَيْبُ بْنُ سِنَانٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ.

الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج 3 ص 281 ذکر استخلاف عمر

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دفن کرنے کے لیے عثمان بن عفان، سعید بن زید بن عمرو بن نُفَیل، صہیب بن سِنان اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم ان کی قبر میں اترے (اور آپ کو دفن فرمایا)۔

یومِ شہادت:

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) فرماتے ہیں:

عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: طُعِنَ عُمَرُ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِيْنَ، وَدُفِنَ يَوْمَ الْأَحَدِ صَبَاحَ هِلَالِ الْمُحَرَّمِ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَعِشْرِيْنَ.

البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4ص148 ثم دخلت سنۃ ثلاث وعشرین

ترجمہ: اسماعیل بن محمد بن سعد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ 23 ہجری 26 ذوالحج بروز بدھ ماہ ذوالحج کے ختم ہونے میں چار دن باقی تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا۔ بروز اتوار یکم محرم الحرام سن 24 ہجری آپ کو دفن کیا گیا۔

مدتِ خلافت:

حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب عمر بن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ (ت 774ھ) فرماتے ہیں:

عَنْ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ: .... فَكَانَتْ وِلَايَتُهُ عَشْرَ سِنِيْنَ وَخَمْسَةَ أَشْهُرٍ وَأَحَدًا وَعِشْرِيْنَ يَوْمًا.

البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج4ص148 ثم دخلت سنۃ ثلاث وعشرین

ترجمہ: اسماعیل بن محمد بن سعد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ دس سال، پانچ ماہ اور اکیس دن ہے۔

تدفینِ عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا طرزِ عمل:

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنْتُ أَدْخُلُ بَيْتِيَ الَّذِيْ دُفِنَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ وَأَبِيْ فَأَضَعُ ثَوْبِيْ فَأَقُوْلُ: إِنَّمَا هُوَ زَوْجِي وَأَبِي، فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللهِ مَا دَخَلْتُ إِلَّا وَأَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِي حَيَاءً مِنْ عُمَرَ.

مسند احمد: ج42ص440رقم الحدیث25660

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میرے گھر کے جس کمرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے والد (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی قبریں تھیں۔ میں وہاں اپنے سر پر دوپٹہ نہ ہونے کی حالت میں بھی چلی جاتی تھی کیونکہ میں سمجھتی تھی کہ یہاں صرف میرے شوہر اور میرے والد ہی تو ہیں، لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بھی وہاں تدفین ہوئی تو بخدا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کی وجہ سے میں جب بھی اس کمرے میں گئی تو اپنی چادر اچھی طرح لپیٹ کر ہی گئی۔

اشکال:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ منوں مٹی کے نیچے سے دیکھ رہے تھے تو کیا ایک دوپٹے سے نہیں دیکھ سکتے تھے؟

جواب:

[1]: جس طرح لوہے کا ایک ٹکڑا جو ایک میٹر چوڑا اور ستر سو میٹر لمبا ہو تو اگر اس کی ایک جانب سے کرنٹ گزارا جائے تو دوسری جانب پہنچ جاتا ہے لیکن اگر اس لوہے کے درمیان آدھا انچ سے بھی چھوٹا ربڑ کا ٹکڑا رکھ دیا جائے تو کرنٹ دوسری جانب پاس نہیں ہوتا۔ وجہ یہ ہے کہ جنس کے بدلنے سے اثر ختم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی ہے کہ مٹی؛ جنسِ انسانی سے ہے اس لیے اس سے نگاہ گزر سکتی ہے لیکن کپڑا غیر جنس ہے، اس لیے اس سے نگاہ نہیں گزر سکتی۔

[2]: فہمِ عائشہ رضی اللہ عنہا ہماری فہم سے بالاتر ہے۔

شہادتِ عمر رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خراجِ تحسین:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: إِنِّي لَوَاقِفٌ فِي قَوْمٍ فَيَدْعُوْنَ اللهَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَدْ وُضِعَ عَلٰى سَرِيْرِهٖ إِذَا رَجُلٌ مِنْ خَلْفِي قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَهٗ عَلٰى مَنْكِبِيْ يَقُوْلُ: رَحِمَكَ اللهُ إِنْ كُنْتُ لَأَرْجُوْ

أَنْ يَجْعَلَكَ اللهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ لِأَنِّي كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: كُنْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَفَعَلْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَانْطَلَقْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَإِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَجْعَلَكَ اللهُ مَعَهُمَا فَالْتَفَتُّ فَإِذَا هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 3677

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں ان لوگوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے دعائیں کر رہے تھے۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کا جنازہ رکھا گیا تھا۔ اتنے میں ایک شخص نے میرے پیچھے سے آکر میرے کندھوں پر کہنیاں رکھ دیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہنے لگے: اللہ آپ پر رحم کرے! مجھے تو یہی امید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ جمع کرے گا۔ میں اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا کرتا تھا کہ میں اور ابو بکر و عمر تھے، میں نے اور ابو بکر و عمر نے یہ کام کیا، میں اور ابو بکر و عمر گئے۔ اس لیے مجھے امید یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان ہی دونوں بزرگوں کے ساتھ رکھے گا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

﴿حصہ دوم﴾

اعتراضات وجوابات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعتراض نمبر 1

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بزدل تھے

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: فَأَخْبَرَنِي جَدِّي زَيْدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: "بَيْنَمَا هُوَ فِي الدَّارِ خَائِفًا إِذْ جَاءَهُ الْعَاصُ بْنُ وَائِلٍ السَّهْمِيُّ أَبُو عَمْرٍو عَلَيْهِ حُلَّةُ حِبَرٍ، وَقَمِيصٌ مَكْفُوفٌ بِحَرِيرٍ وَهُوَ مِنْ بَنِي سَهْمٍ وَهُمْ حُلَفَاؤُنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ لَهُ: مَا بَالُكَ؟ قَالَ: زَعَمَ قَوْمُكَ أَنَّهُمْ سَيَقْتُلُونَنِي إِنْ أَسْلَمْتُ، قَالَ: لَا سَبِيلَ إِلَيْكَ بَعْدَ أَنْ قَالَهَا أَمِنْتُ فَخَرَجَ الْعَاصُ فَلَقِيَ النَّاسَ قَدْ سَالَ بِهِمُ الْوَادِي، فَقَالَ: أَيْنَ تُرِيدُونَ؟ فَقَالُوا: نُرِيدُ هٰذَا ابْنَ الْخَطَّابِ الَّذِي صَبَا، قَالَ: لَا سَبِيلَ إِلَيْهِ، فَكَرَّ النَّاسُ".

صحیح البخاری: رقم الحدیث 3864

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ (اسلام لانے کے بعد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ (قریش سے طبعی طور پر) ڈرے ہوئے گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ابو عمرو عاص بن وائل سہمی اندر آیا۔ اس نے دھاری دار چادر اور ریشمی کرتہ پہنا ہوا تھا۔ وہ (ابو عمرو عاص بن وائل) قبیلہ بنو سہم سے تھا جو قبیلہ زمانہ جاہلیت میں ہمارا حلیف تھا۔ عاص نے عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہاری قوم بنو سہم والوں کا خیال ہے کہ اگر میں مسلمان ہوا تو وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ عاص نے کہا: آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) عاص کی اس بات کے بعد مجھے اطمینان ہوا۔ اس کے بعد عاص باہر نکلا تو دیکھا کہ میدان لوگوں سے بھر گیا ہے۔ عاص نے پوچھا: کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟ تو لوگوں نے کہا: ہم ابن خطاب کی طرف جانے کا ارادہ رکھتے ہیں جو صابی (اپنے آباء و اجداد کے دین کو چھوڑ کر مسلمان) ہو گیا ہے۔ عاص نے کہا: اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ یہ سنتے ہی لوگ واپس چلے گئے۔

اعتراض:

اس حدیث کی بنیاد پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ بزدل تھے اور اپنے اسلام کو چھپا رہے تھے۔

جواب نمبر 1:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نڈر، بہادر اور شجاع تھے۔ بزدل نہیں تھے، اس پر درج ذیل قرائن ملاحظہ ہوں:

1: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے علی الاعلان بیت اللہ میں نماز پڑھی۔

2: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کہ اسلام کو عمر کے ذریعے عزت عطا فرما۔ اگر عمر بزدل ہوتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی یہ دعا نہ فرماتے۔ کیونکہ بزدل کی وجہ سے اسلام کو عزت نہیں مل سکتی۔

3: اگر حضرت عمر بزدل ہوتے تو آسمانوں پر آپ کے اسلام لانے پر خوشیاں نہ منائی جاتیں۔

4: اگر آپ بزدل ہوتے تو مشرکینِ مکہ مایوس ہو کر یہ نہ کہتے کہ اب ہماری قوم دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔

5: قبولِ اسلام کی تشہیر

6: واقعۂ ہجرت

ذیل میں ہر ایک پر دلیل پیش کی جاتی ہے۔

1: قبولِ اسلام پر علی الاعلان بیت اللہ میں نماز پڑھنا

امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ الله عَنْهُ: إِنَّ إِسْلَامَ عُمَرَ كَانَ فَتْحًا وَإِنَّ هِجْرَتَهُ كَانَتْ نَصْرًا وَإِنَّ إِمَارَتَهُ كَانَتْ رَحْمَةً وَاللهِ مَا اسْتَطَعْنَا أَنْ نُصَلِّيَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ ظَاهِرِيْنَ حَتّٰى أَسْلَمَ عُمَرُ.

المعجم الکبیر للطبرانی: رقم الحدیث 8806

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام ہمارے لئے ایک فتح تھی اور ان کی امارت ایک رحمت تھی، خدا کی قسم ہم بیت اللہ میں نماز پڑھنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے یہاں

تک کہ عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ پھر ہم نے بیت اللہ میں نماز پڑھی۔

2: آپ کے حق میں نبوت کی دعا

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ: بِأَبِيْ جَهْلٍ، أَوْ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، قَالَ: وَكَانَ أَحَبَّهُمَا إِلَيْهِ عُمَرُ.

سنن الترمذی: رقم الحدیث 3681

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دعا مانگتے ہوئے) فرمایا: اے اللہ! ان دونوں یعنی ابو جہل اور عمر بن خطاب میں سے جو تجھے محبوب ہو اس کے (قبولِ اسلام) کے ذریعہ اسلام کو قوت عطا فرما۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: تو ان دونوں میں سے حضرت عمر؛ اللہ تعالیٰ کے محبوب نکلے۔

3: عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام سے آسمانوں میں خوشیاں

امام محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ التمیمی البُستی رحمہ اللہ (ت 354ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ أَتٰى جِبْرِيْلُ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! لَقَدِ اسْتَبْشَرَ أَهْلُ السَّمَاءِ بِإِسْلَامِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

صحیح ابن حبان: رقم الحدیث 6883

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! عمر کے اسلام لانے پر اہلِ آسمان (فرشتوں) نے بھی خوشی منائی ہے۔

4: مشرکین کی مایوسی

امام ابو بکر محمد بن الحسین بن عبد اللہ الآجُرّی البغدادی رحمہ اللہ (ت 360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ الْمُشْرِكُوْنَ: اَلْآنَ انْتَصَفَ الْقَوْمُ مِنَّا.

الشریعۃ للآجری: رقم الحدیث 1409

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو مشرکین نے کہا: اب ہماری قوم دو حصوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔

5: قبولِ اسلام کی تشہیر

امام ابوعبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ: أَيُّ قُرَيْشٍ أَنْقَلُ لِلْحَدِيْثِ؟ قِيْلَ لَهُ: جَمِيْلُ بْنُ مَعْمَرٍ الْجُمَحِيُّ، قَالَ: فَغَدَا عَلَيْهِ، قَالَ عَبْدُ اللهِ: وَغَدَوْتُ أَتْبَعُ أَثَرَهُ أَنْظُرُ مَا يَفْعَلُ، وَأَنَا غُلَامٌ، وَجَمِيْلُ بْنُ مَعْمَرٍ هُوَ جَدُّ نَافِعِ بْنِ عُمَرَ بْنِ جَمِيلِ بْنِ مَعْمَرٍ الْجُمَحِيُّ أَعْقِلُ كُلَّمَا رَأَيْتُ، حَتّٰى جَاءَهُ فَقَالَ: أَمَا عَلِمْتَ يَا جَمِيْلُ! أَنِّي قَدْ أَسْلَمْتُ وَدَخَلْتُ فِي دِيْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: فَوَاللهِ، مَا رَاجَعَهُ حَتّٰى قَامَ يَجُرُّ رِجْلَيْهِ، وَاتَّبَعَهُ عُمَرُ، وَاتَّبَعْتُ أَبِي، حَتّٰى إِذَا قَامَ عَلٰى بَابِ الْمَسْجِدِ صَرَخَ بِأَعْلٰى صَوْتِهٖ: يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! وَهُمْ فِي أَنْدِيَتِهِمْ حَوْلَ الْكَعْبَةِ أَلَا إِنَّ عُمَرَ قَدْ صَبَا، قَالَ: يَقُوْلُ عُمَرُ مِنْ خَلْفِهٖ: كَذَبَ، وَلٰكِنْ قَدْ أَسْلَمْتُ وَشَهِدْتُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل: ص345 اسلام عمر بن الخطاب رقم الحدیث 772

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب نے اسلام قبول کیا تو آپ نے پوچھا کہ کون سا قریشی ایسا ہے جو باتوں کو خوب پھیلانے کا ہنر جانتا ہو؟ آپ کو بتایا گیا کہ جمیل بن معمر الجُمحیّ۔ آپ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں آپ کے پیچھے چل رہا تھا تاکہ دیکھوں کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ میں ان دنوں کم عمر تھا۔ جمیل بن معمر؛ یہ نافع بن عمر بن جمیل بن معمر الجُمحیّ کے دادا ہیں۔ (کم عمر ہونے کے باوجود) جو باتیں میں دیکھتا تھا انہیں سمجھتا بھی تھا۔ (میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے پیچھے چلتا رہا) یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پاس پہنچے اور فرمایا: جمیل! کیا تمہیں یہ بات معلوم ہے کہ میں مسلمان ہو چکا ہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہو چکا ہوں؟ اللہ کی قسم! آپ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے ابھی کوئی دوسری بات نہیں کہی تھی کہ جمیل بن معمر کھڑا ہوا اور اپنے پاؤں

گھسیٹنے لگا (یعنی وہاں سے بھاگنے لگا۔) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے تھے اور میں اپنے والد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کے پیچھے یہاں تک کہ جب جمیل بن معمر مسجد کے دروازے پر کھڑا ہوا تو اونچی آواز میں چیخا: اے قریش کے لوگو! اس وقت وہ لوگ کعبہ کے ارد گرد اپنی مجلسوں میں بیٹھے تھے۔ (اس نے کہا) سنو! عمر صابی (بے دین۔ معاذ اللہ) ہو گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے چلتے جا رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے بلکہ میں تو اسلام لایا ہوں اور میں نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور بے شک محمد؛ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

5: واقعۂ ہجرت

امام ابو الحسن عز الدین علی بن محمد بن محمد الشیبانی الجزری ابن الاثیر رحمہ اللہ (ت 630ھ) لکھتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْعَبَّاسِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ لِيْ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ: مَا عَلِمْتُ أَنَّ أَحَدًا مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ هَاجَرَ إِلَّا مُخْتَفِيًا إِلَّا عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَإِنَّهُ لَمَّا هَمَّ بِالْهِجْرَةِ تَقَلَّدَ سَيْفَهُ وَتَنَكَّبَ قَوْسَهُ وَانْتَضٰى فِيْ يَدِهٖ أَسْهُمًا وَاخْتَصَرَ عَنْزَتَهُ وَمَضٰى قِبَلَ الْكَعْبَةِ وَالْمَلَأُ مِنْ قُرَيْشٍ بِفِنَائِهَا فَطَافَ بِالْبَيْتِ سَبْعًا مُتَمَكِّنًا ثُمَّ أَتَى الْمُقَامَ، فَصَلّٰى مُتَمَكِّنًا ثُمَّ وَقَفَ عَلَى الْحِلَقِ وَاحِدَةً وَاحِدَةً وَقَالَ لَهُمْ: شَاهَتِ الْوُجُوهُ لَا يُرْغِمُ اللهُ إِلَّا هٰذِهِ الْمَعَاطِسَ مَنْ أَرَادَ أَنْ تَثْكُلَهُ أُمُّهُ وَيُؤْتِمَ وَلَدَهُ وَيُرْمِلَ زَوْجَتَهُ فَلْيَلْقَنِي وَرَاءَ هٰذَا الْوَادِيْ.

اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ لابن الاثیر: ج3 ص349 ہجرۃ عمر رضی اللہ عنہ

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مجھے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بتایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور مہاجر میرے علم میں نہیں جس نے علانیہ ہجرت کی ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ ہجرت کے ارادے سے روانہ ہوئے تو ہاتھ میں تلوار، کندھے پر کمان، مٹھی میں تیر اور کمر سے نیزا باندھے کعبۃ اللہ کی طرف (بغرض طواف) تشریف لائے، قریش کی ایک جماعت صحن کعبہ میں موجود تھی، آپ نے بیت اللہ کے سات چکر اطمینان سے مکمل کیے، پھر مقامِ ابراہیم پر تشریف لائے، اطمینان سے نماز ادا کی، اس کے بعد قریش کے ایک ایک ٹولے کے قریب کھڑے ہو کر فرمایا: تمہاری شکلیں بد نما ہوں، اللہ ان چہروں کو

رسوا کرے۔ تم میں سے اگر کوئی ماں کو روتا ہوا، بچوں کو یتیم اور بیویوں کو بیوہ دیکھنا چاہتا ہے تو (عمر کو ہجرت سے روکنے کے لیے) سامنے آئے اور پہاڑ کی پچھلی جانب آکر مجھے روک کر دکھائے۔

جواب نمبر 2:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اسلام کا اعلان کیا تو کفار کی طرف سے مزاحمت کا ہونا یقینی تھا جیسا کہ بعض مسلمانوں کے ساتھ کفار مزاحمت کر بھی رہے تھے۔ ایسے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا تلوار اٹھانا بھی ناگزیر تھا جبکہ اس وقت حکم یہی تھا کہ تلوار نہیں اٹھانی اور خود کو روک کر رکھنا ہے۔ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کسی کی امان میں جانے اور روپوش ہونے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس لیے کسی کی امان میں آنا اور روپوش ہونا بہادری اور شجاعت کے خلاف نہیں۔

اعتراض نمبر 2

عمر رضی اللہ عنہ؛ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک کرتے تھے

امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر الطبری رحمہ اللہ (ت 310ھ) روایت کرتے ہیں:

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: وَاللهِ، مَا شَكَكْتُ مُنْذُ أَسْلَمْتُ إِلَّا يَوْمَئِذٍ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ، وَعَدُوُّنَا عَلَى الْبَاطِلِ؟ قَالَ: بَلٰى، قُلْتُ: فَلِمَ نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِيْنِنَا إِذًا؟ قَالَ: إِنِّي رَسُوْلُ اللهِ، وَلَسْتُ أَعْصِيْهِ، وَهُوَ نَاصِرِيْ.

تفسیر الطبری: ج13 ص117 تحت الآیۃ سورۃ الفتح:25

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! جب سے میں مسلمان ہوا، مجھے کبھی شک نہیں ہوا سوائے اُس دن کے۔ چنانچہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: کیا ہم حق پر نہیں اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں (ہم حق پر ہیں)۔ میں نے کہا: تو پھر ہم اپنے دین کے معاملے میں کمزوری کیوں دکھا رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں، میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا، اور وہی میرا مددگار ہے۔"

اعتراض:

اس روایت میں موجود الفاظ جو حضرت عمر رضی اللہ نے صلحِ حدیبیہ کے بعد کہے تھے:

وَاللهِ، مَا شَكَكْتُ مُنْذُ أَسْلَمْتُ إِلَّا يَوْمَئِذٍ.

کہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں) جیسا شک مجھے آج ہوا ہے، پہلے کبھی نہ ہوا تھا۔

ان الفاظ کو بنیاد بنا کر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک ہو گیا تھا (معاذ اللہ)، اور جو نبی کی نبوت میں شک کرے وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔

جواب نمبر 1:

صلحِ حدیبیہ کا یہ واقعہ احادیث مبارکہ کی کئی معتبر کتب میں موجود ہے خصوصاً صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں

بھی یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ مروی ہے مگر ان کتبِ احادیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پریشانی اور اضطراب کا ذکر تو ملتا ہے لیکن مذکورہ الفاظِ طعن نہیں ملتے۔

ذیل میں یہی واقعہ (اختصار کے پیشِ نظر صرف) صحیح بخاری سے پیش کیا جاتا ہے:

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو وَائِلٍ، قَالَ: كُنَّا بِصِفِّينَ، فَقَامَ سَهْلُ بْنُ حُنَيْفٍ، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ! اتَّهِمُوا أَنْفُسَكُمْ فَإِنَّا كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ وَلَوْ نَرٰى قِتَالًا لَقَاتَلْنَا فَجَاءَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! أَلَسْنَا عَلَى الْحَقِّ وَهُمْ عَلَى الْبَاطِلِ؟ فَقَالَ: "بَلٰى" فَقَالَ: أَلَيْسَ قَتْلَانَا فِي الْجَنَّةِ وَقَتْلَاهُمْ فِي النَّارِ، قَالَ: بَلٰى، قَالَ: فَعَلٰي مَا نُعْطِي الدَّنِيَّةَ فِي دِيْنِنَا أَنَرْجِعُ وَلَمَّا يَحْكُمِ اللهُ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ، فَقَالَ: يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! إِنِّي رَسُوْلُ اللهِ وَلَنْ يُضَيِّعَنِيَ اللهُ أَبَدًا فَانْطَلَقَ عُمَرُ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ، فَقَالَ لَهٗ مِثْلَ مَا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّهٗ رَسُوْلُ اللهِ وَلَنْ يُضَيِّعَهُ اللهُ أَبَدًا فَنَزَلَتْ سُوْرَةُ الْفَتْحِ فَقَرَأَهَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى عُمَرَ إِلٰى اٰخِرِهَا، فَقَالَ عُمَرُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! أَوَفَتْحٌ هُوَ؟ قَالَ: "نَعَمْ".

صحیح البخاری: رقم الحدیث 3182

ترجمہ: حبیب بن ابی ثابت بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابو وائل نے بیان کیا کہ ہم مقامِ صفین میں موجود تھے۔ تو سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! تم (امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ پر الزام لگانے کے بجائے) خود کو الزام دو (کیونکہ تم لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے صلح کی پیش کش سے ہٹ رہے ہو)۔ اس لیے کہ ہم حدیبیہ کے موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، اگر ہم جنگ کو (ضروری) جانتے تو اس وقت ضرور لڑتے۔ (یعنی یہ واقعہ صلح حدیبیہ کا ہے جو مسلمانوں اور کفار کے درمیان پیش آیا تھا تو اس میں صلح کو ترجیح دی گئی اور اب تو مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح ہو رہی ہے تو اس میں صلح کو ترجیح کیوں نہ دی جائے۔ اس صلح کا ہی واقعہ ہے کہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کی: یارسول اللہ! کیا ہم حق پر اور وہ (ہمارا دشمن) باطل پر نہیں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: کیوں نہیں (ایسے ہی ہے!) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا ہمارے شہداء جنت میں اور ان کے مقتول جہنم میں نہیں جائیں گے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں! (ایسے ہی ہے)! پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اس وقت کے موجودہ حالات کو سامنے رکھتے ہوئے) عرض کیا: (جب آپ برحق نبی ہیں، ہم حق پر ہیں تو) ہم اپنے دین کے معاملے میں اتنی کمزوری کیوں دکھارہے ہیں؟ کیا ہم (مدینہ) واپس چلے جائیں گے، اور ہمارے اور ان کے درمیان اللہ (ابھی) کوئی فیصلہ نہیں کرے گا۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابن خطاب! میں اللہ کا (سچا) رسول ہوں اور اللہ مجھے کبھی ضائع نہیں کرے گا (یعنی وعدہ خلافی نہیں کرے گا)۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ (وہاں سے اٹھ کر) سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور اپنے وہی سوالات دہرائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کے سوالوں کے من وعن وہی جواب دیے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے تھے، ساتھ یہ بھی کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ انہیں کبھی ضائع نہیں کرے گا۔ پھر سورۃ فتح نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سورۃ الفتح آخر تک پڑھ کر سنائی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: (یارسول اللہ!) کیا یہی فتح ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! بلاشبہ یہی فتح ہے۔

فائدہ:

یہ واقعہ جنگِ صفین کا ہے جو حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان واقع ہوئی تھی۔ جب اس جنگ نے انتہائی شدت اختیار کی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیش کش کی کہ قرآن مجید کو حکم بنا کر صلح کی جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس صلح کی پیش کش کو قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے لیکن خوارج نے اس جنگ کو جاری رکھنے پر اصرار کیا۔ اس موقع پر حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ صلح پر آمادہ کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور تقریر کی جس میں صلحِ حدیبیہ کا حوالہ دیا۔

جواب نمبر 2:

صلحِ حدیبیہ میں موجود تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اللہ تعالیٰ نے رضا کا پروانہ دے دیا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی صلح حدیبیہ میں موجود تھے۔ لہٰذا وہ اس پروانہ کے مستحق ٹھہرے اور ظاہر ہے رضائے

الٰہی کا پروانہ مؤمنین کو ہی مل سکتا ہے نہ کہ ایمان میں شک کرنے والوں کو۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا﴾

سورۃ الفتح:18

ترجمہ: یقیناً اللہ ان ایمان والوں سے بڑا خوش ہوا جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا وہ بھی اللہ کو معلوم تھا۔ اس لیے اس نے ان پر سکینت اتار دی، اور ان کو انعام میں ایک قریبی فتح عطا فرما دی۔

جواب نمبر 3:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صلح حدیبیہ میں صلح نامہ پر مسلمانوں کی طرف سے بطورِ گواہ دستخط بھی کیے تھے۔ جو دستخط کرے وہ صلح میں یا نبوت میں شک کیسے کر سکتا ہے؟ چنانچہ اہلِ تشیع کی ایک کتاب "ناسخ التواریخ" میں ہے:

"چوں کتابِ صلح بپائے رفت ابو بکر وعمر وعبد الرحمٰن بن عوف وسعد بن ابی قاص و ابو عبیدہ بن الجراح و محمد بن مسلمه در آن نامہ گواھی خویش رانگاشتند و از طرف مشرکین حُوَیطب بن عبد العزی و مِکْرَز بن حَفْص چند تن دیگر خط نہادند۔ "

ناسخ التواریخ: ج2 ص222 وقائع سال ششم ھجرت

ترجمہ: جب صلح نامہ کی تحریر مکمل ہو گئی۔ تو ابو بکر، عمر، عبد الرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، ابو عبیدہ بن الجراح اور محمد بن مسلمہ نے اپنی گواہی تحریر کی اور مشرکوں کی طرف سے تو حویطب بن عبد العزیٰ، مِکْرَز بن حَفْص اور چند دیگر آدمیوں نے اپنے نام تحریر کیے۔

جواب نمبر 4:

اس روایت میں موجود الفاظ "وَاللّٰهِ مَا شَكَكْتُ مُنْذُ أَسْلَمْتُ. إِلَّا يَوْمَئِذٍ" راوی ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کا ادراج ہے۔ چنانچہ حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر دمشقی شافعی رحمہ اللہ

(ت774ھ) نے اس مقام پر کافی روایات نقل کی ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں:

وَقَدْ رَوَاهُ أَيْضًا عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، بِهِ نَحْوَهُ وَخَالَفَهُ فِي أَشْيَاءَ وَقَدْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ، رَحِمَهُ اللهُ، فِي صَحِيْحِهِ.

تفسیر ابن کثیر: ج7ص349 تفسیر سورۃ الفتح، رقم الآیۃ26

ترجمہ: عبد الرزاق نے معمر سے اور معمر نے زہری سے روایت اسی طرح ذکر کی ہے اور اس روایت میں بہت سے امور دوسروں سے مختلف ذکر کیے ہیں اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں (ان الفاظ کے بغیر) یہ روایت نقل کی ہے۔

جواب نمبر5:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے کامل ایمان کی گواہی صحیح روایات سے ثابت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مقامات پر انہیں جنت کی بشارت دی ہے، ان کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہے، تو وہ کیسے ایمان میں شک کر سکتے ہیں؟

جواب نمبر6:

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کے کامل ایمان کی گواہی دی ہے۔ ذیل میں اس پر چند روایات پیش کی جاتی ہیں:

[1]: امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي: أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ بَعْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ عُمَرُ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث3671

ترجمہ: محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے اپنے والد (حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ) سے پوچھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہتر انسان کون ہے؟ تو میرے والد نے فرمایا: ابو بکر (رضی اللہ عنہ)۔ میں نے پھر پوچھا کہ ان کے بعد کون؟ جواب دیا: عمر (رضی اللہ عنہ)۔

[2]: امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ: سَمِعْتُ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ هٰذِهِ

الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا؟ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِخَيْرِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ عُمَرُ.

مسند احمد: رقم الحدیث 833

ترجمہ: ابوجحیفہ (وہب بن عبد اللہ) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ فرمارہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے سب سے بہتر انسان حضرت ابو بکر ہیں اور حضرت ابو بکر کے بعد سب سے بہتر انسان حضرت عمر ہیں (رضی اللہ عنہما)۔

[3]: امام ابوعبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: إِنِّي لَوَاقِفٌ فِي قَوْمٍ فَيَدْعُوْنَ اللهَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَقَدْ وُضِعَ عَلٰى سَرِيْرِهٖ إِذَا رَجُلٌ مِنْ خَلْفِي قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَهٗ عَلٰى مَنْكِبِيْ يَقُوْلُ: رَحِمَكَ اللهُ إِنْ كُنْتُ لَأَرْجُوْ أَنْ يَجْعَلَكَ اللهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ لِأَنِّي كَثِيْرًا مِمَّا كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: كُنْتُ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَفَعَلْتُ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَانْطَلَقْتُ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ فَإِنْ كُنْتُ لَأَرْجُوْ أَنْ يَجْعَلَكَ اللهُ مَعَهُمَا فَالْتَفَتُّ فَإِذَا هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 3677

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں ان لوگوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا جو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے دعائیں کر رہے تھے۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کا جنازہ رکھا گیا تھا۔ اتنے میں ایک شخص نے میرے پیچھے سے آکر میرے کندھوں پر کہنیاں رکھ دیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہنے لگے: اللہ آپ پر رحم کرے! مجھے تو یہی امید تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ جمع کرے گا۔ میں اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا کرتا تھا کہ میں اور ابو بکر و عمر تھے، میں نے اور ابو بکر و عمر نے یہ کام کیا، میں اور ابو بکر و عمر گئے۔ اس لیے مجھے امید یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان ہی دونوں بزرگوں کے ساتھ رکھے گا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے۔

اعتراض نمبر 3

عمر رضی اللہ عنہ غزوۂ احد میں میدان چھوڑ کر چلے گئے

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ جَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الرَّجَّالَةِ يَوْمَ أُحُدٍ وَكَانُوا خَمْسِينَ رَجُلًا عَبْدَ اللهِ بْنَ جُبَيْرٍ فَقَالَ: "إِنْ رَأَيْتُمُونَا تَخْطَفُنَا الطَّيْرُ فَلَا تَبْرَحُوا مَكَانَكُمْ هٰذَا حَتّٰى أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ وَإِنْ رَأَيْتُمُونَا هَزَمْنَا الْقَوْمَ وَأَوْطَأْنَاهُمْ فَلَا تَبْرَحُوا حَتّٰى أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ". فَهَزَمُوهُمْ قَالَ: فَأَنَا وَاللهِ رَأَيْتُ النِّسَاءَ يَشْتَدِدْنَ قَدْ بَدَتْ خَلَاخِلُهُنَّ وَأَسْوُقُهُنَّ رَافِعَاتٍ ثِيَابَهُنَّ فَقَالَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللهِ بْنِ جُبَيْرٍ: الْغَنِيمَةَ أَيْ قَوْمِ الْغَنِيمَةَ ظَهَرَ أَصْحَابُكُمْ فَمَا تَنْتَظِرُونَ؟ فَقَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ جُبَيْرٍ: أَنَسِيتُمْ مَا قَالَ لَكُمْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالُوا: وَاللهِ لَنَأْتِيَنَّ النَّاسَ فَلَنُصِيبَنَّ مِنَ الْغَنِيمَةِ. فَلَمَّا أَتَوْهُمْ صُرِفَتْ وُجُوهُهُمْ فَأَقْبَلُوا مُنْهَزِمِينَ فَذَاكَ إِذْ يَدْعُوهُمُ الرَّسُولُ فِي أُخْرَاهُمْ فَلَمْ يَبْقَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرُ اثْنَيْ عَشَرَ رَجُلًا فَأَصَابُوا مِنَّا سَبْعِينَ الحديث.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 3039

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احد والے دن حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو تیز اندازوں کا امیر مقرر کیا جن کی تعداد پچاس تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ اگر یہ منظر بھی دیکھو کہ ہمیں پرندے نوچ رہے ہیں تب بھی اپنی جگہ سے نہ ہٹنا یہاں تک کہ میں تمہاری طرف کوئی پیغام نہ بھیج دوں، اور اگر تم یہ منظر بھی دیکھ لو کہ ہم نے مخالف فوج کو واضح شکست دے دی ہے اور ان کی لاشوں کو روند ڈالا ہے تب بھی اس وقت تک اپنی جگہ سے نہ ہٹنا جب تک میں تمہاری طرف کوئی پیغام نہ بھیج دوں۔ چنانچہ مسلمانوں نے کفار کو شکست دے دی۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! میں نے (مشرکین کی) عورتوں کو دیکھا کہ وہ اپنے کپڑے اٹھائے ہوئے تیزی سے (میدان چھوڑ

کر) بھاگ رہی تھیں اور ان کے پازیب اور پنڈلیاں دکھائی دے رہی تھیں۔ حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے کہا کہ غنیمت جمع کرو، اے قوم! غنیمت جمع کرو۔ تمہارے ساتھی غالب آچکے ہیں تو اب کس کس بات کا انتظار ہے؟ اس پر حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں جو ہدایت فرمائی تھی کیا تم اسے بھول گئے ہو؟ لیکن ان ساتھیوں نے کہا: قسم بخدا! ہم ضرور جائیں گے اور مالِ غنیمت جمع کریں گے۔ چنانچہ جب یہ لوگ (اپنی جگہ چھوڑ کر) ان کے پاس آئے تو ان کے چہرے پھیر دیے گئے اور وہ شکست سے دوچار ہو کر (میدان سے) لَوٹتے ہوئے نظر آئے۔ یہی وہ موقع ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پیچھے سے پکار رہے تھے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باقی رہ گئے۔

امام فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسین الرازی الشافعی رحمہ اللہ (ت606ھ) لکھتے ہیں:

وَمِنَ الْمُنْهَزِمِيْنَ عُمَرُ، إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَكُنْ فِي أَوَائِلِ الْمُنْهَزِمِيْنَ وَلَمْ يَبْعُدْ، بَلْ ثَبَتَ عَلَى الْجَبَلِ إِلٰى أَنْ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

التفسیر الکبیر: ج9 ص42 تحت قولہ ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ﴾ آل عمران:155

ترجمہ: میدان چھوڑنے والوں میں حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) بھی تھے، البتہ وہ شروع میں جانے والوں میں سے نہیں تھے اور نہ ہی وہ زیادہ دور گئے تھے بلکہ پہاڑ پر چلے گئے یہاں تک کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہاڑ پر آگئے تھے۔

فائدہ:

اُحد پہاڑ کی ایک طرف دَرَّہ ہے جو جبلِ رماۃ کے نام سے معروف ہے۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ پچاس تیر اندازوں کو مقرر فرمایا اور تاکید کی کہ جب تک میرا حکم نہ ہو آپ لوگوں نے یہاں سے ہٹنا نہیں، چاہے فتح ہو یا شکست۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انتہائی جانثاری اور جوانمردی کے ساتھ کفار سے لڑتے رہے اور مشرکین بھاگنے پر مجبور ہو گئے۔ کچھ مسلمان ان کو بھگا رہے تھے اور کچھ مال غنیمت اکٹھا کر رہے تھے۔ دَرَّہ پر مقرر تیر انداز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے اکثر نیچے

اتر کر اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ مل کر غنیمت اکٹھی کرنے لگے۔ دوسری طرف خالد بن ولید نے جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، درہ خالی دیکھا تو اچانک حملہ کر دیا جس کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ چنانچہ اس حملہ کے بعد بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو میدان چھوڑنا پڑا۔

اعتراض:

غزوۂ احد میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو میدان چھوڑنا پڑا۔ ان جانے والے حضرات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے حالانکہ وہ موقع میدان چھوڑ کر جانے کا نہیں بلکہ میدان میں ٹھہر کر دشمن سے مقابلہ کرنے کا تھا۔

جواب:

اھل السنۃ والجماعۃ کا موقف یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محفوظ ہیں۔ محفوظ ہونے کا معنی یہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی سے بشری تقاضوں کے مطابق کبھی کوئی خطا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ان کے ذمے میں وہ باقی نہیں رہنے دیتے یعنی دنیا میں اس خطا کی معافی عطا فرما دیتے ہیں اور اس خطا کی وجہ سے ملنے والے اُخروی عذاب سے ان کو محفوظ فرما لیتے ہیں۔

غزوۂ احد میں مشرکین کی طرف سے جو اچانک حملہ ہوا تھا اس کے نتیجے میں مسلمان ایک اضطرابی کیفیت میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اسی اضطراب و پریشانی نے ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مجبور کیا اور ان سے میدان سے لوٹنے کی خطا سرزد ہو گئی لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس خطا کو معاف فرما دیا ہے۔ اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنا غلط ہے۔

1: فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (١٥٥)﴾

سورۃ آل عمران:155

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اس کی بھی معافی دے دی۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی ذات بخشنے والی اور بردبار ہے۔

2: علامہ سید ابو الثناء محمود آلوسی آفندی بغدادی الحنفی رحمہ اللہ (ت1270ھ) لکھتے ہیں:

لَا تَعْيِيْرَ بَعْدَ عَفْوِ اللهِ تَعَالٰى عَنِ الْجَمِيْعِ وَنَحْنُ لَا نَدَّعِي الْعِصْمَةَ فِي الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ وَلَا نَشْتَرِطُهَا فِي الْخِلَافَةِ.

روح المعانی: ج3 ص99 تحت قولہ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ﴾ آل عمران:155

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو معاف فرما دینے کے بعد تو اعتراض کی کوئی وجہ بنتی ہی نہیں۔ نیز ہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے معصوم ہونے کے قائل نہیں ہیں اور نہ ہی عصمت کو خلافت کے لیے شرط قرار دیتے ہیں۔ (اس لیے جب خطا معاف ہو گئی تو اعتراض ہی ختم ہو گیا۔)

اعتراض نمبر 4

عمر رضی اللہ عنہ اقرار کرتے تھے کہ میں منافق ہوں

امام ابو یوسف یعقوب بن سفیان الفسوی رحمہ اللہ (ت 347ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

ثُمَّ مَا رُوِيَ عَنْ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ لِحُذَيْفَةَ: أَنَا مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ.

المعرفۃ والتاریخ للفسوی: ج3 ص85

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے کہا: میں منافقین میں سے ہوں۔

اعتراض:

اس روایت کی بنیاد پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود منافق ہونے کا اقرار کیا اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو یہ کہا کہ میں منافقین میں سے ہوں۔

جواب نمبر 1:

یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ صاحب کتاب امام ابو یوسف یعقوب بن سفیان الفسوی رحمہ اللہ (ت 277ھ) یہ روایت نقل کرنے کے متصل بعد اس کا ردّ بھی کر رہے ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ قَالَ: مَاتَ رَجُلٌ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ حُذَيْفَةُ، فَقَالَ لَهُ عُمَرُ: مِنَ الْقَوْمِ هُوَ؟ قَالَ: نَعَمْ. قَالَ: بِاللهِ أَنَا مِنْهُمْ قَالَ: لَا وَلَنْ أُخْبِرَ أَحَدًا بَعْدَكَ.

وَهٰذَا الْمُحَالُ وَأَخَافُ أَنْ يَكُوْنَ كَذِبٌ، وَكَيْفَ يَكُوْنُ هٰذَا وَهُوَ مِمَّنْ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وَهُوَ مِنْ أَهْلِ بَدْرٍ، وَهُوَ مِمَّنْ يَقُوْلُ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَوْ كَانَ بَعْدِيْ نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرُ" وَ "قَدْ كَانَ يَكُوْنُ فِي الْأُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ وَإِنْ يَكُنْ فِي أُمَّتِيْ فَهُوَ عُمَرُ"، مَعَ مَا لَا يُحْصٰى مِنْ هٰذَا الضَّرْبِ. فَكَيْفَ يَجُوْزُ أَنْ يَقُوْلَ لِحُذَيْفَةَ: "وَأَنَا مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ" وَلٰكِنَّ حَدِيْثَ زَيْدٍ فِيْهِ خَلَلٌ كَثِيْرٌ.

المعرفۃ والتاریخ ج3 ص87

ترجمہ: زید بن وھب سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ منافقین میں سے ایک آدمی فوت ہوا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس کا جنازہ نہ پڑھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: کیا یہ منافقین میں سے تھا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم میں بھی (منافقین میں سے)۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں اور آپ کے بعد میں کسی کو (نفاق کے بارے میں) نہیں بتاؤں گا۔ (صاحبِ کتاب کہتے ہیں) یہ بات محال ہے اور مجھے تو یہ بھی خوف ہے کہ یہ بات جھوٹ ہو گی اور کیسے جھوٹ نہیں ہو سکتی، اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں اور آپ کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا" اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا تھا کہ "بے شک تم سے پہلی امتوں میں مُحَدَّثْ ہوا کرتے تھے، اگر میری امت میں بھی کوئی مُحَدَّثْ ہے تو عمر ہے" (مُحَدَّثْ کا معنی ہوتا ہے صاحبِ الہام۔ یعنی جس کے دل میں حق بات منجانب اللہ ڈالی جاتی ہو) اور اس کے ساتھ ساتھ اس قسم کے ان کے بہت سے فضائل ہیں جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ تو کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہیں کہ میں منافقین میں سے ہوں۔ (اس روایت کا راوی زید بن وھب ہے) وَلٰكِنَّ حَدِيْثَ زَيْدٍ فِيْهِ خَلَلٌ كَثِيْرٌ (لیکن زید بن وھب کی روایات میں بہت زیادہ خلل ہے)۔

جواب نمبر 2:

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے کامل ایمان کی گواہی خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ تو آپ کیسے منافق ہو سکتے ہیں؟ اس (ایمان کے کامل ہونے) پر صحیح روایات موجود ہیں۔ ذیل میں چند روایات ملاحظہ ہوں:

[1]: امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ الله عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِه.

جامع الترمذی: رقم الحدیث 3682

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حق بات کا الہام عمر کے دل پر اور اس کا اظہار عمر کی زبان پر فرمایا۔

[2]: امام ابوعبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ بن محمد النیسابوری رحمہ اللہ (ت405ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: اَللّٰهُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ.

المستدرک علی الصحیحین: رقم الحدیث 4484

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی: اے اللہ! عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔

[3]: امام محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ التمیمی البُستی رحمہ اللہ (ت354ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ الله عَنْهُمَا قَالَ: لَمَّا أَسْلَمَ عُمَرُ أَتَى جِبْرِيْلُ صَلَوَاتُ اللهِ عَلَيْهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ! لَقَدِ اسْتَبْشَرَ أَهْلُ السَّمَاءِ بِإِسْلَامِ عُمَرَ.

صحیح ابن حبان: رقم الحدیث 6883

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب عمر (رضی اللہ عنہ) ایمان لائے تو حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! عمر کے اسلام لانے پر اہلِ آسمان (فرشتوں) نے بھی خوشی منائی ہے۔

[4]: امام ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اللخمی الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (ت360ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ الله عَنْهُ: إِنَّ إِسْلَامَ عُمَرَ كَانَ فَتْحًا وَإِنَّ هِجْرَتَهُ كَانَتْ نَصْرًا وَإِنَّ إِمَارَتَهُ كَانَتْ رَحْمَةً وَاللهِ مَا اسْتَطَعْنَا أَنْ نُصَلِّيَ عِنْدَ الْكَعْبَةِ ظَاهِرِيْنَ حَتّٰى أَسْلَمَ عُمَرُ.

المعجم الکبیر للطبرانی: رقم الحدیث 8806

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام ہمارے لئے ایک فتح تھی اور ان کی امارت ایک رحمت تھی، خدا کی قسم ہم بیت اللہ میں نماز پڑھنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے یہاں تک کہ عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ پھر ہم نے بیت اللہ میں نماز پڑھی۔

[5]: امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ الله عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ نَبِيٍّ

إِلَّا وَ لَهُ وَزِيْرَانِ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ وَوَزِيْرَانِ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَمَّا وَزِيْرَايَ مِنْ أَهْلِ السَّمَاءِ فَجِبْرِيْلُ وَمِيْكَائِيْلُ وَأَمَّا وَزِيْرَايَ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ فَأَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ.

سنن الترمذی: رقم الحدیث3680

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لئے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں۔ آسمان والوں میں سے میرے دو وزیر جبرئیل و میکائیل جبکہ زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابو بکر و عمر ہیں۔

جواب نمبر3:

بالفرض روایت کا صحیح ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان خوفِ خدا اور کمالِ خشیت کی بنیاد پر تھا۔ جیسا کہ صحابیِ رسول حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خشیت کے طور پر اپنے لیے نفاق کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

چنانچہ امام مسلم بن حجاج القشیری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِيْ عُثْمَانَ النَّهْدِيِّ ، عَنْ حَنْظَلَةَ ، قَالَ: كُنَّا عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَوَعَظَنَا فَذَكَّرَ النَّارَ، قَالَ: ثُمَّ جِئْتُ إِلَى الْبَيْتِ فَضَاحَكْتُ الصِّبْيَانَ وَلَاعَبْتُ الْمَرْأَةَ، قَالَ: فَخَرَجْتُ، فَلَقِيْتُ أَبَا بَكْرٍ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لَهُ، فَقَالَ: وَأَنَا قَدْ فَعَلْتُ مِثْلَ مَا تَذْكُرُ، فَلَقِيْنَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللهِ! نَافَقَ حَنْظَلَةُ، فَقَالَ: مَهْ فَحَدَّثْتُهُ بِالْحَدِيْثِ، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: وَأَنَا قَدْ فَعَلْتُ مِثْلَ مَا فَعَلَ، فَقَالَ يَا حَنْظَلَةُ! سَاعَةً وَسَاعَةً وَلَوْ كَانَتْ تَكُوْنُ قُلُوْبُكُمْ كَمَا تَكُوْنُ عِنْدَ الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى تُسَلِّمَ عَلَيْكُمْ فِي الطُّرُقِ.

صحیح مسلم: رقم الحدیث6967

ترجمہ: حضرت ابو عثمان نہدی رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں: ایک مرتبہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ فرمایا جس سے دل نرم ہو گئے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے اٹھ کر میں گھر آیا اور بچوں

کے ساتھ ہنسنا بولنا، بیوی کے ساتھ مذاق شروع ہو گیا (اور وہ کیفیت جاتی رہی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں تھی) کہتے ہیں: میں گھر سے نکلا تو میری ملاقات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ میں نے ان سے اپنی یہ کیفیت عرض کی تو انہوں نے کہا: میری بھی یہی حالت ہوتی ہے جو آپ ذکر کر رہے ہیں۔ پھر ہم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔ میں نے عرض کی: اللہ کے رسول! حنظلہ منافق ہو گیا ہے۔ وہ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: ٹھہر جائیے! (یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ ہر گز نہیں)۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: جس طرح انہوں نے کہا ہے، میری بھی یہی کیفیت ہے (بیوی بچوں کے ساتھ مشغول ہونے میں) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حنظلہ (یہ) گھڑی گھڑی کا معاملہ ہے (ایک گھڑی کیفیت کچھ ہوتی ہے اور دوسری گھڑی کیفیت کچھ ہوتی ہے۔) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر تمہارا ہر وقت وہی حال رہے جیسا میرے سامنے ہوتا ہے، تو فرشتے تم سے بستروں پر اور راستوں میں مصافحہ کرنے لگیں۔

اعتراض نمبر 5

عمر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حمل گرایا

علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

اِنَّ عُمَرَ رَفَسَ فَاطِمَةَ حَتّٰى أَسْقَطَتْ مُحْسِنًا.

سیر اعلام النبلاء، تحت ترجمہ ابو بکر احمد بن محمد بن السری، رقم الترجمہ:349

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مکا مارا جس کی وجہ سے (حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا) حمل ساقط ہو گیا اور بچہ محسن (پیٹ میں) فوت ہو گیا۔

اعتراض:

اس روایت کی بنیاد پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبوت کی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حمل گرایا ہے۔

جواب:

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری عبارت کو پڑھ لیا جائے تو اعتراض سرے سے ختم ہو جاتا ہے اس لیے کہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس راوی پر جرح کر رہے اور جرح کی وجوہ میں سے ایک وجہ اس کا یہ من گھڑت واقعہ بیان کرنا نقل کر رہے ہیں۔

علامہ شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ الْحَاكِمُ: هُوَ رَافِضِيٌّ، غَيْرُ ثِقَةٍ.

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ حَمَّادٍ الْحَافِظُ: كَانَ مُسْتَقِيْمَ الْأَمْرِ عَامَّةَ دَهْرِهٖ، ثُمَّ فِي اٰخِرِ أَيَّامِهٖ كَانَ أَكْثَرَ مَا يُقْرَأُ عَلَيْهِ الْمَثَالِبُ، حَضَرْتُهٗ وَرَجُلٌ يَقْرَأُ عَلَيْهِ أَنَّ عُمَرَ رَفَسَ فَاطِمَةَ حَتّٰى أَسْقَطَتْ مُحَسِّنًا.

وَفِي خَبَرٍ اٰخَرَ قَوْلُهٗ تَعَالٰى: ﴿وَ جَآءَ فِرْعَوْنُ﴾: عُمَرُ، ﴿وَ مَنْ قَبْلَهٗ﴾ أَبُو بَكْرٍ، ﴿وَ الْمُؤْتَفِكٰتُ﴾: عَائِشَةُ، وَحَفْصَةُ.

فَوَافَقْتُهُ وَتَرَكْتُ حَدِيْثَهُ.

قُلْتُ: شَيْخٌ ضَالٌّ مُعَثَّرٌ.

سیر اعلام النبلاء، تحت ترجمہ ابو بکر أحمد بن محمد بن السری، رقم الترجمہ:349

ترجمہ: (احمد بن محمد بن السَّرِيّ کے متعلق) امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ رافضی ہے اور غیر ثقہ ہے۔

امام محمد بن حماد الحافظ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ راوی شروع میں ٹھیک تھا پھر آخری عمر میں اس کے پاس زیادہ ترعیوب، جھوٹ، بہتان اور تہمت والی باتیں پڑھی جاتی تھی (انہیں بہتان اور جھوٹی باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے) ایک دن میں اس کے پاس آیا اور (میں نے دیکھا کہ) اس کے پاس ایک شخص (یہ من گھڑت روایت) پڑھ رہا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مکا مارا یہاں تک کے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پیٹ میں بچہ محسن فوت ہو گیا۔

اور (اس کی گمراہ باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے) کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَ جَآءَ فِرْعَوْنُ﴾ میں "فرعون" کا مصداق حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ﴿مَنْ قَبْلَهٗ﴾ میں "مَنْ" کا مصداق حضرت ابو بکر اور ﴿وَ الْمُؤْتَفِكٰتُ﴾ میں "الْمُؤْتَفِكٰتُ" کا مصداق حضرت عائشہ اور حفصہ کو ٹھہرایا۔ [العیاذ باللہ]

(محمد بن حماد الحافظ کہتے ہیں) اس کے بعد میں نے ان (امام حاکم رحمہ اللہ) کی رائے سے اتفاق کیا اور اس (احمد بن محمد بن السری) کی حدیثیں لینا چھوڑ دیں۔

میں (علامہ ذہبی رحمہ اللہ) کہتا ہوں یہ بوڑھا گمراہ اور پھسلا ہوا آدمی تھا۔

اعتراض نمبر 6

عمر رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: يَوْمُ الْخَمِيْسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيْسِ! اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ فَقَالَ: "ائْتُوْنِي أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُ أَبَدًا"، فَتَنَازَعُوْا وَلَا يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ، فَقَالُوْا: مَا شَأْنُهُ أَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوْهُ، فَذَهَبُوْا يَرُدُّوْنَ عَلَيْهِ فَقَالَ: "دَعُوْنِي فَالَّذِيْ أَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُوْنَنِي إِلَيْهِ". وَأَوْصَاهُمْ بِثَلَاثٍ قَالَ: "أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَأَجِيْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيْزُهُمْ" وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ أَوْ قَالَ: فَنَسِيْتُهَا.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 4431

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جمعرات کے دن کا ذکر کیا اور فرمایا کہ تمہیں معلوم بھی ہے کہ جمعرات کا دن کیا ہے؟ اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شدت اختیار کر گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لکھنے کی چیزیں لا کر دو تا کہ میں تمہیں ایسی تحریر لکھ دوں کہ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو سکو۔ کچھ لوگ جھگڑنے لگے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جھگڑنا مناسب نہ تھا۔ بعض حضرات کہنے لگے کیا حضور ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دوبارہ پوچھ لو۔ انہوں نے دوبارہ جا کر دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس بات کو رہنے دو، میں جس حالت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی جانب تم بلا رہے ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ ایک یہ کہ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دینا۔ دوسری یہ کہ سفیروں کے ساتھ اسی طرح حسنِ سلوک کرنا جیسے میں کرتا تھا اور تیسری وصیت سے وہ خاموش ہو گئے یا (راوی کہتے ہیں) کہ میں بھول گیا ہوں۔

اعتراض:

منکرینِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے اس حدیث کی بنیاد پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آخری ایام میں خلافتِ علی المرتضی رضی اللہ عنہ لکھوانا چاہتے تھے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ تحریر لکھنے نہیں دی۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہیں مانی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی ہے اور اس تحریر نہ لکھوانے سے مسلمانوں کا بہت بڑا نقصان بھی ہوا ہے۔

جواب:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کئی وجوہات کے بنا پر درست نہیں۔ کیونکہ

1: اگر اسے صحیح سمجھا جائے تو لازم آئے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے ناکام تشریف لے گئے (معاذ اللہ) کیونکہ ایسی جماعت تیار نہ کر سکے جو ایک تحریر لکھنے پر آپ سے اتفاق کرتی۔

2: یہ حکم عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تھا ہی نہیں بلکہ یہ حکم تو اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کو تھا۔

3: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا منع کرنا مصلحت کی بنا پر تھا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف نہ ہو اور ایسی مصلحت کا لحاظ رکھنا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ثابت ہے۔ ایسی صورت میں صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیوں؟

4: اس واقعہ کے چار دن بعد تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہے۔ اگر کوئی ضروری بات ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور لکھوا دیتے۔ نہ لکھوانا اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی خاص اہم بات نہ تھی۔ تو اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیوں کہ انہوں نے اہم بات سے منع کر کے امت کو نقصان دیا۔

5: تحریر لکھنے کے مشورہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود راضی ہو گئے۔ تو اس کے بعد اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیوں؟

6: آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو خلافتِ علی رضی اللہ عنہ لکھوانا ہی نہیں چاہتے تھے بلکہ دوسری حدیث کی تشریح

کے مطابق خلافتِ صدیق رضی اللہ عنہ لکھوانا چاہتے تھے۔ اب تو اعتراض کی بنیاد ہی نہ رہی کہ مخالفت کا الزام لگایا جائے۔

7: بقولِ مخالفین آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافتِ علی رضی اللہ عنہ کا اعلان غدیرِ خُم پر کر لیا تھا۔ تو بوقتِ وفات پھر اسی خلافت کو لکھوانا تو تحصیل حاصل ٹھہرے گا۔ اس لیے یہ بنیاد ہی درست نہیں کہ خلافتِ علی رضی اللہ عنہ لکھوانا چاہتے تھے۔

8: یہ اعتراض اس لیے بھی درست نہیں کہ اگر اسے تسلیم کر لیا جائے تو نصِ قرآنی کی خلاف ورزی لازم آتی ہے کیونکہ قرآن کی رو سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم ہے کہ حکمِ خداوندی امت تک پہنچائیں اور اصول ہے کہ اگر کوئی روایت بہ ظاہر نصِ قرآن کے خلاف نظر آ رہی ہو تو اس روایت کی تاویل کرنا واجب ہے، نہ یہ کہ اس کی بنیاد پر اعتراض کر کے نصِ قرآنی کی مخالفت کی جائے۔

اس اجمال کی تفصیل درج ذیل ہے:

[1]: اگر اس بات کو صحیح تسلیم کر لیا جائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خلافتِ علی المرتضی رضی اللہ عنہ لکھوانا چاہتے تھے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتے ہوئے وہ تحریر نہیں لکھنے دی تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے ناکام تشریف لے گئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تئیس برس کی محنت سے جو جماعت تیار فرمائی تھی وہ آپ کی بات ماننے کے لئے تیار نہیں۔ تو اس اعتراض میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آڑ بنا کر در حقیقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی جا رہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناکام ہو گئے (معاذ اللہ) جبکہ ہمارا ایمان ہے کہ دنیا کے کامیاب ترین انسان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

[2]: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کاغذ قلم لانے کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ حکم اہل بیت کو دیا تھا۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا حُضِرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "هَلُمُّوْا أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ". فَقَالَ بَعْضُهُمْ : إِنَّ

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ غَلَبَہُ الْوَجَعُ وَعِنْدَکُمُ الْقُرْاٰنُ، حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ فَاخْتَلَفَ أَھْلُ الْبَیْتِ وَاخْتَصَمُوْا فَمِنْھُمْ مَنْ یَقُوْلُ: قَرِّبُوْا یَکْتُبُ لَکُمْ کِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَہٗ وَمِنْھُمْ مَنْ یَقُوْلُ غَیْرَ ذٰلِکَ فَلَمَّا أَکْثَرُوا اللَّغْوَ وَالِاخْتِلَافَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "قُوْمُوْا". قَالَ عُبَیْدُ اللّٰہِ فَکَانَ یَقُوْلُ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّ الرَّزِیَّۃَ کُلَّ الرَّزِیَّۃِ مَا حَالَ بَیْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَبَیْنَ أَنْ یَکْتُبَ لَھُمْ ذٰلِکَ الْکِتَابَ لِاخْتِلَافِھِمْ وَلَغَطِھِمْ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 4432

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ کے گھر میں کافی لوگ جمع تھے۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری نزدیک آجاؤ۔ میں تمہیں ایک تحریر لکھ دیتا ہوں تاکہ میرے بعد تم گمراہی سے بچے رہو۔ بعض حضرات کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدتِ مرض کے باعث ایسا فرمارہے ہیں جبکہ قرآن کریم تمہارے پاس موجود ہے، تو ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے۔ پس اہلِ بیت نے اس خیال سے اختلاف کیا اور جھگڑنے لگے۔ بعض حضرات کہنے لگے کہ نزدیک جا کر تحریر لکھوالی جائے تاکہ ہم بعد میں گمراہی سے بچے رہیں، اور بعض حضرات نے کچھ اور رائے پیش کی۔ جب یہ اختلاف بڑھ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہاں سے اُٹھ جاؤ۔ راوی عبید اللہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس فرمایا کرتے تھے کہ یہ کتنی بڑی مصیبت آپڑی تھی کہ بعض حضرات اختلاف اور بے فائدہ گفتگو کرکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جس تحریر کو لکھنے کے لئے آپ فرماتے تھے، اس کے درمیان حائل ہوگئے۔

اس حدیث کے الفاظ "فَاخْتَلَفَ أَھْلُ الْبَیْتِ وَاخْتَصَمُوْا" اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ حکم ہی اہل بیت کو تھا تبھی تو وہ حضرات اختلاف کر رہے تھے۔ تو جب حکم ہی اہل بیت کو تھا اور انہوں نے کاغذ قلم نہیں دیا اور نہ دینے کی وجہ بھی بتادی تو اب دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیوں؟

[3]: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے محض اس مصلحت کے پیشِ نظر؛ یہ فرمایا تھا کہ لکھنے کی مشقت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت مزید خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور ایسی حالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

مزید تکلیف دینا مناسب نہیں ہے۔ تو اگر اس مصلحت کا خیال رکھنا قابل اعتراض بات ہے (معاذ اللہ) تو اس مصلحت کا خیال تو خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رکھنا بھی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات والے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کاغذ قلم لانے کا حکم فرمایا تھا لیکن وہ اس عذر کی وجہ سے کاغذ قلم نہ لائے کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال نہ ہو جائے۔ اس لیے انہوں نے زبانی یاد کرنے پر اکتفاء کیا۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: أَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ آتِيَهُ بِطَبَقٍ يَكْتُبُ فِيهِ مَا لَا تَضِلُّ أُمَّتُهُ مِنْ بَعْدِهِ. قَالَ: فَخَشِيتُ أَنْ تَفُوتَنِي نَفْسُهُ قَالَ: قُلْتُ: إِنِّي أَحْفَظُ وَأَعِي. قَالَ: "أُوصِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ".

مسند احمد: ج1 ص468 رقم الحدیث 693

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک کاغذ لانے کا حکم دیا تاکہ آپ اس میں ایسی ہدایات لکھ دیں جن کی موجودگی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت گمراہ نہ ہو سکے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں کاغذ لینے کے لئے جاؤں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرواز کر جائے۔ اس لئے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے زبانی بتادیجئے، میں اسے یاد رکھوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نماز اور زکوٰۃ کی وصیت کرتا ہوں۔ نیز غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی بھی تاکید کرتا ہوں۔

اگر اُس واقعہ کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اشکال کیا جاتا ہے تو اِس واقعہ کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بھی اشکال ہو سکتا ہے، لیکن چونکہ دونوں واقعات مصلحت پر مبنی ہیں اس لیے دونوں حضرات اس اعتراض سے بری ہیں۔

[4]: اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ضروری تحریر یا خلافتِ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ لکھوانا چاہتے تھے تو یہ واقعہ جمعرات کے دن پیش آیا اور رسول اکرم صلی اللہ کی وفات پیر والے دن ہے۔ اس واقعہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چار دن تک دنیا میں حیات رہے ہیں اور اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو افاقہ بھی نصیب ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز بھی پڑھائی اور نماز کے بعد خطبہ بھی دیا۔ تو اگر یہ وصیت نامہ لکھوانا ضروری اور

لازمی ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار دنوں میں کسی وقت ضرور یہ لکھوا لیتے۔

[5]: اس روایت کو دیکھا جائے تو اس میں یہ مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرما رہے ہیں:

دَعُوْنِيْ فَالَّذِيْ أَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُوْنِي إِلَيْهِ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 4431

اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ قلم مانگا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شدتِ مرض کی وجہ سے از راہِ محبت نہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہو گئی۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں بات کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "دَعُوْنِيْ فَالَّذِيْ أَنَا فِيْهِ خَيْرٌ" یعنی تمہارا جواب سننے کے بعد ترکِ کتابت کا جو میں نے ارادہ کر لیا ہے وہ بہتر ہے۔

[6]: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا لکھوانا چاہتے تھے؟ اس بارے دوسری حدیث مبارک میں صراحتاً موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلافتِ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ لکھوانا چاہتے تھے۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيْدٍ قَالَ سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ .... قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: .... "لَقَدْ هَمَمْتُ أَوْ أَرَدْتُ أَنْ أُرْسِلَ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ وَابْنِهٖ فَأَعْهَدَ أَنْ يَقُوْلَ الْقَائِلُوْنَ أَوْ يَتَمَنَّى الْمُتَمَنُّوْنَ ثُمَّ قُلْتُ: يَأْبَى اللهُ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُوْنَ أَوْ يَدْفَعُ اللهُ وَيَأْبَى الْمُؤْمِنُوْنَ."

صحیح البخاری: رقم الحدیث 5666

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے فیصلہ کیا یا میں نے ارادہ کیا کہ ابو بکر اور ان کے صاحبزادے کو بلاؤں اور ان سے عہدِ خلافت لوں ورنہ کہنے والے جو چاہیں گے کہیں گے اور خواہش کرنے والے خواہش کریں گے۔ پھر میں نے کہا (کہ اس کی ضرورت نہیں کیونکہ) اللہ تعالیٰ اس کے خلاف نہیں چاہتا اور مسلمان اس کی مخالفت کو ہٹا دیں گے یا اللہ مخالف کو ہٹا دے گا اور مسلمان کسی دوسرے کو قبول نہیں کریں گے۔

[7]: اس واقعہ کی وجہ سے روافض کو تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر اعتراض کا حق ہی نہیں ہے اس لئے

کہ ان کے نظریہ کے مطابق تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غدیرِ خُم کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا واضح اعلان وفیصلہ فرما چکے تھے۔ تو یہاں دوبارہ خلافت علی المرتضی لکھوانے کا کیا مطلب ہے؟

علامہ تقی الدین احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام بن تیمیہ الحرانی الحنبلی رحمہ اللہ (ت 728ھ) فرماتے ہیں:

وَمَنْ تَوَهَّمَ أَنَّ هٰذَا الْكِتَابَ كَانَ بِخِلَافَةِ عَلِيٍّ فَهُوَ ضَالٌّ بِاتِّفَاقِ (عَامَّةِ النَّاسِ) عُلَمَاءِ السُّنَّةِ وَالشِّيْعَةِ، أَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ فَمُتَّفِقُوْنَ عَلٰى تَفْضِيْلِ أَبِيْ بَكْرٍ وَتَقْدِيْمِهٖ. وَأَمَّا الشِّيْعَةُ الْقَائِلُوْنَ بِأَنَّ عَلِيًّا كَانَ هُوَ الْمُسْتَحِقَّ لِلْإِمَامَةِ، فَيَقُوْلُوْنَ: إِنَّهٗ قَدْ نَصَّ عَلٰى إِمَامَتِهٖ قَبْلَ ذٰلِكَ نَصًّا جَلِيًّا ظَاهِرًا مَعْرُوْفًا، وَحِيْنَئِذٍ فَلَمْ يَكُنْ يَحْتَاجُ إِلٰى كِتَابٍ.

منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریۃ: ج3 ص214

ترجمہ: اگر کوئی سمجھتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خلافتِ علی المرتضی رضی اللہ عنہ لکھوانا چاہتے تھے، تو ایسا شخص علماءِ اہل السنۃ والجماعۃ اور علماءِ اہلِ تشیع کے ہاں گمراہ ہے۔ ایسا شخص اہل السنۃ والجماعۃ کے ہاں تو اس لئے گمراہ ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور خلافت بلافصل پر متفق ہیں اور اہلِ تشیع کے ہاں اس لئے گمراہ ہے کہ اہلِ تشیع کا نظریہ ہے کہ سیّدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ ہی خلافت وامامت کے مستحق تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعۂ قرطاس سے پہلے صراحتاً خلافتِ علی کا اعلان فرما دیا تھا جس صراحت ونص کے ہوتے ہوئے کسی تحریر کی ضرورت ہی نہ تھی۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ بطورِ الزام مزید فرماتے ہیں:

وَلَا فِيْ شَيْءٍ مِنَ الْحَدِيْثِ الْمَعْرُوْفِ عِنْدَ أَهْلِ النَّقْلِ أَنَّهٗ جَعَلَ عَلِيًّا خَلِيْفَةً كَمَا فِي الْأَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ مَا يَدُلُّ عَلٰى خِلَافَةِ أَبِيْ بَكْرٍ ثُمَّ يَدَّعُوْنَ مَعَ هٰذَا أَنَّهٗ كَانَ قَدْ نَصَّ عَلٰى خِلَافَةِ عَلِيٍّ نَصًّا جَلِيًّا قَاطِعًا لِلْعُذْرِ، فَإِنْ كَانَ قَدْ فَعَلَ ذٰلِكَ فَقَدْ أَغْنٰى عَنِ الْكِتَابِ، وَإِنْ كَانَ الَّذِيْنَ سَمِعُوْا ذٰلِكَ لَا يُطِيْعُوْنَهٗ فَهُمْ أَيْضًا لَا يُطِيْعُوْنَ الْكِتَابَ.

منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعۃ والقدریۃ: ج3 ص324

ترجمہ: کسی مشہور حدیث مبارک میں یہ بات موجود نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرما دیا تھا، جب کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صحیح احادیث مبارکہ موجود ہیں۔ پھر شیعہ

حضرات کا تو دعویٰ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم؛ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل پر نص قطعی قائم کر چکے تھے، اگر ایسا ہی تھا تو لکھنے کی ضرورت کیا تھی؟ جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر نہیں مان رہے تو وہ لکھا ہوا بھی نہ مانتے۔

[8]: ادلہ شرعیہ میں پہلا نمبر قرآن کریم کا ہے۔ اگر کوئی حدیث مبارک ایسی ہو جس کا مضمون بظاہر قرآن کریم کے خلاف ہو تو اس میں تطبیق کی کوشش کرنی چاہیے یعنی ایسا معنی اور مطلب بیان کرنا چاہیے کہ قرآن کی آیت پر بھی ایمان رہے اور حدیث مبارک پر بھی۔ اگر تطبیق ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں قرآن کریم کی آیت کو لیا جاتا ہے اور حدیث کو متروک سمجھا جاتا ہے۔

امام نظام الدین ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم الخراسانی الشاشی الحنفی رحمہ اللہ (ت 335ھ) لکھتے ہیں:

فَإِنْ قَابَلَهٗ خَبَرُ الْوَاحِدِ أَوِ الْقِيَاسُ فَإِنْ أَمْكَنَ الْجَمْعُ بَيْنَهُمَا بِدُوْنِ تَغْيِيْرٍ فِي حُكْمِ الْخَاصِ يُعْمَلُ بِهِمَا وَإِلَّا يُعْمَلُ بِالْكِتَابِ وَيُتْرَكُ مَا يُقَابِلُهٗ.

اصول الشاشی: ص 11 بحث الخاص والعام

ترجمہ: اگر کتاب اللہ کی آیت کے مقابلہ میں خبر واحد یا قیاس آجائے تو اگر کتاب اللہ کی آیت کا مفہوم بدلے بغیر تطبیق ممکن ہو تو آیت وحدیث دونوں پر عمل کریں گے اور اگر تطبیق ممکن نہ ہو تو آیت پہ عمل کیا جائے گا اور خبر واحد کو چھوڑ دیا جائے گا۔

مضمونِ قرآن:

قرآن کریم کی نص قطعی یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دین کی تبلیغ فرض ہے اور لوگوں کی وجہ سے تبلیغ کو چھوڑنا جائز نہیں۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ (٦٧) ﴾

سورۃ المائدۃ:67

ترجمہ: اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے اسے آپ لوگوں تک پہنچا دیجیے،

اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کا پیغام پہنچانے کا حق ادا نہیں کیا، اور اللہ پاک لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائیں گے۔ بے شک اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتے۔

اس نص سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی چیز چھپائی نہیں ہے، دین سے متعلق کسی ضروری چیز کو لوگوں کی وجہ سے ترک نہیں فرمایا۔

اگر یہ بات تسلیم کرلی جائے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ضروری بات لکھوانا چاہتے تھے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ڈر اور خوف کی وجہ سے نہیں لکھوائی تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ پاک کا پیغام نہیں پہنچا سکے اور قرآن کریم پر عمل نہیں فرمایا۔ (العیاذ باللہ)

اس لئے ضروری ہے کہ اس حدیث کا ایسا مفہوم بیان کیا جائے جو قرآن کریم کے مطابق ہو، قرآن کریم کے مخالف نہ ہو، اور اس حدیث کا درست مفہوم ہم نے اوپر بیان کر دیا ہے۔

اعتراض نمبر 7

عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نازیبا جملہ کہا

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: يَوْمُ الْخَمِيْسِ وَمَا يَوْمُ الْخَمِيْسِ! اشْتَدَّ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ فَقَالَ: "ائْتُوْنِي أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُ أَبَدًا". فَتَنَازَعُوْا وَلَا يَنْبَغِيْ عِنْدَ نَبِيٍّ تَنَازُعٌ فَقَالُوْا: مَا شَأْنُهُ أَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوْهُ فَذَهَبُوْا يَرُدُّوْنَ عَلَيْهِ فَقَالَ: "دَعُوْنِي فَالَّذِيْ أَنَا فِيْهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُوْنَنِيْ إِلَيْهِ" وَأَوْصَاهُمْ بِثَلَاثٍ قَالَ: "أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِيْنَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَأَجِيْزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيْزُهُمْ" وَسَكَتَ عَنِ الثَّالِثَةِ أَوْ قَالَ: فَنَسِيْتُهَا.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 4431

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جمعرات کے دن کا ذکر کیا اور فرمایا کہ تمہیں معلوم بھی ہے کہ جمعرات کا دن کیا ہے؟ اس روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شدت اختیار کر گئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لکھنے کی چیزیں لا کر دو تا کہ میں تمہیں ایسی تحریر لکھ دوں کہ میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو سکو۔ کچھ لوگ جھگڑنے لگے حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جھگڑنا مناسب نہ تھا۔ بعض حضرات کہنے لگے کیا حضور ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دوبارہ پوچھ لو۔ انہوں نے دوبارہ جا کر دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس بات کو رہنے دو، میں جس حالت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی جانب تم بلا رہے ہو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ ایک یہ کہ مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دینا۔ دوسری یہ کہ سفیروں کے ساتھ اسی طرح حسنِ سلوک کرنا جیسے میں کرتا تھا اور تیسری وصیت سے وہ خاموش ہو گئے یا (راوی کہتے ہیں) کہ میں بھول گیا ہوں۔

اعتراض:

منکرینِ صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف سے اس حدیث کی بنیاد پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک نازیبا جملہ کہا ہے۔ وہ جملہ یہ ہے:

"مَا لَهٗ أَهَجَرَ اسْتَفْهِمُوْهُ"

اس میں لفظ "ہجر" ہے جس کا معنی ہے: "بیمار شخص کا الٹی سیدھی باتیں کرنا"۔

مطلب یہ کہ اس موقع پر موجود حضرات نے کہا: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ہوا ہے؟ کیا آپ الٹی سیدھی باتیں کر رہے ہیں؟ (معاذ اللہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھو تو سہی!"

جواب:

حدیث مبارک میں لفظ "أَهَجَرَ" موجود ہے جو "هَجَرَ، يَهْجُرُ، هَجْراً" سے مشتق ہے۔ یہ لفظ لغت، قرآن کریم اور حدیث مبارک میں چھوڑنے، جدائی اور علیحدگی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

لغت:

مشہور لغوی علامہ ابو الفضل محمد بن مکرّم افریقی (ت 711ھ) لکھتے ہیں:

الْهَجْرُ: ضِدُّ الْوَصْلِ هَجَرَهٗ يَهْجُرُهٗ هَجْرًا وَ هِجْرَانًا صَرَمَهٗ.

لسان العرب: مادہ "هجر"

ترجمہ: لفظ هجر؛ وصل کی ضد ہے (وصل کا معنی ملانا تو هجر کا معنی علیحدہ ہونا) هجر کا معنی چھوڑنا۔

مشہور لغوی امام محمد مرتضیٰ الزبیدی (ت 1205ھ) لکھتے ہیں:

(هَجَرَ) هَجَرَهٗ يَهْجُرُهٗ هَجْرًا ، بِالْفَتْحِ ، وهِجْرانًا ، بِالْكَسْرِ: صَرَمَهٗ وَقَطَعَهٗ وَ الْهَجْرُ ضِدُّ الْوَصْلِ هَجَرَ الشَّيْءَ يَهْجُرُهٗ هَجْرًا : تَرَكَهٗ وَأَغْفَلَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْهُ.

تاج العروس من جواهر القاموس: مادہ "هجر"

ترجمہ: هَجَرَ يَهْجُرُ هَجْرًا۔ ہا کے فتح اور کسرہ کے ساتھ ہے، بمعنی چھوڑنا، علیحدہ کرنا۔ لفظ هجر؛ وصل کی ضد ہے

(وصل کا معنی ملانا تو ھجر کا معنی علیحدہ ہونا) ھجرہ کا معنی چھوڑنا، یھجرہ کا معنی فلاں نے اسے چھوڑ دیا، اسے غافل کر دیا اور اس سے اعراض کیا۔

قرآن کریم:

﴿وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ﴾

سورۃ النساء:34

ترجمہ: اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو تو (پہلے) انہیں سمجھاؤ، اور (اگر اس سے کام نہ چلے تو) ان کے بستر الگ کر دو (اور اس سے بھی اصلاح نہ ہو تو) انہیں مار سکتے ہو۔

﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (۳۰)﴾

سورۃ الفرقان:30

ترجمہ: اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کہیں گے کہ: یارب! میری قوم اس قرآن کو بالکل چھوڑ بیٹھی تھی۔

﴿وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا (۱۰)﴾

سورۃ المزمل:10

ترجمہ: اور جو باتیں یہ (کافر لوگ) کہتے ہیں ان پر صبر سے کام لو، اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے کنارہ کر لو۔

حدیث:

امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیہقی رحمہ اللہ (ت 458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَقَاطَعُوَا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا وَلَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ."

السنن الکبریٰ للبیہقی: ج7 ص303 رقم الحدیث 15170

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپس میں حسد نہ کرو، آپس میں قطع تعلقی نہ کرو، پیٹھ پیچھے برائی نہ کرو اور اللہ کے بندو آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلقی کرے۔

الحاصل: لغت، آیاتِ کریمہ اور حدیث مبارک میں "ھجر "کا معنی "چھوڑنا" ہے۔ لہٰذا حدیثِ قرطاس میں بھی یہ لفظ "جدائی" کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہہ رہے تھے کہ ”کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جدا ہو رہے ہیں۔“

اعتراض نمبر 8

عمر رضی اللہ عنہ حدیث کو حجیت نہیں سمجھتے تھے

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا حُضِرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِي الْبَيْتِ رِجَالٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "هَلُمُّوْا أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ". فَقَالَ بَعْضُهُمْ: إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمُ الْقُرْاٰنُ، حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ فَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوْا فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ: قَرِّبُوْا يَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوْا بَعْدَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُوْلُ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالِاخْتِلَافَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "قُوْمُوْا". قَالَ عُبَيْدُ اللهِ فَكَانَ يَقُوْلُ ابْنُ عَبَّاسٍ: إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذٰلِكَ الْكِتَابَ لِاخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 4432

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ کے گھر میں کافی لوگ جمع تھے۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری نزدیک آجاؤ۔ میں تمہیں ایک تحریر لکھ دیتا ہوں تاکہ میرے بعد تم گمراہی سے بچے رہو۔ بعض حضرات کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدتِ مرض کے باعث ایسا فرما رہے ہیں جبکہ قرآن کریم تمہارے پاس موجود ہے، تو ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے۔ پس اہلِ بیت نے اس خیال سے اختلاف کیا اور جھگڑنے لگے۔ بعض حضرات کہنے لگے کہ نزدیک جا کر تحریر لکھوالی جائے تاکہ ہم بعد میں گمراہی سے بچے رہیں، اور بعض حضرات نے کچھ اور رائے پیش کی۔ جب یہ اختلاف بڑھ گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہاں سے اُٹھ جاؤ۔ راوی عبید اللہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس فرمایا کرتے تھے کہ یہ کتنی بڑی مصیبت آپڑی تھی کہ بعض حضرات اختلاف اور بے فائدہ گفتگو کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جس تحریر کو لکھنے کے لئے آپ فرماتے تھے، اس کے درمیان حائل ہو گئے۔

اعتراض:

اس حدیث کی بنیاد پر منکرینِ حدیث کی جانب سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس کاغذ قلم لاؤ تو امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کہا:

حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ (ہمارے لیے کتاب اللہ کافی ہے)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیں سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت نہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ حدیث کو حجت نہیں سمجھتے تھے۔

جواب نمبر 1:

حَسْبُنَا كِتَابُ اللهِ کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں قرآن کریم کافی ہے اور قرآن کریم ہی میں حجیتِ حدیث کو مفصل بیان کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کو "ماننا" اس وقت ہی معتبر ہوتا ہے جب حدیث مبارک کو حجت تسلیم کیا جائے۔

جواب نمبر 2:

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بات یہ مطلب لینا خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تصریح کے خلاف ہے کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ حدیث اور سنت کو حجت سمجھتے تھے۔

چنانچہ امام ابو الحسن مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مَعْدَانَ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ خَطَبَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَذَكَرَ نَبِيَّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَكَرَ أَبَا بَكْرٍ.... ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أُشْهِدُكَ عَلٰى أُمَرَاءِ الْأَمْصَارِ وَإِنِّي إِنَّمَا بَعَثْتُهُمْ عَلَيْهِمْ لِيَعْدِلُوْا عَلَيْهِمْ وَلِيُعَلِّمُوا النَّاسَ دِينَهُمْ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صحیح مسلم: رقم الحدیث 1258

ترجمہ: حضرت معدان بن ابی طلحہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن اپنے خطبہ میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا... پھر حضرت عمر نے فرمایا: اے اللہ! آپ اس پر گواہ رہنا کہ جن کو میں نے علاقوں کا گورنر بنایا ہے اُنہیں میں نے اسی لئے بھیجا ہے کہ وہ وہاں کے لوگوں کے لیے انصاف مہیا کریں، ان لوگوں کو دین کی باتیں سکھائیں اور ان کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سکھائیں۔

اعتراض نمبر 9

عمر رضی اللہ عنہ کو علی و عباس رضی اللہ عنہما جھوٹا، گناہ گار اور خائن سمجھتے تھے

امام مسلم بن حجاج القشیری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الزُّهْرِيِّ : أَنَّ مَالِكَ بْنَ أَوْسٍ حَدَّثَهُ، قَالَ: " أَرْسَلَ إِلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَجِئْتُهُ حِيْنَ تَعَالَى النَّهَارُ، قَالَ: فَوَجَدْتُهُ فِي بَيْتِهِ جَالِسًا عَلٰى سَرِيْرٍ مُفْضِيًا إِلٰى رُمَالِهِ مُتَّكِئًا عَلٰى وِسَادَةٍ مِنْ أَدَمٍ، فَقَالَ لِي: يَا مَالُ! إِنَّهُ قَدْ دَفَّ أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِنْ قَوْمِكَ وَقَدْ أَمَرْتُ فِيهِمْ بِرَضْخٍ فَخُذْهُ، فَاقْسِمْهُ بَيْنَهُمْ، قَالَ: قُلْتُ: لَوْ أَمَرْتَ بِهٰذَا غَيْرِيْ، قَالَ: خُذْهُ يَا مَالُ! قَالَ: فَجَاءَ يَرْفَا، فَقَالَ: هَلْ لَكَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي عُثْمَانَ ، وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ ، وَالزُّبَيْرِ ، وَسَعْدٍ ؟، فَقَالَ عُمَرُ: نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمْ، فَدَخَلُوْا ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ: هَلْ لَكَ فِي عَبَّاسٍ ، وَعَلِيٍّ ؟، قَالَ: نَعَمْ ، فَأَذِنَ لَهُمَا، فَقَالَ عَبَّاسٌ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! اقْضِ بَيْنِيْ وَبَيْنَ هٰذَا الْكَاذِبِ الْاٰثِمِ الْغَادِرِ الْخَائِنِ، فَقَالَ: الْقَوْمُ أَجَلْ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! فَاقْضِ بَيْنَهُمْ وَأَرِحْهُمْ ، فَقَالَ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ: يُخَيَّلُ إِلَيَّ أَنَّهُمْ قَدْ كَانُوْا قَدَّمُوْهُمْ لِذٰلِكَ، فَقَالَ عُمَرُ : اتَّئِدَا أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِيْ بِإِذْنِهِ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ أَتَعْلَمُوْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، قَالُوْا: نَعَمْ ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ، وَعَلِيٍّ، فَقَالَ: أَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ الَّذِيْ بِإِذْنِهِ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ أَتَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ: لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ، قَالَا : نَعَمْ ، فَقَالَ عُمَرُ : إِنَّ اللّٰهَ جَلَّ وَعَزَّ كَانَ خَصَّ رَسُوْلَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَاصَّةٍ لَمْ يُخَصِّصْ بِهَا أَحَدًا غَيْرَهُ، قَالَ: ﴿مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ﴾، مَا أَدْرِيْ هَلْ قَرَأَ الْاٰيَةَ الَّتِيْ قَبْلَهَا أَمْ لَا ، قَالَ: فَقَسَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَكُمْ أَمْوَالَ بَنِي النَّضِيْرِ ، فَوَاللّٰهِ مَا اسْتَأْثَرَ عَلَيْكُمْ وَلَا أَخَذَهَا دُوْنَكُمْ حَتّٰى بَقِيَ هٰذَا الْمَالُ، فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، يَأْخُذُ مِنْهُ نَفَقَةَ سَنَةٍ ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ أُسْوَةَ الْمَالِ، ثُمَّ قَالَ: أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِيْ بِإِذْنِهِ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ أَتَعْلَمُوْنَ ذٰلِكَ؟، قَالُوْا: نَعَمْ ، ثُمَّ نَشَدَ عَبَّاسًا، وَعَلِيًّا بِمِثْلِ مَا نَشَدَ بِهِ الْقَوْمَ أَتَعْلَمَانِ ذٰلِكَ؟، قَالَا : نَعَمْ ، قَالَ: فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ : أَنَا وَلِيُّ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَجِئْتُمَا تَطْلُبُ مِيْرَاثَكَ مِنَ ابْنِ أَخِيْكَ وَيَطْلُبُ هٰذَا مِيْرَاثَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيْهَا ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ " . فَرَأَيْتُمَاهُ كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا وَاللهُ يَعْلَمُ إِنَّهُ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ، ثُمَّ تُوُفِّيَ أَبُو بَكْرٍ وَأَنَا وَلِيُّ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَلِيُّ أَبِيْ بَكْرٍ ، فَرَأَيْتُمَانِي كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا وَاللهُ يَعْلَمُ إِنِّي لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ ، فَوَلِيْتُهَا ثُمَّ جِئْتَنِيْ أَنْتَ وَهٰذَا وَأَنْتُمَا جَمِيْعٌ وَأَمْرُكُمَا وَاحِدٌ ، فَقُلْتُمَا : ادْفَعْهَا إِلَيْنَا ، فَقُلْتُ : إِنْ شِئْتُمْ دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا ، عَلٰى أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللهِ أَنْ تَعْمَلَا فِيْهَا بِالَّذِيْ كَانَ يَعْمَلُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَأَخَذْتُمَاهَا بِذٰلِكَ ، قَالَ : أَكَذٰلِكَ؟ ، قَالَا : نَعَمْ ، قَالَ : ثُمَّ جِئْتُمَانِي لِأَقْضِيَ بَيْنَكُمَا وَلَا وَاللهِ لَا أَقْضِي بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ ، فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَرُدَّاهَا إِلَيَّ .

صحیح مسلم: رقم الحدیث 4577

ترجمہ: امام زہری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے بلا بھیجا۔ میں دن چڑھے آپ کی خدمت میں آ گیا۔ میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو آپ کے گھر میں اپنی چارپائی پر بیٹھے ہوئے اس حال میں پایا کہ آپ نے خود کو کھجور سے بنے ہوئے بان کے ساتھ لگایا ہوا تھا (یعنی بستر کے بغیر کھجور کے بان پر بیٹھے ہوئے تھے) اور چمڑے کا تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ (فرمایا کہ اے مالک!) تیری قوم کے کچھ آدمی جلدی جلدی میں آئے تھے، میں نے ان کو کچھ سامان دینے کا حکم کر دیا ہے، اب تم وہ مال لے کر ان کے درمیان تقسیم کر دو۔ میں نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! آپ میرے علاوہ کسی اور کو اس کام پر مقرر فرما دیں۔ آپ نے فرمایا: اے مالک! تم ہی لے لو۔ اسی دوران (آپ کا غلام) یرفا اندر آیا اور اس نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! حضرت عثمان، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، حضرت زبیر اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم حاضرِ خدمت ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کے لیے اجازت ہے۔ وہ اندر تشریف لائے۔ پھر وہ غلام آیا اور عرض کیا کہ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی تشریف لائے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اچھا، انہیں بھی اجازت دے دو۔ (یہ دونوں حضرات بھی اندر آ گئے۔) تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اے

امیر المؤمنین! میرے اور اس جھوٹے گناہگار، دھوکے باز، خائن کے درمیان فیصلہ کر دیجیے۔ لوگوں نے کہا: ہاں! اے امیر المؤمنین! ان کے درمیان فیصلہ کر دیں اور ان کو ان سے راحت دلائیں۔ حضرت مالک بن اوس رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میرا خیال ہے کہ ان دونوں حضرات (یعنی حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما) نے ان حضرت کو اسی لیے پہلے بھیجا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں، کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہم (پیغمبروں) کے مال میں سے ان کے وارثوں کو کچھ نہیں ملتا، ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ سب کہنے لگے کہ جی ہاں! پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ؛ حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: میں تم دونوں کو قسم دیتا ہوں کہ جس کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں، کیا تم دونوں جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا، ہم جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا: جی ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص چیز عطا کی تھی کہ جو آپ کے علاوہ کسی کے لیے مخصوص نہیں کی تھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جو مال اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو دیہات والوں سے دلوایا ہے وہ خدا کے لیے ہے، پیغمبر کے لیے ہے۔" مجھے نہیں معلوم کہ اس سے پہلے کی آیت بھی انہوں نے پڑھی ہے یا نہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی ذات کو) تم لوگوں پر ترجیح نہیں دی اور نہ تم کو چھوڑ کر وہ مال لیا یہاں تک کہ یہ مال بچ گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مال میں سے اپنے سال بھر کا خرچ نکال لیتے۔ پھر جو باقی بچ جاتا وہ بیت المال میں جمع ہو جاتا (جو عام لوگوں کے فائدے کے لیے استعمال ہوتا)۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تم کو اس اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ جس کے حکم سے پہلے آسمان وزمین قائم ہیں، کیا تم کو یہ بات معلوم ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسی طرح حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو بھی قسم دے کر پوچھا تو انہوں نے بھی اسی طرح کا جواب دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولی ہوں اور تم دونوں اپنی وراثت لینے آئے ہو۔ عباس تو اپنے بھتیجے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم) کا حصہ اور علی اپنی بیوی (فاطمہ رضی اللہ عنہ) کا حصہ ان کے والد کے

مال سے مانگتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا، جو کچھ ہم (پیغمبر) چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے، اور تم ان کو جھوٹا، گناہگار، دھوکے باز اور خائن سمجھتے ہو؟ اور اللہ جانتا ہے کہ وہ سچے، نیک اور ہدایت یافتہ تھے اور حق کے تابع تھے۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ولی بنا اور تم نے مجھے بھی جھوٹا، گناہگار، دھوکے باز اور خائن خیال کیا اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں سچا، نیک، ہدایت یافتہ اور حق کا تابع ہوں اور میں اس مال کا بھی ولی ہوں اور پھر تم میرے پاس آئے۔ تم دونوں اکٹھے ہو اور تمہارا معاملہ بھی ایک ہے۔ تم نے کہا کہ یہ مال ہمارے حوالے کرو۔ تو میں نے کہا کہ میں یہ مال اس شرط پر تم دونوں کے حوالے کرتا ہوں کہ تم دونوں پر اللہ کے عہد کی پاسداری لازم ہوگی اور تم اس مال میں وہی کچھ کروگے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ تو تم نے اس شرط پر یہ مال مجھ سے لے لیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: کیا ایسا ہی ہے؟ ان دونوں حضرات نے کہا: جی ہاں، ایسا ہے ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم دونوں اپنے درمیان فیصلہ کرانے کے لیے میرے پاس آئے ہو، اللہ کی قسم! میں قیامت تک اس کے علاوہ اور کوئی فیصلہ نہیں کروں گا۔ اگر تم سے اس کا انتظام نہیں ہو سکتا تو پھر یہ مال مجھے لوٹا دو۔

اعتراض:

حدیث بالا کو بنیاد بنا کر اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا اقرار کیا تھا کہ حضرت علی وعباس رضی اللہ عنہما انہیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جھوٹا، گنہگار اور خائن سمجھتے تھے۔

جواب نمبر 1:

روایت بالا میں قابلِ اعتراض جملہ "فَرَأَيْتُمَاهُ كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا" امام زہری رحمہ اللہ کا ادراج ہے۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ مذکورہ واقعہ کئی محدثین کرام رحمہم اللہ نے اسی تفصیل کے ساتھ اپنی اپنی کتب احادیث میں ذکر کیا ہے مگر مذکورہ اعتراض والے الفاظ نقل نہیں کیے۔ ذیل میں چند کبار محدثین سے یہی واقعہ ذکر کیا جاتا ہے جس میں یہ الفاظ نہیں ہیں بلکہ كَذَا وَكَذَا (اس طرح اس طرح) کے الفاظ ہیں۔

[1]: امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ وَكَانَ مُحَمَّدُ بْنُ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ ذَكَرَ لِي مِنْ حَدِيثِهِ ذٰلِكَ، فَانْطَلَقْتُ حَتّٰى دَخَلْتُ عَلَيْهِ فَسَأَلْتُهُ، فَقَالَ: انْطَلَقْتُ حَتّٰى أَدْخُلَ عَلٰى عُمَرَ، فَأَتَاهُ حَاجِبُهُ يَرْفَأُ، فَقَالَ: هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ، وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ، وَالزُّبَيْرِ، وَسَعْدٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَأَذِنَ لَهُمْ، ثُمَّ قَالَ: هَلْ لَكَ فِي عَلِيٍّ، وَعَبَّاسٍ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ عَبَّاسٌ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هٰذَا، قَالَ: أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ. يُرِيدُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَفْسَهُ، فَقَالَ الرَّهْطُ: قَدْ قَالَ ذٰلِكَ، فَأَقْبَلَ عَلٰى عَلِيٍّ، وَعَبَّاسٍ، فَقَالَ: هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ذٰلِكَ؟ قَالَا: قَدْ قَالَ ذٰلِكَ، قَالَ عُمَرُ: فَإِنِّي أُحَدِّثُكُمْ عَنْ هٰذَا الْأَمْرِ، إِنَّ اللهَ قَدْ كَانَ خَصَّ لِرَسُولِهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْفَيْءِ بِشَيْءٍ لَمْ يُعْطِهِ أَحَدًا غَيْرَهُ، فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ: مَا أَفَاءَ اللهُ عَلٰى رَسُولِهِ إِلٰى قَوْلِهِ قَدِيرٌ فَكَانَتْ خَالِصَةً لِرَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَاللهِ مَا احْتَازَهَا دُونَكُمْ، وَلَا اسْتَأْثَرَ بِهَا عَلَيْكُمْ، لَقَدْ أَعْطَاكُمُوهَا، وَبَثَّهَا فِيكُمْ حَتّٰى بَقِيَ مِنْهَا هٰذَا الْمَالُ، فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلٰى أَهْلِهِ مِنْ هٰذَا الْمَالِ نَفَقَةَ سَنَتِهِ، ثُمَّ يَأْخُذُ مَا بَقِيَ فَيَجْعَلُهُ مَجْعَلَ مَالِ اللهِ، فَعَمِلَ بِذَاكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيَاتَهُ، أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ هَلْ تَعْلَمُونَ ذٰلِكَ؟ قَالُوا: نَعَمْ، ثُمَّ قَالَ لِعَلِيٍّ، وَعَبَّاسٍ: أَنْشُدُكُمَا بِاللهِ هَلْ تَعْلَمَانِ ذٰلِكَ؟ قَالَا: نَعَمْ، فَتَوَفَّى اللهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَضَهَا فَعَمِلَ بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ثُمَّ تَوَفَّى اللهُ أَبَا بَكْرٍ، فَقُلْتُ: أَنَا وَلِيُّ وَلِيِّ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَضْتُهَا سَنَتَيْنِ أَعْمَلُ فِيهَا مَا عَمِلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ، ثُمَّ جِئْتُمَانِي وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ، وَأَمْرُكُمَا جَمِيعٌ، جِئْتَنِي تَسْأَلُنِي نَصِيبَكَ مِنَ ابْنِ أَخِيكَ، وَأَتَانِي هٰذَا يَسْأَلُنِي نَصِيبَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا، بِذٰلِكَ فَتَلْتَمِسَانِ مِنِّي قَضَاءً غَيْرَ ذٰلِكَ، فَوَاللهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ لَا أَقْضِي فِيهَا قَضَاءً غَيْرَ ذٰلِكَ، حَتّٰى تَقُومَ السَّاعَةُ، فَإِنْ عَجَزْتُمَا فَادْفَعَاهَا إِلَيَّ فَأَنَا أَكْفِيكُمَاهَا.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 6728

تنبیہ: مکمل وہی واقعہ مذکور ہے لیکن اس طرح کے الفاظ "فَرَأَيْتُمَاهُ كَاذِبًا اٰثِمًا غَادِرًا خَائِنًا" نہیں ہیں۔

[2]: امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ كَثِيْرٍ الْعَنْبَرِيُّ أَبُوْ غَسَّانَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ أَنَّ الْعَبَّاسَ وَعَلِيًّا جَاءَا إِلٰى عُمَرَ يَخْتَصِمَانِ يَقُوْلُ كُلٌّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِصَاحِبِهٖ أَنْتَ كَذَا أَنْتَ كَذَا فَقَالَ عُمَرُ لِطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدٍ: أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ أَسَمِعْتُمْ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: كُلُّ مَالِ نَبِيٍّ صَدَقَةٌ إِلَّا مَا أَطْعَمَهٗ، إِنَّا لَا نُوْرَثُ وَفِي الْحَدِيْثِ قِصَّةٌ.

شمائل الترمذی: رقم الحدیث 377

تنبیہ: یہاں "كَاذِبًا اٰثِمًا غَادِرًا خَائِنًا" کے بجائے "أَنْتَ كَذَا أَنْتَ كَذَا" کے الفاظ ہیں۔

[3]: امام ابو داؤد سلیمان بن الاشعث رحمہ اللہ (ت 275ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ، قَالَ: أَرْسَلَ إِلَيَّ عُمَرُ حِيْنَ تَعَالَى النَّهَارُ فَجِئْتُهٗ فَوَجَدْتُهٗ جَالِسًا عَلٰى سَرِيْرٍ مُفْضِيًا إِلٰى رِمَالِهٖ، فَقَالَ حِيْنَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ: يَا مَالِ! إِنَّهٗ قَدْ دَفَّ أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِنْ قَوْمِكَ وَإِنِّي قَدْ أَمَرْتُ فِيْهِمْ بِشَيْءٍ فَأَقْسِمْ فِيْهِمْ، قُلْتُ: لَوْ أَمَرْتَ غَيْرِيْ بِذٰلِكَ فَقَالَ: خُذْهُ فَجَاءَهٗ يَرْفَأُ فَقَالَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! هَلْ لَكَ فِي عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ، وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، وَالزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ، وَسَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ؟ قَالَ: نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوْا، ثُمَّ جَاءَهٗ يَرْفَأُ فَقَالَ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! هَلْ لَكَ فِي الْعَبَّاسِ، وَعَلِيٍّ؟ قَالَ: نَعَمْ فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوْا، فَقَالَ الْعَبَّاسُ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! اقْضِ بَيْنِيْ وَبَيْنَ هٰذَا يَعْنِي عَلِيًّا فَقَالَ بَعْضُهُمْ: أَجَلْ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! اقْضِ بَيْنَهُمَا وَارْحَمْهُمَا، قَالَ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ: خُيِّلَ إِلَيَّ أَنَّهُمَا قَدَّمَا أُولٰئِكَ النَّفَرَ لِذٰلِكَ فَقَالَ عُمَرُ رَحِمَهُ اللهُ: اتَّئِدَا ثُمَّ أَقْبَلَ عَلٰى أُولٰئِكَ الرَّهْطِ، فَقَالَ: أَنْشُدُكُمْ بِاللهِ الَّذِيْ بِإِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، هَلْ تَعْلَمُوْنَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، قَالُوْا: نَعَمْ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلٰى عَلِيٍّ، وَالْعَبَّاسِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فَقَالَ: أَنْشُدُكُمَا بِاللهِ الَّذِيْ بِإِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، فَقَالَا: نَعَمْ قَالَ: فَإِنَّ اللهَ خَصَّ

رَسُوْلَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِخَاصَّةٍ لَمْ يَخُصَّ بِهَا أَحَدًا مِنَ النَّاسِ، فَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ وَكَانَ اللّٰهُ أَفَاءَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ بَنِي النَّضِيْرِ فَوَاللّٰهِ مَا اسْتَأْثَرَ بِهَا عَلَيْكُمْ وَلَا أَخَذَهَا دُوْنَكُمْ، فَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ مِنْهَا نَفَقَةَ سَنَةٍ أَوْ نَفَقَتَهٗ وَنَفَقَةَ أَهْلِهٖ سَنَةً وَيَجْعَلُ مَا بَقِيَ أُسْوَةَ الْمَالِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلٰى أُولٰئِكَ الرَّهْطِ فَقَالَ: أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِيْ بِإِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ هَلْ تَعْلَمُوْنَ ذٰلِكَ؟ قَالُوْا: نَعَمْ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ، وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَقَالَ: أَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ الَّذِيْ بِإِذْنِهٖ تَقُوْمُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ هَلْ تَعْلَمَانِ ذٰلِكَ؟ قَالَا: نَعَمْ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُوْ بَكْرٍ: أَنَا وَلِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتَ أَنْتَ وَهٰذَا إِلٰى أَبِي بَكْرٍ تَطْلُبُ أَنْتَ مِيْرَاثَكَ مِنَ ابْنِ أَخِيْكَ وَيَطْلُبُ هٰذَا مِيْرَاثَ امْرَأَتِهٖ مِنْ أَبِيْهَا، فَقَالَ أَبُوْ بَكْرٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّهٗ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ فَوَلِيَهَا أَبُوْ بَكْرٍ، فَلَمَّا تُوُفِّيَ أَبُوْ بَكْرٍ قُلْتُ: أَنَا وَلِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَلِيُّ أَبِي بَكْرٍ فَوَلِيْتُهَا مَا شَاءَ اللّٰهُ أَنْ أَلِيَهَا فَجِئْتَ أَنْتَ وَهٰذَا وَأَنْتُمَا جَمِيْعٌ وَأَمْرُكُمَا وَاحِدٌ فَسَأَلْتُمَانِيْهَا، فَقُلْتُ: إِنْ شِئْتُمَا أَنْ أَدْفَعَهَا إِلَيْكُمَا عَلٰى أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللّٰهِ أَنْ تَلِيَاهَا بِالَّذِيْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلِيْهَا فَأَخَذْتُمَاهَا مِنِّيْ عَلٰى ذٰلِكَ، ثُمَّ جِئْتُمَانِيْ لِأَقْضِيَ بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ وَاللّٰهِ لَا أَقْضِيْ بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَرُدَّاهَا إِلَيَّ.

قَالَ أَبُوْ دَاوٗد: إِنَّمَا سَأَلَاهُ أَنْ يَكُوْنَ يُصَيِّرُهٗ بَيْنَهُمَا نِصْفَيْنِ لَا أَنَّهُمَا جَهِلَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَإِنَّهُمَا كَانَا لَا يَطْلُبَانِ إِلَّا الصَّوَابَ، فَقَالَ عُمَرُ: لَا أُوْقِعُ عَلَيْهِ اسْمَ الْقَسْمِ أَدَعُهٗ عَلٰى مَا هُوَ عَلَيْهِ.

سنن ابی داود: رقم الحدیث 2963

تنبیہ: مکمل وہی واقعہ مذکور ہے لیکن اس طرح کے الفاظ "فَرَأَيْتُمَاهُ كَاذِبًا اٰثِمًا غَادِرًا خَائِنًا" نہیں ہیں۔

[4]: امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، حَدَّثَنَا أَيُّوْبُ، عَنْ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، عَنْ مَالِكِ بْنِ أَوْسِ بْنِ الْحَدَثَانِ

قَالَ: جَاءَ الْعَبَّاسُ وَعَلِيٌّ إِلٰى عُمَرَ يَخْتَصِمَانِ، فَقَالَ الْعَبَّاسُ: اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هٰذَا الْكَذَا كَذَا، فَقَالَ النَّاسُ: افْصِلْ بَيْنَهُمَا، افْصِلْ بَيْنَهُمَا قَالَ: لَا أَفْصِلُ بَيْنَهُمَا، قَدْ عَلِمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "لَا نُوْرَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ."

مسند احمد: رقم الحدیث 349

تنبیہ: یہاں "كَاذِبًا اٰثِمًا غَادِرًا خَائِنًا" کے بجائے "اقْضِ بَيْنِيْ وَبَيْنَ هٰذَا الْكَذَا كَذَا" کے الفاظ ہیں۔

فائدہ نمبر 1: ادراج کی تعریف:

مَا اُدْرِجَ فِي الْحَدِيْثِ مِنْ كَلَامِ بَعْضِ الرُّوَاةِ فَيُظَنُّ اَنَّهٗ مِنَ الْحَدِيْثِ.

قواعد فی علوم الحدیث ص 39

ترجمہ: حدیث مبارک کے متن میں راوی اپنا کلام شامل کر دے جسے سننے والا حدیث سمجھے۔

فائدہ نمبر 2: امام ابو بکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب الزہری رحمہ اللہ (ت 123ھ) بعض مرتبہ احادیث میں ادراج کرتے تھے۔ چنانچہ ان کے اس طرز کے متعلق امام حافظ محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی شافعی رحمہ اللہ (ت 902ھ) فرماتے ہیں:

وَكَذَا كَانَ الزُّهْرِيُّ يُفَسِّرُ الْأَحَادِيْثَ كَثِيْرًا وَرُبَمَا أَسْقَطَ أَدَاةَ التَّفْسِيْرِ.

فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث ج: 1 ص: 268، تحت المدرج

ترجمہ: امام زہری رحمہ اللہ بعض اوقات روایات کی تفسیر فرما دیتے ہیں، پھر اس تفسیری کلام میں بسا اوقات حروف تفسیر کو گرا دیتے ہیں۔

اعتراض:

بعض روایات میں موجود الفاظ "أَنْتَ كَذَا وَكَذَا" موجود تو ہیں جس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی وعباس رضی اللہ عنہما نے ایک دوسرے کو سب وشتم کیا۔

جواب:

بعض روایات میں موجود الفاظ (أَنْتَ كَذَا وَكَذَا) میں فریقین نے ایک دوسرے کو "أَنْتَ كَذَا وَكَذَا"

کے الفاظ سے پکارا تو اس سے مراد سب وشتم نہیں ہے بلکہ ان کلمات سے مراد یہ ہے کہ ایک فریق دوسرے فریق سے یہ کہنا چاہتا ہے کہ باغِ فدک جو کہ ایک صدقہ ہے، اس پر ولایت اور تصرف کے تم مستحق نہیں ہو بلکہ اس کی تولیت کا میں زیادہ حقدار ہوں۔

چنانچہ ملا علی بن سلطان محمد القاری الھروی الحنفی رحمہ اللہ (ت1014ھ) لکھتے ہیں:

(أَنَّ الْعَبَّاسَ وَعَلِيًّا جَاءَا إِلٰى عُمَرَ) أَيْ : أَيَّامَ خِلَافَتِهِ (يَخْتَصِمَانِ يَقُوْلُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِصَاحِبِهِ أَنْتَ كَذَا أَنْتَ كَذَا) أَيْ : أَنْتَ لَا تَسْتَحِقُّ الْوِلَايَةَ عَلٰى هٰذِهِ الصَّدَقَةِ أَوْ أَنَا أَوْلٰى مِنْكَ بِهَا وَنَحْوَ ذٰلِكَ.

جَمْعُ الْوَسَائِلِ فِي شَرْحِ الشَّمَائِلِ: ج2ص226

ترجمہ: حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما؛ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے دورِ خلافت میں آئے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے مباحثہ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے "أَنْتَ كَذَا أَنْتَ كَذَا" (مطلب یہ ہے کہ) آپ اس صدقہ کی ولایت کے مستحق نہیں ہیں اور میں آپ سے زیادہ اس کی ولایت کا حقدار ہوں۔

جواب نمبر2:

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں باہمی محبت والفت کے کئی واقعات ہیں، جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ کے نکاح میں دی ہے۔

چنانچہ امام ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان التمیمی رحمہ اللہ (ت354ھ) لکھتے ہیں:

تَزَوَّجَ عُمَرُ أُمَّ كُلْثُوْمٍ بِنْتَ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ وَهِيَ مِنْ فَاطِمَةَ وَدَخَلَ بِهَا فِيْ شَهْرِ ذِي الْقَعْدَةِ ثُمَّ حَجَّ وَاسْتَخْلَفَ عَلَى الْمَدِيْنَةِ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ.

کتاب الثقات لابن حبان: ج2ص216

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (سن 17 ہجری میں) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام کلثوم سے نکاح کیا جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں۔ ام کلثوم کی رخصتی ذوالقعدہ میں ہوئی تھی۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج پر تشریف لے گئے اور مدینہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا۔

تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے داماد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کو کذاب، گناہ گار اور خائن کہیں؟!

جواب نمبر 3:

بالفرض اعتراض والے الفاظ تسلیم کر بھی لیے جائیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ کہے تھے تو بھی اس سے معترض کا استدلال درست نہیں ہے اور نہ ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر طعن ہو سکتا ہے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ بات سمجھانے کے لیے کہے تھے کہ آپ حضرات کے (فدک کی تولیت) مانگنے کا لب و لہجہ یہ بتا رہا ہے کہ میں (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ دونوں نے (فدک کی تولیت آپ کو نہ دے کر) فیصلہ درست نہیں کیا تھا۔ تو گویا ہم اس فیصلے میں خائن ہوئے حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ ہم دونوں نے تو صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک پر عمل کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق آپ کے بعد آپ کے مال کو آپ کے ورثاء میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا اور آپ دونوں (حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ) بھی اس بات کے معترف ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وارث نہیں بن سکتا۔

علامہ محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (ت 676ھ) لکھتے ہیں:

وَمَا ذٰلِكَ إِلَّا لِأَنَّهُمْ فَهِمُوْا بِقَرِيْنَةِ الْحَالِ أَنَّهُ تَكَلَّمَ بِمَا لَا يَعْتَقِدُ ظَاهِرَهُ مُبَالَغَةً فِي الزَّجْرِ.

شرح مسلم للنووی: تحت رقم الحدیث 1757

ترجمہ: اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) قرینہ حال سے یہ سمجھے ہوں کہ یہ (حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ) ایسی گفتگو کر رہے ہیں جو ان کے اعتقاد کے مطابق نہیں ہے (اعتقاداً تو مجھے کاذب و خائن نہیں سمجھتے وگرنہ بیعت کیوں کرتے) تو زجر و تنبیہ میں مبالغہ کرتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ نے یہ بات فرمائی ہے۔

اعتراض نمبر 10

عمر رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو مارا

امام ابو الحسن مسلم بن حجاج القشیری النیشاپوری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كُنَّا قُعُوْدًا حَوْلَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَنَا أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا فِي نَفَرٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ أَظْهُرِنَا فَأَبْطَأَ عَلَيْنَا وَخَشِيْنَا أَنْ يُقْتَطَعَ دُوْنَنَا وَفَزِعْنَا فَقُمْنَا فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَخَرَجْتُ أَبْتَغِي رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى أَتَيْتُ حَائِطًا لِلْأَنْصَارِ لِبَنِي النَّجَّارِ فَسَاوَرْتُ بِهٖ ، هَلْ أَجِدُ لَهٗ بَابًا ؟ فَلَمْ أَجِدْ! فَإِذَا رَبِيْعٌ يَدْخُلُ فِي جَوْفِ حَائِطٍ مِنْ بِئْرٍ خَارِجَةٍ (وَالرَّبِيْعُ ، الْجَدْوَلُ)

فَاحْتَفَزْتُ فَدَخَلْتُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: أَأَبُو هُرَيْرَةَ ؟ فَقُلْتُ نَعَمْ يَا رَسُولَ اللهِ! قَالَ مَا شَأْنُكَ ؟ قُلْتُ: كُنْتَ بَيْنَ أَظْهُرِنَا فَقُمْتَ فَأَبْطَأْتَ عَلَيْنَا فَخَشِيْنَا أَنْ تُقْتَطَعَ دُوْنَنَا فَفَزِعْنَا فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَزِعَ فَأَتَيْتُ هٰذَا الْحَائِطَ فَاحْتَفَزْتُ كَمَا يَحْتَفِزُ الثَّعْلَبُ وَهٰؤُلَاءِ النَّاسُ وَرَائِيْ، فَقَالَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! وَأَعْطَانِي نَعْلَيْهِ، قَالَ: اذْهَبْ بِنَعْلَيَّ هَاتَيْنِ فَمَنْ لَقِيْكَ مِنْ وَرَاءِ هٰذَا الْحَائِطِ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ فَبَشِّرْهُ بِالْجَنَّةِ فَكَانَ أَوَّلُ مَنْ لَقِيْتُ عُمَرَ فَقَالَ: مَا هَاتَانِ النَّعْلَانِ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟

فَقُلْتُ: هَاتَانِ نَعْلَا رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِيْ بِهِمَا مَنْ لَقِيْتُ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ بَشَّرْتُهٗ بِالْجَنَّةِ ، فَضَرَبَ عُمَرُ بِيَدِهٖ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَخَرَرْتُ لِاسْتِيْ فَقَالَ: ارْجِعْ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ! فَرَجَعْتُ إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجْهَشْتُ بِالْبُكَاءِ وَرَكِبَنِيْ عُمَرُ فَإِذا هُوَ عَلٰى أَثَرِيْ فَقَالَ لِي رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا لَكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ؟ قُلْتُ لَقِيْتُ عُمَرَ فَأَخْبَرْتُهٗ بِالَّذِيْ بَعَثْتَنِيْ بِهٖ فَضَرَبَ بَيْنَ ثَدْيَيَّ فَخَرَرْتُ لِاسْتِيْ قَالَ: ارْجِعْ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا عُمَرُ! مَا حَمَلَكَ عَلٰى مَا فَعَلْتَ؟ قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللهِ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي أَبَعَثْتَ أَبَا هُرَيْرَةَ بِنَعْلَيْكَ مَنْ لَقِيَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ مُسْتَيْقِنًا بِهَا قَلْبُهٗ بَشَّرَهُ بِالْجَنَّةِ؟ قَالَ: نَعَمْ ، قَالَ: فَلَا تَفْعَلْ فَإِنِّي

أَخْشَى أَنْ يَتَّكِلَ النَّاسُ عَلَيْهَا فَخَلِّهِمْ يَعْمَلُونَ، قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَخَلِّهِمْ.

صحیح مسلم: رقم الحدیث 46

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ساتھ ایک ہی جماعت میں موجود تھے۔ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان سے اٹھ کھڑے ہوئے (اور باہر تشریف لے گئے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس آنے میں دیر کر دی، تو ہمیں اس بات کا خوف محسوس ہوا کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری عدم موجودگی میں اچک نہ لیا جائے۔ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی دشمن نقصان نہ پہنچا دے) ہمیں گھبراہٹ ہوئی اور ہم (تلاش کرنے کے لیے) نکل کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے جس کو گھبراہٹ ہوئی وہ میں (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) ہی تھا۔ (یہ بات حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے علم کے اعتبار سے فرما رہے ہیں)۔ چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے کے لیے نکلا یہاں تک کہ بنی نجار انصار کے ایک باغ میں آ گیا۔ میں نے تلاش کرنا شروع کیا کہ کیا میں اس باغ کا کوئی دروازہ پا سکتا ہوں؟ تو میں نے دروازہ نہ پایا۔ اچانک باغ کے درمیان بئر خارجہ میں سے ایک چھوٹی نالی نکل رہی تھی ("ربیع" چھوٹی نالی کو کہتے ہیں) تو میں نے اپنے آپ کو سمیٹا اور (نالی کے راستے) سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (از راہ تعجب) پوچھا کہ کیا تم ابو ہریرہ ہو؟ میں نے کہا: جی ہاں، یا رسول اللہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ یہاں کیسے (پہنچ گئے)؟ میں نے عرض کیا: آپ ہمارے درمیان تشریف فرما رہے تھے، آپ کھڑے ہوئے اور آپ نے واپس آنے میں دیر کر دی تو ہمیں اس بات کا خوف ہوا کہ کہیں آپ کو ہماری عدم موجودگی میں کوئی دشمن آپ کو نقصان نہ پہنچائے۔ ہمیں گھبراہٹ ہوئی اور سب سے پہلے جس شخص کو گھبراہٹ ہوئی وہ میں ہی تھا۔ پس میں اس باغ کے پاس آیا اور میں نے اپنے آپ کو سمیٹا جیسے لومڑی اپنے آپ کو سمیٹتی ہے، باقی لوگ میرے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے دونوں جوتے دیے، پھر فرمایا: یہ میرے دو جوتے لے جاؤ اور جو آپ کو اس باغ کے باہر ملے اور وہ دل کے یقین کے ساتھ اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود (برحق) نہیں تو آپ اس کو جنت کی بشارت سنا دیجیے۔ (حضرت ابو ہریرہ

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ واپسی میں) سب سے پہلے جن سے میں ملا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اے ابو ہریرہ! یہ جوتے کس لیے ہیں؟ میں نے کہا: یہ جوتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ دے کر بھیجا ہے اور فرمایا ہے کہ جس آدمی سے میں ملوں اور وہ صدقِ دل سے اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود (برحق) نہیں تو میں اس کو جنت کی خوش خبری سنادوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے میرے سینے پر مارا تو میں سرین کے بل گر پڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! لوٹ جاؤ۔ چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ آیا اور زور سے رونے لگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پیچھے پیچھے آرہے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! آپ کو کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا: مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملے تو میں نے ان کو یہی حدیث سنائی جو آپ نے مجھے دے کر بھیجی تھی تو عمر نے میرے سینے پر ایک ضرب ماری جس سے میں سرین کے بل پیچھے گر گیا اور (ساتھ ہی عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے) کہا کہ لوٹ جاؤ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے عمر! آپ کو کس چیز نے یہ عمل کرنے پر ابھارا ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، کیا آپ نے ابو ہریرہ کو اپنے جوتے دے کر بھیجا تھا اور یہ کہا تھا کہ جو آدمی ملے اور دل کے یقین کے ساتھ اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے تو آپ اس کو جنت کی بشارت دے دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! ایسا نہ کیجیے، مجھے خوف ہے کہ لوگ اسی کلمہ پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے (اور اعمال کو چھوڑ دیں گے) پس آپ ان کو چھوڑ دیں، (یہ بات بیان نہ کریں) تاکہ لوگ اعمال کرتے رہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے، اس بات کو چھوڑ دو (یعنی بیان نہ کرو)۔

اس حدیث کی بنیاد پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر دو اعتراض کیے جاتے ہیں۔ ذیل میں دونوں اعتراضات نقل کر کے ان کے جوابات دیے جاتے ہیں:

پہلا اعتراض:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بغیر کسی قصور و جرم کے مارا اور کسی کو بلا جرم مارنا ایذاءِ مسلم ہے جو کہ حدیث کی رو سے حرام ہے۔

جواب نمبر1:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات کہی کہ اے ابو ہریرہ آپ یہ حدیث (ہر عام وخاص میں) بیان نہ کریں (اس لیے کہ لوگ اعمال میں سستی شروع کر دیں گے)، آپ واپس چلے جائیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیں کہ کیا (یہ حدیث ہر عام وخاص میں) بیان کرنی ہے؟ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے جانے سے انکار کر دیا تھا، اس وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں مارا۔

چنانچہ ملا علی بن سلطان محمد القاری الھروی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1014ھ) لکھتے ہیں:

لَا بُدَّ هُنَا مِنْ تَقْدِيرٍ يَدُلُّ عَلَيْهِ السِّيَاقُ مِنَ السِّبَاقِ وَاللَّحَاقِ، يَعْنِي: فَقَالَ عُمَرُ: ارْجِعْ؛ قَصْدًا لِلْمُرَاجَعَةِ .... فَأَبَيْتُ وَامْتَنَعْتُ عَنْ حُكْمِهِ امْتِثَالًا لِظَاهِرِ أَمْرِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ الْمُقَدَّمِ عَلَى كُلِّ أَمْرِ امْرِءٍ، فَضَرَبَ عُمَرُ بِيَدِهِ (بَيْنَ ثَدْيَيَّ) بِالتَّثْنِيَةِ أَيْ فِي صَدْرِي؛ فَإِنَّهُ يَبْعُدُ كُلَّ الْبُعْدِ ضَرْبُهُ ابْتِدَاءً مِنْ غَيْرِ بَاعِثٍ.

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ج1 ص269

ترجمہ: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مارنے سے پہلے) مقدر عبارت ماننا ضروری ہے جو سیاق وسباق اور مابعد پر دلالت کرے۔۔۔ وہ عبارت یہ ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ واپس چلے جائیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیں کہ کیا (یہ حدیث ہر عام وخاص میں بیان کرنی ہے؟) تو میں (حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ) نے انکار کر دیا اور ان کے حکم کو پورا کرنے سے رک گیا۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظاہری حکم ہر حکم کرنے والے کے حکم سے مقدم ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ میرے سینہ پر مارا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بات بہت بعید ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بغیر کسی سبب کے مارا ہو۔

جواب نمبر2:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے سینے پر آرام سے مارا ہو (بطورِ سزا کے نہیں بلکہ متنبہ کرنے کے) لیکن چونکہ کیفیت ایسی بن گئی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک جلالی آدمی تھے، جسم کے اعتبار سے بھی مضبوط اور طاقتور تھے جس کی وجہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ ہلکی سی ضرب بھی برداشت نہ کر سکے اور نیچے گر پڑے۔

یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مارنا ارادۃً نہیں تھا بلکہ ایک تنبیہ کرنی تھی۔ چونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ ہلکی ضرب بھی سخت محسوس ہوئی اور پیچھے گر گئے۔ یہ بات قابلِ اعتراض نہیں ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قرآن کریم میں بیان ہوا ہے کہ انہوں نے ایک قبطی کو مکا رسید کیا اور اس پر موت طاری ہو گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ میری ضرب اتنی سخت لگے گی کہ وہ فوت ہو جائے گا۔ تو جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اعتراض نہیں ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی ہیں اور جمالی ہیں اور قبطی کو قتل کی نیت سے نہیں مار رہے بلکہ محض سمجھانے کے لیے مار رہے ہیں، چونکہ قبطی اسے برداشت نہ کر سکا تو فوت ہو گیا۔ بالکل ایسے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بالارادہ نہیں مارا اور نہ ہی ان کے گمان میں یہ بات تھی کہ ان کے مارنے سے وہ گر پڑیں گے۔ اس لیے یہاں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر کوئی اشکال نہیں رہتا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قرآن کریم میں ان الفاظ سے موجود ہے:

﴿وَ دَخَلَ الْمَدِیْنَةَ عَلٰی حِیْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِیْهَا رَجُلَیْنِ یَقْتَتِلٰنِ ۫ هٰذَا مِنْ شِیْعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِهٖ عَلَی الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰی فَقَضٰی عَلَیْهِ ۫ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِیْنٌ﴾

سورۃ القصص:15

ترجمہ: ایک دن وہ ایسے وقت میں شہر میں داخل ہوا کہ اہلِ شہر [نیند کی وجہ سے] غافل پڑے ہوئے تھے؛ تو وہاں اس نے دیکھا کہ دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں، جن میں ایک موسیٰ کی قوم سے تھا اور دوسرا دشمن قوم سے۔ چنانچہ جو آدمی موسیٰ کی قوم سے تھا اس نے موسیٰ کو دشمن قوم کے آدمی کے مقابلے میں مدد کے لیے پکارا۔ اس پر موسیٰ نے اسے ایک گھونسا رسید کیا جس نے اس کا کام ہی تمام کر ڈالا۔ موسیٰ نے کہا: یہ شیطان کا کارنامہ ہے، بیشک وہ دشمن اور کھلا بہکانے والا ہے۔

جواب نمبر 3:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس جانا اور جا کر حضرت عمر

رضی اللہ عنہ کی شکایت کرنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ڈانٹ ڈپٹ نہ کرنا، سرزنش نہ کرنا اور بدلہ نہ دلوانا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مارنا بالارادہ نہیں تھا اور نہ ہی یہ قابلِ ملامت واعتراض تھا۔

دوسرا اعتراض:

جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد بن کر نبی کی حدیث سنا رہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بجائے تسلیم کرنے کے حدیث کو بیان کرنے سے منع کر رہے ہیں۔ یہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی ناقدری ہے۔

جواب نمبر 1:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حدیث کی مخالفت نہیں کی بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مزاج شناسِ نبوت تھے۔ وہ نبوت کا مزاج جانتے تھے کہ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت میں جمال ہے اور آپ اکیلے ایک انصار کے باغ میں ہیں۔ وہاں اللہ تعالیٰ کی خاص تجلیات میں ہیں۔ اسی کیفیتِ جمالی میں آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان فرمائی ہے کہ جو بندہ صدقِ دل کے ساتھ صرف کلمہ پڑھ لے اس کے لیے جنت کی بشارت ہے۔ نیز بشارت کا حکم یہ وجوبی نہیں ہے بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی خوشنودی کے لیے ہے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ذہن میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے بیان کردہ حدیث بھی تھی کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اے معاذ! بندوں پر اللہ کا حق یہ ہے کہ بندے اللہ کا کلمہ پڑھ لیں، پھر اللہ ان کو عذاب نہ دیں۔ اس پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ! اس بات کی بشارت لوگوں کو دے دوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: اے معاذ! لوگوں کو بیان نہ کرنا ورنہ لوگ اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے، اعمال کی طرف توجہ نہیں کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چونکہ مزاج شناسِ نبوت ہیں تو وہ سمجھ گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اے معاذ! یہ حدیث لوگوں کو بیان نہیں کرنی اور یہاں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرما رہے ہیں کہ جا کر بیان کر دیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں احادیث کو سامنے رکھا۔ چونکہ آپ مزاج شناسِ نبوت ہیں اس لیے حضرت

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ واپس جائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کریں۔ لہٰذا اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مخالفتِ حدیث کرنا نہیں بلکہ مزاجِ شناس نبوت ہونا سمجھ میں آتا ہے۔

جواب نمبر 2:

حدیث کے آخر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موافقت کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کا موقف درست تھا۔ چنانچہ یہ الفاظ واضح دلیل ہیں:

قَالَ: فَلَا تَفْعَلْ فَإِنِّي أَخْشٰى أَنْ يَتَّكِلَ النَّاسُ عَلَيْهَا فَخَلِّهِمْ يَعْمَلُوْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَخَلِّهِمْ .

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! ایسا نہ کیجیے، مجھے خوف ہے کہ لوگ اسی کلمہ پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے (اور اعمال کو چھوڑ دیں گے) پس آپ ان کو چھوڑ دیں، (یہ بات بیان نہ کریں) تا کہ لوگ اعمال کرتے رہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے، اس بات کو چھوڑ دو (یعنی بیان نہ کرو)۔

اعتراض نمبر 11

عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازے میں شرکت نہیں کی

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی الکوفی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ؛ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ لَمْ يَشْهَدَا دَفْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، كَانَا فِي الأَنْصَارِ ، فَبُويِعَا قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَا.

مصنف ابن ابی شیبۃ: رقم الحدیث 38201

ترجمہ: ابن نُمیر؛ ھشام بن عروۃ سے بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے والد (عروہ بن زبیر رحمہ اللہ) سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے وقت موجود نہیں تھے بلکہ وہ دونوں انصار کے پاس تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے واپس آنے سے پہلے دفن کیا جا چکا تھا۔

اعتراض:

اس روایت کی بنیاد پر حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ نبوت کی تجہیز، تکفین اور تدفین میں دونوں موجود نہیں تھے بلکہ حصولِ خلافت کے لیے سقیفہ بنی ساعدہ میں چلے گئے تھے۔ (معاذ اللہ)

جواب نمبر 1:

روایتِ بالا دو اعتبار سے حجت نہیں ہے:

1: سند کے اعتبار سے (کہ اس کی سند میں انقطاع ہے)

2: متن کے اعتبار سے (کہ اس کا متن شاذ ہے)

ذیل میں ہر ایک کی تفصیل پیش کی جاتی ہے:

[1]: انقطاعِ سند

اس روایت کے مرکزی راوی حضرت عروہ بن زبیر رحمہ اللہ تابعی ہیں۔ ان کی ولادت حضرت عثمان رضی

اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے شروع میں ہوئی ہے۔ تو راوی کا مذکورہ واقعہ کے وقت موجود نہ ہونا اس روایت کے منقطع ہونے کی واضح دلیل ہے۔

چنانچہ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت 852ھ) لکھتے ہیں:

عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ بْنِ خُوَيْلِدٍ الْأَسَدِيُّ أَبُوْ عَبْدِ اللهِ الْمَدَنِيُّ ثِقَةٌ فَقِيْهٌ مَشْهُوْرٌ مِنَ الثَّالِثَةِ مَاتَ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَتِسْعِيْنَ عَلَى الصَّحِيْحِ وَمَوْلِدُهُ فِيْ أَوَائِلِ خِلَافَةِ عُثْمَانَ.

تقریب التہذیب، رقم الترجمۃ: 4561 تحت عروۃ بن زبیر

ترجمہ: ابو عبد اللہ عروہ بن زبیر بن عوام بن خویلد الاسدی المدنی ثقہ ہیں، مشہور فقیہ ہیں اور طبقہ ثالثہ میں سے ہیں۔ صحیح قول کے مطابق ان کی وفات سن 74 ہجری میں ہوئی ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے شروع میں ان کی ولادت ہوئی ہے۔

ظاہر ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کی ابتداء 24 ہجری میں ہوئی ہے اور یہ واقعہ سن 11 ہجری کا ہے۔ تو گویا ولادت سے بھی تقریباً تیرہ سال پہلے کا واقعہ ذکر کر رہے ہیں۔ تو یہ سند کا انقطاع ہوا۔

[2]: متن کا شاذ ہونا

مذکورہ بالا روایت (جس میں شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کی عدمِ شرکت معلوم ہو رہی ہے) کے علاوہ صحیح اور متصل السند روایات موجود ہیں جن سے شیخین کریمین رضی اللہ عنہما کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر ملال کے وقت موجود ہونا معلوم ہوتا ہے۔ ذیل میں صرف دو روایات پیش کی جاتی ہیں:

1: امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُوْ سَلَمَةَ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَقْبَلَ عَلٰى فَرَسٍ مِنْ مَسْكَنِهٖ بِالسُّنْحِ حَتّٰى نَزَلَ فَدَخَلَ الْمَسْجِدَ فَلَمْ يُكَلِّمِ النَّاسَ حَتّٰى دَخَلَ عَلٰى عَائِشَةَ فَتَيَمَّمَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُغَشًّى بِثَوْبِ حِبَرَةٍ فَكَشَفَ عَنْ وَجْهِهٖ ثُمَّ أَكَبَّ عَلَيْهِ فَقَبَّلَهٗ وَبَكٰى ثُمَّ قَالَ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي وَاللهِ لَا يَجْمَعُ اللهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ الخ

صحیح البخاری: رقم الحدیث 4453

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے جو مقامِ سُنُح میں واقع تھا، گھوڑے پر سوار ہو کر آئے، سواری سے اترے، مسجد کے اندر تشریف لائے، کسی سے کوئی بات نہیں کی۔ بعد میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یمنی چادر اوڑھا دی گئی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک سے کپڑے کو ہٹایا، تھوڑا سا نیچے جھکے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو بوسہ دیا اور رونے لگے۔ پھر (آپ کو مخاطب بناتے ہوئے) کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان! اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں طاری نہیں کرے گا۔ (یعنی جو ایک موت آنی تھی وہ آچکی، اب دوبارہ قبر میں آپ کو کبھی موت نہیں آئے گی بلکہ حیات ہی حیات حاصل رہے گی)

فائدہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دو گھر تھے۔ ایک گھر مسجدِ نبوی کے ساتھ تھا، اس کی کھڑکی مسجدِ نبوی کے اندر کھلی ہوئی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ اسی کھڑکی سے مسجد تشریف لایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وصال مبارک سے کچھ عرصہ پہلے حکم دیا تھا کہ جن جن کی کھڑکیاں مسجد میں کھلی ہوئی ہیں انہیں بند کر دیا جائے سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کھڑکی کے۔ آج بھی مسجدِ نبوی کی پرانی عمارت کے دائیں جانب اوپر کی طرف ایک جگہ لکھا ہوا ہے:

"هٰذِهٖ خَوْخَةُ اَبِیْ بَكْرٍ."

یہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی کھڑکی کہ جگہ ہے۔

بظاہر یہ جگہ سابقہ گھر کے محاذات میں ہے کیونکہ پرانی مسجد نبوی یہاں تک نہیں تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کا دوسرا گھر مسجدِ نبوی سے کچھ فاصلے پر مقام سُنُح پر تھا۔ جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس دن آپ رضی اللہ عنہ نے فجر کی نماز مسجد نبوی میں پڑھائی اور سُنُح والے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کو اطلاع ملی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں۔ اس لیے روایت میں آیا ہے کہ گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔

[2]: امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجۃ رحمہ اللہ (ت 273ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: لَمَّا مَاتَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اخْتَلَفُوْا فِي اللَّحْدِ

وَالشَّقِّ، حَتّٰى تَكَلَّمُوْا فِيْ ذٰلِكَ، وَارْتَفَعَتْ أَصْوَاتُهُمْ. فَقَالَ عُمَرُ: لَا تَصْخَبُوْا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيًّا وَلَا مَيِّتًا، أَوْ كَلِمَةً نَحْوَهَا. فَأَرْسَلُوْا إِلَى الشَّقَّاقِ، وَاللَّاحِدِ جَمِيْعًا. فَجَاءَ اللَّاحِدُ، فَلَحَدَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ثُمَّ دُفِنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

سنن ابن ماجۃ: رقم الحدیث 1558

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا، تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپس میں اس بات پر اختلاف ہوا کہ نبی علیہ السلام کی قبر بغلی بنائی جائے یا صندوقی، یہاں تک کہ اس سلسلے میں کافی گفتگو ہوئی اور لوگوں کی آوازیں بلند ہونا شروع ہوئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زندگی میں یا موت کے بعد شوروغل نہ کرو، یا (راوی کو شک ہے) اس جیسا کچھ کلمہ کہا۔ بالآخر لوگوں نے بغلی اور صندوقی قبر بنانے والے دونوں حضرات کو بلوایا۔ تو بغلی قبر بنانے والا پہلے آپہنچا۔ چنانچہ اس نے بغلی قبر بنائی۔ پھر اسی (بغلی قبر) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا۔

فائدہ: اس کے علاوہ صحیح روایات سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ انتقالِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر موجود تھے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر کئی ایک ہدایات ارشاد فرمائیں جن کو تسلیم کیا گیا اور ان پر عمل بھی کیا گیا۔ مثلاً:

1: غسل دینے کا مرحلہ آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اقرباء (رشتہ دار) غسل دیں، یہ ان کا حق ہے۔

2: آپ رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ کی کیفیت اور ادائیگی کا طریقہ بیان فرمایا کہ ایک گروہ حجرہ مبارک میں داخل ہو گا، وہاں تکبیر کہے گا، درود پڑھے گا اور واپس آئے گا۔ پھر دوسرا گروہ جائے گا اور یہی کام کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ جنازہ عام نمازِ جنازہ کی طرح نہیں ادا کی جائے گی۔

3: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کا مرحلہ پیش آیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی نے فرمایا کہ میں نے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ پیغمبر جس جگہ وفات پاتے ہیں ان کی تدفین وہیں ہوتی ہے۔

ان امور سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم انتقال، غسل، جنازہ اور تدفین کے وقت وہاں موجود تھے اور مذکورہ ہدایات ارشاد فرماتے رہے اور اسی کے مطابق عمل ہوتا رہا۔

اور اوپر ذکر کردہ سنن ابن ماجہ کی روایت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا موجود ہونا بھی ثابت ہوتا ہے۔

لہذا عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کی بیان کردہ روایت کا متن ان صحیح روایات کے مقابل میں ہونے کی وجہ سے شاذ ہے اور ناقابلِ اعتبار ہے۔

جواب نمبر 2:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز جنازہ ہمارے مروجہ طریق پر نہیں تھا بلکہ یہ نمازِ جنازہ ملائکہ، مہاجرین اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے گروہ در گروہ پڑھا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ تعداد اچھی خاصی تھی۔ ان کے جنازہ پڑھنے میں کافی وقت درکار تھا۔ اس وسیع وقت میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی جنازہ پڑھ لیا تھا جو سقیفہ بنو ساعدہ میں نامزدگی خلیفہ کے معاملہ پر گفتگو کر رہے تھے اور اسی اثناء میں دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نماز جنازہ پڑھتے رہے۔

چنانچہ حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر دمشقی شافعی رحمہ اللہ (ت774ھ) لکھتے ہیں:

لَمَّا كُفِّنَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوُضِعَ عَلٰى سَرِيْرِهٖ، دَخَلَ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا وَمَعَهُمَا نَفَرٌ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ بِقَدْرِ مَا يَسَعُ الْبَيْتُ. فَقَالَا: السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ، وَسَلَّمَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْأَنْصَارُ كَمَا سَلَّمَ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ ثُمَّ صُفُّوْا صُفُوْفًا لَا يَؤُمُّهُمْ أَحَدٌ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَهُمَا فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ حِيَالَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَشْهَدُ أَنَّهٗ قَدْ بَلَّغَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ، وَنَصَحَ لِأُمَّتِهٖ، وَجَاهَدَ فِي سَبِيْلِ اللهِ حَتّٰى أَعَزَّ اللهُ دِيْنَهٗ .... فَيَقُوْلُ النَّاسُ: آمِيْنَ آمِيْنَ وَيَخْرُجُوْنَ وَيَدْخُلُ اٰخَرُوْنَ حَتّٰى صَلَّى الرِّجَالُ، ثُمَّ النِّسَاءُ، ثُمَّ الصِّبْيَانُ.

البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر: ج5 ص265، باب کیفیۃ الصلوۃ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن دے دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم چارپائی پر تھے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور کہا: اے نبی! آپ پر سلام ہو اور آپ پر اللہ کی

رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔ ان کے ساتھ مہاجرین کی اتنی تعداد تھا جتنی اس کمرے میں آسکتی تھی۔ انہوں نے بھی سلام کیا جس طرح حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے سلام کیا تھا، اور وہ سب صف میں کھڑے تھے۔ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پہلی صف میں کھڑے تھے۔ سب سے پہلے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: اے اللہ! ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ جو چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی وہ انہوں نے ٹھیک طور پر پہنچائی اور انہوں نے اپنی امت کی خیر خواہی کی اور انہوں نے اللہ کے راستے میں جدوجہد کی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دین کو قوت دی اور عزت عطا فرمائی۔ اس کے بعد لوگوں نے کہا: آمین۔ پھر مزید لوگ داخل ہوئے۔ چنانچہ پھر عورتیں، پھر لڑکوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعا کی۔

شبہ:

ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ جنازہ میں حضرات شیخین رضی اللہ عنہما شریک تھے لیکن جنازہ کو چھوڑ کر خلافت کی طرف متوجہ ہو گئے حالانکہ جنازہ زیادہ اہم تھا خلافت سے۔

جواب:

مسئلہ خلافت؛ دین کا بہت اہم اور بنیادی مسئلہ ہے جس پر نفاذِ دین کا مدار ہے۔ نظامِ خلافت کا نفاذ وہ بنیادی چیز تھی جس کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا تھا، یہ کوئی عام اور معمولی کام نہ تھا۔ نیز نظامِ خلافت ہی سے مسلمانوں کا اتحاد قائم رکھا جا سکتا ہے اور دشمنوں کی سازشوں اور حملوں سے سلطنتِ اسلامی کی حفاظت ہوتی ہے۔ اس لیے حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم جو خلافت کے مسئلہ پر گفتگو کرنے اور خلیفہ کی نامزدگی میں شریک رہے وہ تمام حضرات دین کے ایک اہم اور بنیادی کام میں شریک رہے اور یہ اسلام کا ہی کام تھا۔

مزید یہ ہے کہ غسل، تجہیز و تکفین، جنازہ اور تدفین کے مراحل میں حضرات شیخین کریمین رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بنفسِ نفیس شریک رہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ موقع بہ موقع ہدایات بھی ارشاد فرماتے رہے۔ چونکہ ان امور کے لیے وقت وسیع تھا اس لیے ان امور کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ مسئلہ خلافت جیسے اہم کام پر بھی گفتگو جاری رہی۔ کسی ایک کام کی وجہ سے دوسرا کام متاثر نہیں ہوا۔

اعتراض نمبر 12

عمر رضی اللہ عنہ ایک طلاق کو تین طلاق کہتے تھے

امام مسلم بن حجاج القشیری رحمہ اللہ (ت 261ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ الطَّلَاقُ عَلَى عَهْدِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَسَنَتَيْنِ مِنْ خِلَافَةِ عُمَرَ طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً، فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: إِنَّ النَّاسَ قَدِ اسْتَعْجَلُوْا فِي أَمْرٍ قَدْ كَانَتْ لَهُمْ فِيهِ أَنَاةٌ فَلَوْ أَمْضَيْنَاهُ عَلَيْهِمْ فَأَمْضَاهُ عَلَيْهِمْ".

صحیح مسلم ج1 ص477 ص478، مصنف عبد الرزاق ج6 ص305

وروی هذا من طریق اٰخر وفیه ابن جریج.

معترضین اس حدیث کو نقل کر کے اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں:

"حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگوں نے طلاق کے معاملے میں جلدی کی ہے (یعنی ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دینے لگے ہیں) حالانکہ انہیں اس بارے مہلت دی گئی تھی (کہ وہ تین طہر یا تین مہینوں میں تین طلاقیں دیں)۔ پس اگر ہم ایسے لوگوں پر تین طلاقیں جاری کر دیں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں تین طلاقوں کے طور جاری کر دیا۔"

اعتراض:

حدیث بالا کو بنیاد بنا کر اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ہی مرتبہ دی جانے والی تین طلاقوں کو تین طلاقیں شمار کر

کے حدیث کی مخالفت کی۔(معاذ اللہ)

جواب نمبر 1:

علامہ محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (ت676ھ) نے اس کے کئی جواب دیے ہیں۔

ان میں ایک جواب یہ ہے:

فَالْأَصَحُّ أَنَّ مَعْنَاهُ أَنَّهُ كَانَ فِي أَوَّلِ الْأَمْرِ إِذَا قَالَ لَهَا: "أَنْتِ طَالِقٌ ،أَنْتِ طَالِقٌ ،أَنْتِ طَالِقٌ" وَلَمْ يَنْوِ تَأْكِيدًا وَلَا اسْتِئْنَافًا يُحْكَمُ بِوُقُوعِ طَلْقَةٍ لِقِلَّةِ إِرَادَتِهِمُ الِاسْتِئْنَافَ بِذٰلِكَ فَحُمِلَ عَلَى الْغَالِبِ الَّذِي هُوَ إِرَادَةُ التَّأْكِيدِ فَلَمَّا كَانَ فِي زَمَنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَكَثُرَ اسْتِعْمَالُ النَّاسِ بِهٰذِهِ الصِّيغَةِ وَغَلَبَ مِنْهُمْ إِرَادَةُ الِاسْتِئْنَافِ بِهَا حُمِلَتْ عِنْدَ الْإِطْلَاقِ عَلَى الثَّلَاثِ عَمَلًا بِالْغَالِبِ السَّابِقِ إِلَى الْفَهْمِ مِنْهَا فِي ذٰلِكَ الْعَصْرِ.

شرح مسلم للنووی: ج1ص478

ترجمہ: حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی صحیح مراد یہ ہے کہ شروع زمانہ میں جب کوئی شخص اپنی بیوی کو "انت طالق، انت طالق، انت طالق" کہہ کر طلاق دیتا اور دوسری اور تیسری طلاق سے اس کی نیت تاکید کی ہوتی نہ استیناف کی، تو چونکہ لوگ استیناف کا ارادہ کم کرتے تھے اس لیے غالب عادت کا اعتبار کرتے ہوئے محض تاکید مراد لی جاتی اور ایک طلاق کا حکم لگایا جاتا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا اور لوگوں نے اس جملہ کا استعمال بکثرت شروع کیا اور عموماً ان کی نیت طلاق کے دوسرے اور تیسرے لفظ سے استیناف ہی کی ہوتی تھی، اس لئے اس جملہ کا جب کوئی استعمال کرتا تو اس دور کے عرف کی بناء پر تین طلاقوں کا حکم لگایا جاتا تھا۔

تنبیہ: یہ اس صورت میں ہے کہ جب "أَنْتَ طَالِقٌ" کو تین بار کہے۔ اگر "أَنْتَ طَالِقٌ ثَلَاثًا" کہے تو پھر تین ہی واقع ہو جائیں گی۔

جواب نمبر 2:

اس حدیث میں طلاق کی تاریخ بیان کی جارہی ہے کہ عہد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ و السلام سے لے کر ابتدائے عہد فاروقی تک لوگ یکجا تین طلاقیں دینے کے بجائے ایک طلاق دیا کرتے تھے، خلافت فاروقی کے تیسرے

سال سے لوگوں نے جلد بازی شروع کر دی کہ ایک طلاق دینے کے بجائے تین طلاقیں اکٹھی دینے لگے تو وہ تینوں طلاقیں نافذ کر دی گئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ اس پر واضح قرینہ ہیں، آپ فرماتے ہیں:

إِنَّ النَّاسَ قَدْ اسْتَعْجَلُوا فِي أَمْرٍ قَدْ كَانَتْ لَهُمْ فِيْهِ أَنَاةٌ.

کہ لوگوں کو جس کام میں سہولت تھی انہوں نے اس میں جلد بازی شروع کر دی ہے۔

اگر ابتداء سے تین طلاق دینے کا عمومی رواج ہوتا تو پھر استعجال اور اَناۃ کا کوئی معنی نہیں بنتا۔ لہٰذا اس حدیث میں "طَلَاقُ الثَّلَاثِ وَاحِدَةً" کا مطلب "تین طلاقوں کے بجائے ایک طلاق دینا" ہے۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں آکر مسئلہ بدل گیا تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ طلاق دینے کے معاملے میں لوگوں کی عادت بدل گئی تھی۔ اگر یہ مراد لیا جائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے فیصلہ کو منسوخ فرما کر تین طلاقوں کو تین شمار کیا ہے تو یہ مطلب انتہائی غلط ہے، کیونکہ اگر یہی معاملہ ہوتا تو صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر اجماع نہ فرماتے بلکہ اس فیصلہ کا انکار کرتے حالانکہ کسی سے بھی انکار منقول نہیں۔ یہی مطلب محدثین نے بیان کیا ہے۔

چنانچہ امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (ت606ھ) فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ أَنَّ الْمُعْتَادَ فِي الزَّمَنِ الْأُوْلِ كَانَ طَلْقَةً وَاحِدَةً وَصَارَ النَّاسُ فِي زَمَنِ عُمَرَ يُوْقِعُوْنَ الثَّلَاثَ دَفْعَةً فَنَفَذَهُ عُمَرُ فَعَلٰى هٰذَا يَكُوْنُ إِخْبَارًا عَنِ اخْتِلَافِ عَادَةِ النَّاسِ لَا عَنْ تَغَيُّرِ حُكْمٍ فِي مَسْأَلَةٍ وَاحِدَةٍ. قَالَ الْمَازِرِيُّ: "وَقَدْ زَعَمَ مَنْ لَا خِبْرَةَ لَهُ بِالْحَقَائِقِ أَنَّ ذٰلِكَ كَانَ ثُمَّ نُسِخَ." قَالَ: وَهٰذَا غَلَطٌ فَاحِشٌ لِأَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ لَا يَنْسَخُ وَلَوْ نَسَخَ وَحَاشَاهُ لَبَادَرَتِ الصَّحَابَةُ إِلٰى إِنْكَارِهٖ.

شرح مسلم للنووی: ج2ص478

ترجمہ: مراد یہ ہے کہ پہلے ایک طلاق کا دستور تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ تینوں طلاقیں بیک وقت دینے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں نافذ فرما دیا۔ اس طرح یہ حدیث لوگوں کی عادت کے بدل جانے کی خبر ہے نہ کہ مسئلہ کے حکم کے بدلنے کی اطلاع ہے۔ امام مازری رحمۃ اللہ علیہ [محمد بن علی بن عمر التمیمی المازری المالکی المتوفیٰ 536ھ، مؤلف "اَلْمُعْلِم بفوائد مُسْلِم، 3 مجلدات"] فرماتے ہیں: حقائق سے بے خبر لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ "تین طلاقیں پہلے ایک تھیں، پھر منسوخ ہو گئیں" یہ کہنا بڑی فحش غلطی ہے، اس لیے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے فیصلہ کو منسوخ نہیں کیا، -حاشا- اگر آپ منسوخ کرتے تو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اس کے انکار کے درپے ضرور ہو جاتے۔

اگر آپ رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ خود ساختہ ایک نیا فیصلہ ہوتا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے خلاف ہوتا -العیاذ باللہ- تو ایک صحابی بھی اس پر راضی نہ ہوتا چہ جائیکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری جماعت نے اس فیصلے سے اتفاق کر لیا، حتیٰ کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو اس حدیث کے راوی ہیں ان کا فتویٰ بھی تین طلاقوں کے تین واقع ہونے کا ہے۔

امام العصر علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (ت 1352ھ) اس حدیث کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں:

اَیْ کَانَ النَّاسُ یُطَلِّقُوْنَ وَاحِدَۃً بَدَلَ الثَّلَاثِ وَیَکْتَفُوْنَ بِوَاحِدَۃٍ لِلتَّطْلِیْقِ، وَکَانُوْا لَا یُطَلِّقُوْنَ ثَلَاثًا خِلَافَ السُّنَّۃِ، وَھُمْ کَانُوْا عَلٰی ذٰلِكَ اِلٰی خِلَافَۃِ عُمَرَ حَتّٰی صَارُوْا فِیْ عَھْدِہٖ یُطَلِّقُوْنَ ثَلَاثًا دَفْعَۃً خِلَافَ السُّنَّۃِ، فَاَمْضَاہُ عُمَرُ عَلَیْھِمْ وَھٰذَا اَحَدُ مَعْنَی الْحَدِیْثِ ذَکَرَہُ النَّوَوِیُّ فِیْ شَرْحِ مُسْلِمٍ.

معارف السنن: ج5 ص471

ترجمہ: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ لوگ تین طلاقیں دینے کے بجائے ایک طلاق دینے پر اکتفاء کرتے تھے، تین طلاقیں جو کہ خلافِ سنت ہیں؛ نہیں دیتے تھے۔ یہ معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت تک چلتا رہا یہاں تک کہ لوگ خلافِ سنت تین طلاقیں اکٹھی دینے لگے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان تین طلاقوں کو نافذ فرما دیا۔ اس حدیث کا یہ مطلب امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔

فائدہ:

امام العصر حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (ت 1352ھ) نے اس حدیث کا یہ مطلب لینے پر (کہ لوگ تین طلاقوں کی بجائے ایک طلاق دیتے تھے) قرآن وحدیث سے دو نظیریں بھی پیش کی ہیں:

نظیر نمبر1: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اَجَعَلَ الْاٰلِھَۃَ اِلٰـھًا وَّاحِدًا﴾

سورۃ ص:5

ترجمہ: (کافر یہ کہتے ہیں) کیا اس (پیغمبر) نے سارے معبودوں کو ایک معبود میں تبدیل کر دیا ہے؟

علامہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَهُمْ لَمْ يُرِيْدُوْا بِقَوْلِهِمْ هٰذَا أَنَّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آمَنَ بِآلِهَةٍ ثُمَّ جَعَلَهُمْ وَاحِدًا، وَإِنَّمَا يُرِيْدُوْنَ أَنَّهُ جَعَلَ إِلٰهًا وَاحِدًا بَدَلَ آلِهَةٍ.

معارف السنن: ج5 ص472

ترجمہ: کفار کے اس قول کا مطلب یہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے تمام آلہہ پر ایمان لائے، پھر ان کو ایک کر دیا بلکہ ان کا مطلب یہ تھا کہ آپ نے تمام آلہہ کو چھوڑ کر ایک کو اپنا لیا ہے۔

نظیر نمبر2: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

مَنْ جَعَلَ الْهُمُوْمَ هَمًّا وَاحِدًا هَمَّ آخِرَتِهٖ كَفَاهُ اللهُ هَمَّ دُنْيَاهُ.

سنن ابن ماجۃ: باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ - عن عبد اللہ بن مسعود

ترجمہ: جو شخص اپنی تمام فکروں کو ایک فکر یعنی آخرت کی فکر بنا لے اللہ تعالیٰ دنیوی پریشانیوں اور فکروں سے اس کی کفایت فرماتے ہیں۔

علامہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَلَيْسَ الْمُرَادُ اخْتِيَارَ الْهُمُوْمِ ثُمَّ جَعْلَهَا وَاحِدَةً، وَإِنَّمَا الْمُرَادُ أَنَّهُ اخْتَارَ هَمًّا وَاحِدًا بَدَلَ هُمُوْمٍ كَثِيْرَةٍ.

معارف السنن: ج5 ص472

ترجمہ: اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان پہلے تمام غموں کا روگ لگا لے پھر ان سب کو ایک غم میں تبدیل کر دے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ انسان غموں کے انبار کو چھوڑ کر ایک آخرت کی فکر کو اپنا لے۔

جواب نمبر3:

امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل البغدادی رحمہ اللہ (ت 241ھ) فرماتے ہیں:

اَلْحَدِيْثُ إِذَا لَمْ تَجْمَعْ طُرُقَهٗ لَمْ تَفْهَمْهُ وَالْحَدِيْثُ يُفَسِّرُ بَعْضُهٗ بَعْضًا.

الجامع لاخلاق الراوی للخطیب: ص370 رقم 1651

ترجمہ: جب تک آپ حدیث کے تمام طرق جمع نہ کر لیں اس وقت تک حدیث کا معنی نہیں سمجھ سکتے، اس لیے کہ ایک حدیث دوسری حدیث کی تشریح کرتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث سنن ابی داؤد میں ہے، جس میں راوی سے سوال کرنے والا شخص ایک ہی ہے یعنی ابو الصّہباء، اور دونوں روایتوں کے الفاظ بھی تقریباً ملتے جلتے ہیں۔ روایت یہ ہے:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: بَلٰی کَانَ الرَّجُلُ إِذَا طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا جَعَلُوْهَا وَاحِدَةً عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبِي بَكْرٍ وَصَدْرًا مِنْ إِمَارَةِ عُمَرَ.

سنن ابی داؤد: ج1 ص317 باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں! جب خاوند اپنی بیوی کو ہمبستری سے پہلے تین طلاق دیتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں اسے ایک شمار کیا جاتا تھا۔

اس روایت کی اسناد صحیح ہے۔

زاد المعاد لابن القیم: ج4 ص1019 - فصل: فی حکمه صلی الله علیه وسلم فیمن طلق ثلاثا بکلمة واحدة

اسی طرح صحیح مسلم کے راوی "طاؤس یمانی" کی خود اپنی روایت میں بھی "غیر مدخول بہا" کی قید موجود ہے۔

چنانچہ امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبۃ ابراہیم بن عثمان العبسی الکوفی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ ابْنُ عُلَيَّةَ ، عَنْ لَيْثٍ ، عَنْ طَاوُسٍ ، وَعَطَاءٍ ، أَنَّهُمَا قَالَا : إِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا ، فَهِيَ وَاحِدَةٌ.

مصنف ابن ابی شیبۃ: ج9 ص539 رقم الحدیث 18177

ترجمہ: امام طاؤس یمانی اور امام عطاء بن ابی رَباح رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو رخصتی سے پہلے تین طلاقیں دے دے تو وہ ایک شمار ہوتی ہے۔

علامہ ابو الحسن علی بن عثمان بن ابراہیم بن المار دینی الحنفی رحمہ اللہ (ت 750ھ) اس روایت کے راویوں

کی ثقاہت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ذَكَرَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ بِسَنَدٍ رِجَالُهُ ثِقَاتٌ عَنْ طَاؤُسٍ وَعَطَاءٍ وَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ اَنَّهُمْ قَالُوْا: إِذَا طَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا ، فَهِيَ وَاحِدَةٌ.

الجوہر النقی علی السنن الکبریٰ للبیہقی: ج7 ص331

ترجمہ: امام ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے طاؤس، عطاء اور جابر بن زید سے ثقہ راویوں پر مشتمل سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ یہ تمام حضرات فرماتے تھے کہ اگر خاوند اپنی بیوی کو ہمبستری سے پہلے تین طلاق دے دے تو وہ ایک شمار ہوتی ہے۔

ان دونوں روایات میں "قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ بِهَا" (غیر مدخول بہا) کی تصریح ہے۔ معلوم ہوا کہ حدیثِ صحیح مسلم مطلق نہیں بلکہ "غیر مدخول بہا" کی قید کے ساتھ مقید ہے۔ ایسی عورت کو خاوند الگ الگ الفاظ (أَنْتِ طَالِقٌ أَنْتِ طَالِقٌ أَنْتِ طَالِقٌ) سے طلاق دے تو پہلی طلاق سے ہی وہ بائنہ ہو جائے گی اور دوسری تیسری طلاق لغو ہو جائے گی۔ اس لیے کہ وہ طلاق کا محل ہی نہیں رہی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں غیر مدخول بہا کو طلاق دینے کا یہی طریقہ رائج تھا، اس لیے ان حضرات کے دور میں غیر مدخول بہا کو دی گئی ان تین طلاقوں کو ایک سمجھا جاتا تھا، لیکن بعد میں لوگ ایک ہی جملہ میں اکٹھی تین طلاقیں دینے لگے (یعنی أَنْتِ طَالِقٌ ثَلَاثًا) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب تین ہی شمار ہوں گی، کیونکہ غیر مدخول بہا کو ایک ہی لفظ سے اکٹھی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں۔

جواب نمبر 4:

اگر وہی مطلب لیا جائے جو غیر مقلدین لیتے ہیں کہ تین طلاق ایک ہوتی ہے تو یہ مطلب لینا انتہائی غلط ہے۔ ایسا مطلب لینے سے یہ روایت شاذ (ضعیف) ہو جائے گی۔ اس لیے کہ یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تمام شاگرد آپ رضی اللہ عنہ سے تین طلاق کا تین ہونا ہی روایت کرتے ہیں اور اس روایت میں آپ کا شاگرد "طاؤس" ہے۔ اگر یہی مطلب ہی لیا جائے کہ طاؤس اس روایت میں تین کا ایک ہونا روایت کرتا ہے تو بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تمام شاگردوں کے خلاف ہو

گی۔

تصریحات محققین ملاحظہ ہوں:

(1): امام ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل رحمہ اللہ

كُلُّ أَصْحَابِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَوَوْا عَنْهُ خِلَافَ مَا قَالَ طَاؤُوسٌ.

نیل الاوطار للشوکانی: ج6 ص245 باب ماجاء فی طلاق البتۃ

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تمام شاگرد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جو [تین طلاق کا تین ہونا] روایت کرتے ہیں طاؤس ان سب کے خلاف روایت کرتا دکھائی دیتا ہے۔

(2): امام محمد بن رشد مالکی رحمہ اللہ

بِأَنَّ حَدِيْثَ ابْنِ عَبَّاسٍ الْوَاقِعَ فِي الصَّحِيْحَيْنِ إِنَّمَا رَوَاهُ عَنْهُ مِنْ أَصْحَابِهٖ طَاؤُوسٌ ، وَأَنَّ جُلَّةَ أَصْحَابِهٖ رَوَوْا عَنْهُ لُزُوْمَ الثَّلَاثِ مِنْهُمْ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَمُجَاهِدٌ وَعَطَاءٌ وَعَمْرُو بْنُ دِيْنَارٍ وَجَمَاعَةٌ غَيْرُهُمْ.

بدایۃ المجتہد: ج2 ص61 کتاب الطلاق، الباب الاول

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت جو صحیحین میں واقع ہے اسے آپ کے شاگردوں میں سے صرف طاوس روایت کرتے ہیں، آپ کے جملہ جلیل القدر شاگرد مثلاً امام سعید بن جبیر، امام مجاھد، امام عطاء، امام عمرو بن دینار اور ان کے علاوہ ان کے شاگردوں کی ایک خاصی جماعت، تین طلاق کا تین ہونا ہی روایت کرتے ہیں۔

تنبیہ: حدیث ابن عباس صحیحین میں نہیں، صرف صحیح مسلم میں ہے۔

(3): امام ابو بکر بیہقی رحمہ اللہ

فَهٰذِهٖ رِوَايَةُ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَعَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ وَمُجَاهِدٍ وَعِكْرِمَةَ وَعَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ وَمَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ وَمُحَمَّدِ بْنِ إِيَاسِ بْنِ الْبُكَيْرِ وَرُوِّيْنَاهُ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ الْأَنْصَارِيِّ كُلُّهُمْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهٗ أَجَازَ الطَّلَاقَ الثَّلَاثَ وَأَمْضَاهُنَّ.

السنن الکبری للبیہقی: ج7 ص338 باب مَنْ جَعَلَ الثَّلَاثَ وَاحِدَةً

ترجمہ: امام سعید بن جبیر، امام عطاء بن ابی رباح، امام مجاہد، امام عکرمہ، امام عمرو بن دینار، امام مالک بن حارث، امام

محمد بن ایاس بن بکیر اور امام معاویہ بن ابی عیاش انصاری تمام راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے تین طلاقوں کو تین ہی قرار دیا ہے۔

چونکہ طاؤس کی یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تمام شاگردوں کی روایت کے خلاف ہے اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ اس روایت کو اپنی صحیح میں نہیں لائے۔ امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیہقی(ت 458ھ) فرماتے ہیں:

وَتَرَكَهُ الْبُخَارِيُّ وَأَظُنُّهُ إِنَّمَا تَرَكَهُ لِمُخَالَفَتِهِ سَائِرَ الرِّوَايَاتِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا.

السنن الکبریٰ للبیہقی: ج7 ص338 باب مَنْ جَعَلَ الثَّلَاثَ وَاحِدَةً

ترجمہ: امام بخاری نے اس روایت کو ترک کر دیا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ امام بخاری نے یہ روایت اس لیے ترک کی ہے کیونکہ یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی دیگر تمام روایات کے مخالف ہے۔

الحاصل یہ روایت طاؤس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تمام شاگردوں کے خلاف روایت کی ہے اور تمام شاگرد تین کا تین ہونا ہی نقل کرتے ہیں، اس لیے طاوس کی یہ روایت ان سب کے مقابلے میں شاذ، وہم، غلط اور ناقابلِ حجت ہے۔

جواب نمبر 5:

خود صحیح مسلم کی اس روایت کے راوی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اپنا فتویٰ اس روایت کے خلاف ہے۔ کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما تین طلاق کو تین ہی فرماتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ أَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ: طَلَّقْتُ امْرَأَتِيْ ثَلَاثًا. فَقَالَ: عَصَيْتَ رَبَّكَ وَحَرُمَتْ عَلَيْكَ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَكَ.

جامع المسانید: ج2 ص148، السنن الکبریٰ للبیہقی: ج7 ص337 واسنادہ صحیح

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آکر کہنے لگا: میں نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی ہے اور تیری بیوی تجھ پر حرام ہو گئی ہے جب تک

وہ تیرے علاوہ کسی اور مرد سے نکاح نہ کرلے (اس وقت تک تیرے لیے حلال نہیں ہو گی)۔

اور اصول حدیث کا قاعدہ ہے:

عَمَلُ الرَّاوِيِّ بِخِلَافِ رِوَايَتِهٖ بَعْدَ الرِّوَايَةِ مِمَّا هُوَ خِلَافٌ بِيَقِيْنٍ يَسْقُطُ الْعَمَلُ بِهٖ عِنْدَنَا.

المنار مع شرحہ ص190، قواعد فی علوم الحدیث للعثمانی ص202

ترجمہ: راوی کا روایت کرنے کے بعد اس کے خلاف عمل کرنا اس روایت پر عمل کو ساقط کر دیتا ہے۔

لہذا اس اصول کی رو سے بھی مذکورہ روایت قابلِ عمل نہیں ہے۔

نوٹ: اس کی مزید تفصیل میری مرتب کردہ فائل "مسئلہ تین طلاق" میں ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض نمبر 13

عمر رضی اللہ عنہ نے متعہ کو حرام قرار دیا تھا

امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر الطبری رحمہ اللہ (ت 310ھ) روایت کرتے ہیں:

قَالَ الْحَكَمُ : قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : لَوْلاَ أَنَّ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نَهٰى عَنِ الْمُتْعَةِ مَا زَنٰى إِلَّا شَقِيٌّ.

تفسیر الطبری: ج4 ص17 رقم 7185 سورۃ النساء، تحت الآیۃ {وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ}

ترجمہ: حکم کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر عمر متعہ سے منع نہ کرتے تو سوائے بدبخت کے زنا میں کوئی مبتلا نہ ہوتا۔

اعتراض:

اس روایت کی بنیاد پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ متعہ جائز تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا۔

جواب:

روایتِ بالا دو وجوہات کی بنا پر حجت نہیں ہے:

1: سند کے اعتبار سے (کہ اس کی سند میں انقطاع ہے)

2: متن کے اعتبار سے (کہ اس کا متن شاذ ہے)

ذیل میں ہر ایک کی تفصیل پیش کی جاتی ہے:

[1]: انقطاعِ سند

اس روایت کے مرکزی راوی حضرت حکم بن عتیبہ الِکندی رحمہ اللہ تابعی ہیں۔ ان کی ولادت سن 50 ہجری میں ہوئی۔ وہ اس روایت کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے نقل کر رہے ہیں جب کہ حضرت علی رضی اللہ کی شہادت 40 ہجری میں ہے۔ یہ اس روایت کے منقطع ہونے کی واضح دلیل ہے۔

چنانچہ ابو الحجاج علامہ یوسف بن عبد الرحمن بن یوسف جمال الدین المزي رحمہ اللہ (ت 742ھ) لکھتے ہیں:

اَلْحَكَمُ بْنُ عُتَيْبَةَ الْكِنْدِيُّ أَبُوْ مُحَمَّدٍ .... أَنَّهُ وُلِدَ سَنَةَ خَمْسِيْنَ ، وَقِيْلَ : إِنَّهُ مَاتَ سَنَةَ ثَلَاثَ عَشَرَةَ وَمِئَةٍ.

تہذیب الکمال فی اسماء الرجال: ج7 ص120 ترجمۃ حکم بن عتیبہ الکندی، رقم الترجمہ 1438

ترجمہ: ابو محمد حکم بن عتیبہ الکندی.... سن 50 ہجری میں ان کی پیدائش ہوئی ہے۔ بعض نے کہا ہے 113 ہجری میں فوت ہوئے۔

[2]: متن کا شاذ ہونا

یہ روایت ان صحیح اور متصل السند روایات کے خلاف ہے جن میں متعہ کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

ذیل میں وہ روایات پیش کی جاتی ہیں:

1: عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ نَهٰى عَنْ مُتْعَةِ النِّسَاءِ وَعَنْ لُحُوْمِ الْحُمُرِ الْأَهْلِيَّةِ زَمَنَ خَيْبَرَ.

سنن الترمذی: رقم الحدیث 1121

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں: بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خیبر کے موقع پر گھریلو گدھوں کے گوشت کھانے اور عورتوں کے ساتھ متعہ کرنے سے منع فرمایا۔

امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) حرمتِ متعہ سے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

حَدِيْثُ عَلِيٍّ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَالْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ وَإِنَّمَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ شَيْءٌ مِّنَ الرُّخْصَةِ فِي الْمُتْعَةِ ثُمَّ رَجَعَ عَنْ قَوْلِهٖ حَيْثُ أُخْبِرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

سنن الترمذی: تحت رقم الحدیث 1121

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن اور صحیح درجہ کی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، ائمہ عظام، فقہاء

اور محدثین رحمہم اللہ کا اس پر عمل ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے متعہ کی رخصت کے حوالے سے روایات مروی ہیں لیکن جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کی خبر دی گئی تو انہوں نے اپنے رخصت والے قول سے رجوع فرمالیا تھا۔

2: حضرت محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ (ت118ھ) فرماتے ہیں:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : إِنَّمَا كَانَتِ الْمُتْعَةُ فِيْ أَوَّلِ الْإِسْلَامِ، كَانَ الرَّجُلُ يَقْدِمُ الْبَلْدَةَ لَيْسَ لَهُ بِهَا مَعْرِفَةٌ فَيَتَزَوَّجُ الْمَرْأَةَ بِقَدْرِ مَا يَرٰى أَنَّهُ يُقِيْمُ فَتَحْفَظُ لَهُ مَتَاعَهُ وَتُصْلِحُ لَهُ شَيْئَهُ حَتّٰى إِذَا نَزَلَتِ الْاٰيَةُ ﴿إِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ﴾ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: فَكُلُّ فَرْجٍ سِوٰى هٰذَيْنِ فَهُوَ حَرَامٌ.

سنن الترمذی: رقم الحدیث 1122

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: بے شک متعہ اسلام کے دورِ اول میں مباح تھا، جب کوئی شخص کسی نئی جگہ جاتا جہاں اس کی جان پہچان نہ ہوتی تو جتنے دن اسے وہاں قیام کرنا ہوتا اتنے دنوں کے لیے کسی عورت سے شادی کر لیتا، تاکہ وہ عورت اس کے سامان کی حفاظت اور اس کی چیزوں کی دیکھ بھال کرے۔ پھر جب یہ آیت ﴿اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ﴾ (سوائے اپنی بیویوں اور ان باندیوں کے جو ان کی ملکیت میں آچکی ہوں) نازل ہوئی تو حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ان دونوں (بیوی اور باندی) کے علاوہ ہر شرم گاہ حرام ہے۔

اعتراض نمبر 14

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو بغیر نکاح کے چھوا

امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر القرطبی المالکی رحمہ اللہ (ت 463ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ خَطَبَ إِلٰى عَلِيٍّ ابْنَتَهُ أُمَّ كُلْثُومٍ ، فَذَكَرَ لَهُ صِغَرَهَا ، فَقِيلَ لَهُ: إِنَّهُ رَدَّكَ ، فَعَاوِدْهُ ، فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: أَبْعَثُ بِهَا إِلَيْكَ ، فَإِنْ رَضِيتَ فَهِيَ امْرَأَتُكَ . فَأَرْسَلَ بِهَا إِلَيْهِ فَكَشَفَ عَنْ سَاقِهَا ، فَقَالَتْ: مَهْ ، وَاللهِ لَوْلَا أَنَّكَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ لَلَطَمْتُ عَيْنَكَ . وَذَكَرَ ابْنُ وَهْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ تَزَوَّجَ أُمَّ كُلْثُومٍ بِنْتَ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلٰى مَهْرِ أَرْبَعِينَ أَلْفًا .

الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ترجمۃ أم کلثوم بنت علي بن أبي طالب، رقم الترجمہ: 4204

ترجمہ: محمد بن علی سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی بیٹی ام کلثوم کا رشتہ مانگا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بچی کی صغر سنی (کم عمری) کا تذکرہ کیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے دوبارہ رشتہ کی بات کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ راضی ہو گئے اور انہوں نے یہ کہا کہ میں آپ کے پاس بیٹی کو بھیجتا ہوں۔ اگر وہ آپ کو پسند آگئی تو وہ آپ کی بیوی ہے (گویا عقدِ نکاح ہو گیا ہے) چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (منکوحہ ہونے کی وجہ سے) ان کی پنڈلی سے کپڑا ہٹانا چاہا تو وہ کہنے لگی: چھوڑ دیں (کپڑا نیچے رہنے دیں) اگر آپ امیر المؤمنین نہ ہوتے تو میں آپ کی آنکھ پر تھپڑ مارتی۔ ابن وہب رحمہ اللہ کہتے ہیں: عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم اپنے والد (زید بن اسلم) سے اور وہ ان (عبد الرحمٰن بن زید) کے دادا (اسلم) سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب سے 40 ہزار درہم مہر کے ساتھ نکاح کیا۔

اعتراض:

اس روایت کی بنیاد پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے بغیر نکاح کے حضرت

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی پنڈلی پر ہاتھ لگانا چاہا جس پر انہوں نے منع بھی کر دیا جبکہ غیر محرم عورت کو چھونا جائز نہیں ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس ناجائز کام کا ارتکاب کیا ہے۔

جواب:

اس روایت کو بغور پڑھ لیا جائے تو یہ اعتراض سرے سے ختم ہو جاتا ہے، اس لیے کہ روایت میں اس بات کی صراحت ہے کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا چھوٹی بچی تھیں اور چھوٹی بچی کے نکاح کا اختیار اس کے ولی کو ہوتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بحیثیتِ والد ہونے کے ان کے ولی تھے۔ تو انہوں نے اپنی اس بچی کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کر دیا تھا، عقد نکاح پر یہ جملے دلالت کر رہے ہیں:

فَقَالَ لَهٗ عَلِيٌّ: أَبْعَثُ بِهَا إِلَيْكَ، فَإِنْ رَضِيْتَ فَهِيَ امْرَأَتُكَ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آپ کے پاس بیٹی کو بھیجتا ہوں۔ اگر وہ آپ کو پسند آگئی تو وہ آپ کی بیوی ہے (ظاہر ہے بیوی تب بنتی ہے جب نکاح ہو چکا ہو)

جب نکاح منعقد ہو گیا تو نکاح کے انعقاد کے بعد وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے غیر محرم نہ رہیں بلکہ منکوحہ بن گئیں اور اپنی منکوحہ کو چھونا جائز ہے۔

فائدہ: حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بوقتِ نکاح چھوٹی بچی تھیں۔ اس پر کئی تصریحات پیش کی جاتی ہیں:

[1]: امام ابو بکر عبد الرزاق بن ھمام الصنعانی رحمہ اللہ (ت 211ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِيْ جَعْفَرٍ قَالَ خَطَبَ عُمَرُ إِلٰى عَلِيٍّ ابْنَتَهٗ فَقَالَ: إِنَّهَا صَغِيْرَةٌ، فَقِيْلَ لِعُمَرَ: إِنَّمَا يُرِيْدُ بِذٰلِكَ مَنْعَهَا، قَالَ: فَكَلَّمَهٗ فَقَالَ عَلِيٌّ: أَبْعَثُ بِهَا إِلَيْكَ، فَإِنْ رَضِيْتَ فَهِيَ امْرَأَتُكَ.

مصنف عبد الرزاق: رقم الحدیث 10352

ترجمہ: حضرت ابو جعفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی بیٹی کے لیے پیغامِ نکاح بھیجا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ ابھی چھوٹی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بات کی گئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ وہ نکاح کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے (اس سلسلے میں مزید) بات کی تو حضرت علی رضی اللہ

عنہ نے فرمایا: میں اسے آپ کی طرف بھیجوں گا۔ اگر آپ راضی ہیں تو (ٹھیک ہے) وہ آپ کی بیوی ہے۔

[2]: امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العبسی الکوفی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ عُمَرَ خَطَبَ إِلٰى عَلِيٍّ ابْنَتَهٗ أُمَّ كُلْثُوْمٍ فَقَالَ عَلِيٌّ: إِنَّهَا صَغِيْرَةٌ فَانْظُرْ إِلَيْهَا ، فَأَرْسَلَهَا إِلَيْهِ بِرِسَالَةٍ فَمَازَحَهَا ، فَقَالَتْ : لَوْلَا أَنَّك شَيْخٌ ، أَوْ لَوْلَا أَنَّكَ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ فَأَعْجَبَ عُمَرَ مُصَاهَرَتُهٗ فَخَطَبَهَا فَأَنْكَحَهَا إِيَّاهُ.

مصنف ابن ابی شیبۃ: رقم الحدیث 17629

ترجمہ: حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی بیٹی ام کلثوم سے نکاح کے لیے پیغام بھیجا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ ابھی چھوٹی ہے، آپ خود دیکھ لیجیے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے (ام کلثوم کو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک پیغام دے کر بھیجا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس (یعنی ام کلثوم) سے خوش طبعی کی تو اس نے کہا: اگر آپ بڑی عمر کے نہ ہوتے یا یہ کہا کہ اگر آپ امیر المؤمنین نہ ہوتے (تو میں آپ کی آنکھ میں تھپڑ مارتی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سسرالی رشتہ داری قائم کرنے کی چاہت ہوئی تو انہوں نے اس لڑکی کے لیے پیغامِ نکاح بھیجا تھا جس کے نتیجے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

شبہ:

جب نکاح ہو چکا تھا تو ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پنڈلی سے کپڑا ہٹانے پر یہ کیوں کہا کہ اگر آپ امیر المؤمنین نہ ہوتے تو میں آپ کی آنکھ پر تھپڑ مارتی۔

جواب:

ام کلثوم رضی اللہ عنہا چھوٹی بچی تھی۔ انہیں نکاح کا علم نہیں تھا۔ اس لیے انہوں نے منع کر دیا اور غیرتِ ایمانی میں یہ جملے کہے۔

اعتراض نمبر 15

عمر رضی اللہ عنہ کئی مسائل کا علم نہیں رکھتے تھے

امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر القرطبی المالکی رحمہ اللہ (ت 463ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ أَحْمَدُ ابْنُ زُهَيْرٍ: حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ، حَدَّثَنَا مُؤَمَّلُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، قَالَ: كَانَ عُمَرُ يَتَعَوَّذُ بِاللهِ مِنْ مُعْضِلَةٍ لَيْسَ فِيهَا أَبُو حَسَنٍ وَقَالَ فِي الْمَجْنُونَةِ الَّتِي أَمَرَ بِرَجْمِهَا وَفِي الَّتِي وَضَعَتْ لِسِتَّةِ أَشْهُرٍ، فَأَرَادَ عُمَرُ رَجْمَهَا فَقَالَ لَهُ عَلِيٌّ: إِنَّ اللهَ تَعَالَى يَقُولُ: ﴿وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا﴾ ... وَقَالَ لَهُ: إِنَّ اللهَ رَفَعَ الْقَلَمَ عَنِ الْمَجْنُونِ ... الحديث، فَكَانَ عُمَرُ يَقُولُ: لَوْ لَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ.

الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ص339 تحت ترجمة علي بن أبي طالب

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس بات سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے کہ کوئی ایسی پیچیدہ (فقہی) مقدمہ میرے سامنے آجائے جس کا (حل بتانے والا) ابو الحسن (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) موجود نہ ہو، اور یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُس مجنون عورت کے بارے میں کہی تھی جس کے بارے میں انہوں نے سنگسار کرنے کا حکم دے دیا تھا اور اُس عورت کے بارے میں بھی کہ جو چھ ماہ بعد بچہ لے آئی تھی۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بھی رجم کرنے کا ارادہ کیا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "اور اس کا حمل اور دودھ چھڑانا ملا کر تیس مہینے ہے"۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی کہا: "اللہ نے مجنون سے قلم اٹھالیا ہے" (یعنی وہ شریعت کے مکلف نہیں، یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر فرمایا کرتے تھے: "اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔"

اعتراض:

اس حدیث کی بنیاد پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہیں بہت سے شرعی مسائل کا علم نہیں تھا اور وہ کئی مسائل میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے محتاج تھے۔ اسی وجہ سے وہ خود کہتے تھے کہ اگر

علی نہ ہوتے تو میں (عمر رضی اللہ عنہ) ہلاک ہو جاتا۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بڑے عالم تھے۔

جواب:

اس اعتراض کی بنیاد دو باتوں پر ہے:

[1]: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک مسئلہ کا استحضار نہ ہونا

[2]: "لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ" کہنے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بڑا عالم ہونا۔

ذیل میں ہم دونوں کی وضاحت پیش کرتے ہیں:

[1]: کسی مسئلہ کا استحضار نہ ہونا

مخلوق میں سے کسی کا بھی علم اس طور پر کامل نہیں ہے کہ اس کو ہر وقت میں تمام جزئیات وکلیات کا علم ہو اور کسی موقع پر کوئی مسئلہ بھی اس سے علم سے باہر نہ ہو۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی کسی موقع پر کسی مسئلہ کا استحضار نہ ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ عالم نہیں تھے یا ان کا علم انتہائی درجے کا ناقص تھا (معاذ اللہ)۔ جس طرح سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی بعض مواقع پر بعض مسائل کا استحضار نہ رہا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض نہیں ہوتا۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بھی اعتراض نہیں ہوتا۔

ذیل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عدمِ استحضار پر دو واقعات پیش کیے جاتے ہیں:

1: امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدَةَ الضَّبِّيُّ الْبَصْرِيُّ ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ ، حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، أَنَّ عَلِيًّا حَرَّقَ قَوْمًا ارْتَدُّوا عَنِ الْإِسْلَامِ ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ ابْنَ عَبَّاسٍ ، فَقَالَ: لَوْ كُنْتُ أَنَا لَقَتَلْتُهُمْ ، لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوْهُ" ، وَلَمْ أَكُنْ لِأُحَرِّقَهُمْ ، لِقَوْلِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تُعَذِّبُوا بِعَذَابِ اللهِ" ، فَبَلَغَ ذٰلِكَ عَلِيًّا ، فَقَالَ: صَدَقَ ابْنُ عَبَّاسٍ ، قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى: هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ حَسَنٌ .

سنن الترمذی: رقم الحدیث 1458

ترجمہ: حضرت عکرمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو جو اسلام سے مرتد ہو گئے تھے، زندہ جلا دیا۔ جب حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے کہا: اگر (علی رضی اللہ عنہ کی جگہ) میں ہوتا تو میں انہیں (جلانے کے بجائے) قتل کر دیتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "جو شخص اپنے دین (اسلام) کو بدل ڈالے اسے قتل کر دو"، اور میں انہیں نہ جلاتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "اللہ کے عذاب خاص (جو آگ ہے) جیسا عذاب تم لوگ نہ دو۔ پھر اس بات کی خبر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو انہوں نے فرمایا: ابن عباس رضی اللہ عنہما نے سچ کہا۔

2: امام ابو عمر یوسف بن عبد اللہ ابن عبد البر القرطبی المالکی رحمہ اللہ (ت 463ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ قَالَ: سَأَلَ رَجُلٌ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ مَسْأَلَةٍ، فَقَالَ فِيهَا، فَقَالَ الرَّجُلُ: لَيْسَ كَذٰلِكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ: وَلٰكِنْ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: "أَصَبْتَ وَأَخْطَأْتُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ".

جامع بیان العلم وفضلہ: الرقم 865

ترجمہ: محمد بن کعب القرظی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب دیا۔ (وہاں موجود) ایک اور آدمی نے کہا: مسئلہ اس طرح نہیں بلکہ مسئلہ اس طرح ہے۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (اعتراف کرتے ہوئے) فرمایا: آپ نے درست کہا اور مجھ سے (مسئلہ بیان کرنے میں) خطا ہوئی ہے اور ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا ہوا کرتا ہے۔

[2]: "لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ" کہنے سے علی رضی اللہ عنہ کی عمر رضی اللہ عنہ پر فضیلت ثابت ہوتی ہے:

"لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ" کہنے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر افضلیت ثابت نہیں ہوتی، اس طرح کا جملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی فرمایا تھا:

لَوْلَا مُعَاذٌ لَهَلَكَ عُمَرُ.

تو کیا حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر افضلیت ثابت ہو جائے گی؟ ہر گز نہیں۔

ذیل میں روایت پیش کی جاتی ہے:

امام ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیہقی رحمہ اللہ (ت 458ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي سُفْيَانَ، حَدَّثَنِي أَشْيَاخٌ مِنَّا قَالُوْا: جَاءَ رَجُلٌ إِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! إِنِّي غِبْتُ عَنِ امْرَأَتِي سَنَتَيْنِ فَجِئْتُ وَهِيَ حُبْلٰى فَشَاوَرَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نَاسًا فِي رَجْمِهَا فَقَالَ مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! إِنْ كَانَ لَكَ عَلَيْهَا سَبِيْلٌ فَلَيْسَ لَكَ عَلٰى مَا فِي بَطْنِهَا سَبِيْلٌ، فَاتْرُكْهَا حَتّٰى تَضَعَ فَتَرَكَهَا فَوَلَدَتْ غُلَامًا قَدْ خَرَجَتْ ثَنَايَاهُ فَعَرَفَ الرَّجُلُ الشَّبَهَ فِيْهِ فَقَالَ: ابْنِي وَرَبِّ الْكَعْبَةِ. فَقَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: عَجَزَتِ النِّسَاءُ أَنْ يَلِدْنَ مِثْلَ مُعَاذٍ لَوْلَا مُعَاذٌ لَهَلَكَ عُمَرُ.

السنن الکبریٰ للبیہقی: ج7 ص443 رقم الحدیث 15966

ترجمہ: حضرت ابو سفیان کہتے ہیں کہ مجھے میرے مشائخ نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا: اے امیر المؤمنین! میں اپنی اہلیہ سے دو سال غائب رہا ہوں اور جب واپس آیا ہوں تو وہ حاملہ ہے (اس وجہ سے میری اہلیہ شرعی سزا کی مستحق قرار پاتی ہے)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کے رجم کے بارے میں مشورہ کیا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: امیر المؤمنین! آپ کو عورت کے رجم کرنے کا تو حق ہے لیکن اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس پر آپ کو اختیار حاصل نہیں، وہ بے گناہ ہے۔ لہٰذا اس حکم کو بچے کی ولادت تک مؤخر کر دیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بچے کی ولادت تک مؤخر کر دیا۔ پھر اس خاتون نے ایک بچے کو جنم دیا جس کے سامنے کے دانت نکل چکے تھے (یعنی وہ بچہ کچھ بڑا ہو چکا تھا)۔ اس شخص نے اس بچے میں اپنی مشابہت پائی اور کہنے لگا: رب کعبہ کی قسم! یہ بچہ میرا ہی ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عورتیں اب معاذ بن جبل جیسا شخص پیدا کرنے سے عاجز ہو چکی ہیں، اگر معاذ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

اعتراض نمبر 16

عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا میراث نامہ پھاڑ دیا

امام ابو الفرج علی بن ابراہیم بن احمد الحلبی رحمہ اللہ (ت 1044ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

وَفِي كَلَامِ سِبْطِ ابْنِ الْجَوْزِيِّ رَحِمَهُ اللهُ أَنَّهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ كَتَبَ لَهَا بِفَدَكٍ، وَدَخَلَ عَلَيْهِ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ: مَا هٰذَا. فَقَالَ: كِتَابٌ كَتَبْتُهُ لِفَاطِمَةَ بِمِيْرَاثِهَا مِنْ أَبِيْهَا فَقَالَ: مِمَّاذَا تُنْفِقُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَقَدْ حَارَبَتْكَ الْعَرَبُ كَمَا تَرٰى، ثُمَّ أَخَذَ عُمَرُ الْكِتَابَ فَشَقَّهُ.

السیرة الحلبية: باب یذکر فی مدت مرضه

ترجمہ: سبط ابن جوزی رحمہ اللہ کے کلام میں ہے کہ (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نام پر فدک لکھ کر دے دی، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا: یہ کس چیز کی سند ہے؟ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ (میراث نامہ کی) سند ہے جسے میں نے لکھا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے والد گرامی (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے میراث وصول کرے گی۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر آپ کس مال سے مسلمانوں پر خرچ کریں گے؟ اور آپ دیکھ بھی رہے ہیں کہ عرب؛ آپ سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (میراث نامہ کی) سند لے لی اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

اعتراض:

اس روایت کی بنیاد پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے میراث نامہ کی سند کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

جواب نمبر 1:

علامہ حلبی رحمہ اللہ نے یہ "سبط ابن جوزی" کا کلام نقل کیا ہے اور سبط ابن جوزی رافضیت کی طرف مائل تھے اور موضوع اور من گھڑت روایت نقل کر رہے ہیں:

علامہ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی رحمہ اللہ (ت 748ھ) لکھتے ہیں:

يُوسُفُ بْنُ قِزْغْلِي الْوَاعِظُ الْمُؤَرِّخُ شَمْسُ الدِّيْنِ ، أَبُو الْمُظَفَّرِ ، سِبْطُ ابْنِ الْجَوْزِيِّ.

رَوٰى عَنْ جَدِّهٖ وَطَائِفَةٍ، وَأَلَّفَ كِتَابَ "مِرْاٰةِ الزَّمَانِ" فَتَرَاهُ يَأْتِيْ فِيْهِ بِمَنَاكِيْرِ الْحِكَايَاتِ، وَمَا أَظُنُّهٗ بِثِقَةٍ فِيْمَا يَنْقُلُهٗ، بَلْ يَجْنِفُ وَيُجَازِفُ، ثُمَّ إِنَّهٗ تَرْفَضَ وَلَهٗ مُؤَلَّفٌ فِيْ ذٰلِكَ نَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَافِيَةَ مَاتَ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَّخَمْسِيْنَ وَسِتِّمِائَةٍ بِدِمَشْقَ.

قَالَ الشَّيْخُ مُحْيِى الدِّيْنِ السُّوْسِيُّ: لَمَّا بَلَغَ جَدِّيْ مَوْتُ سَبْطِ ابْنِ الْجَوْزِيِّ قَالَ: لَا رَحِمَهُ اللّٰهُ، كَانَ رَافِضِيًّا.

میزان الاعتدال: رقم الترجمۃ 9880

ترجمہ: ابو المظفر یوسف بن قزغلی؛ واعظ اور مؤرخ ہیں۔ شمس الدین لقب ہے۔ ابن الجوزی کے پوتے ہیں۔ انہوں نے اپنے دادا سے اور ایک اور جماعت سے روایات نقل کی ہیں۔ "مراۃ الزمان" نام کی ایک کتاب بھی لکھی ہے اور آپ دیکھیں گے اس کتاب میں یہ منکر حکایات نقل کرتا ہے اور جو چیزیں قابل اعتبار نہیں ہیں ان کو بھی نقل کر دیتا ہے بلکہ حق سے ہٹی ہوئی باتیں اور خلافِ اصول باتیں لکھتا ہے۔ مزید یہ کہ اس میں رفض پایا جاتا ہے اور اس (رفض کے حوالے سے) ان کی ایک تالیف بھی ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔ اس کی وفات دمشق میں سن 456 ہجری میں ہوئی ہے۔ شیخ محی الدین سوسی رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب میرے دادا کو ابن جوزی کے پوتے (ابو المظفر یوسف بن قزغلی) کی وفات کی خبر ملی تو یہ کہتے ہوئے بد دعا دی: اللہ اس پر رحم نہ کرے۔ اس لیے کہ وہ رافضی تھا۔

جواب نمبر 2:

اھل السنۃ والجماعۃ کا موقف یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی وفات کے بعد ان کے مال متروکہ میں میراث جاری نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہ ہی میراث دی اور نہ ہی کوئی میراث نامہ لکھ کر دیا، جب میراث نامہ لکھ کر ہی نہیں دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ٹکڑے ٹکڑے کیسے کر دیا؟ وراثت جاری نہ ہونے پر چند دلائل پیشِ خدمت ہیں:

[1]:　امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت:256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ وَالْعَبَّاسَ أَتَيَا أَبَا بَكْرٍ يَلْتَمِسَانِ مِيرَاثَهُمَا أَرْضَهُ مِنْ فَدَكٍ وَسَهْمَهُ مِنْ خَيْبَرَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ فِي هٰذَا الْمَالِ وَاللهِ لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 4035

ترجمہ:　حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے، فدک کی آمدنی اور خیبر کے خمس کی میراث کا مطالبہ کیا۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ ہم انبیاء کرام کی وراثت جاری نہیں ہوتی، ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل مالی کفالت کے بارے میں فرمایا: مذکورہ بالا اَموال میں سے آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً کھاتے پیتے رہیں گے اور اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت مجھے اپنی قرابت سے زیادہ محبوب ہے۔

[2]:　امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ أَزْوَاجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرَدْنَ أَنْ يَبْعَثْنَ عُثْمَانَ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ يَسْأَلْنَهُ مِيرَاثَهُنَّ. فَقَالَتْ عَائِشَةُ: أَلَيْسَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ.

صحیح البخاری، رقم الحدیث 6730

ترجمہ:　حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپ کی بیویوں نے ارادہ کیا کہ اپنی میراث طلب کرنے کے لیے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجیں۔ پھر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں یاد دلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہماری وراثت تقسیم نہیں ہوتی، ہم جو کچھ چھوڑ کر جائیں وہ سب صدقہ ہوتا ہے۔

اعتراض نمبر 17

عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی وفات کا انکار کیا

امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، قَالَ: أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ وَأَبُو بَكْرٍ بِالسُّنْحِ، قَالَ إِسْمَاعِيلُ: تَعْنِي بِالْعَالِيَةِ، فَقَامَ عُمَرُ، يَقُولُ: وَاللهِ مَا مَاتَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَتْ: وَقَالَ عُمَرُ: وَاللهِ مَا كَانَ يَقَعُ فِي نَفْسِي إِلَّا ذَاكَ وَلَيَبْعَثَنَّهُ اللهُ فَلَيُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَ رِجَالٍ وَأَرْجُلَهُمْ فَجَاءَ أَبُو بَكْرٍ فَكَشَفَ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَبَّلَهُ، قَالَ: بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي طِبْتَ حَيًّا وَمَيِّتًا، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُذِيقُكَ اللهُ الْمَوْتَتَيْنِ أَبَدًا ثُمَّ خَرَجَ، فَقَالَ: "أَيُّهَا الْحَالِفُ عَلَى رِسْلِكَ"، فَلَمَّا تَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ جَلَسَ عُمَرُ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 3667

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت بیان کرتی ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت مقام "سنح" میں تھے۔ اسماعیل نے کہا: یعنی عوالی کے ایک گاؤں میں۔ آپ کی (وفات کی) خبر سن کر عمر رضی اللہ عنہ اٹھ کر یہ کہنے لگے: اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: اللہ کی قسم! میرے دل میں اس وقت یہ خیال آتا تھا اور یہی میں کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور اس بیماری سے صحت یاب کر کے اٹھائے گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیں گے (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی بات کر رہے ہیں)۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور اندر جا کر آپ کی میت مبارک سے کپڑا اٹھایا اور بوسہ دیا اور کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ زندگی میں بھی پاکیزہ تھے اور وفات کے بعد بھی پاکیزہ ہیں اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں طاری نہیں کرے گا۔ (یعنی

جو ایک موت آنی تھی وہ آچکی، اب دوبارہ قبر میں آپ کو کبھی موت نہیں آئے گی بلکہ حیات ہی حیات حاصل رہے گی)

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ باہر آئے اور عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: اے قسم کھانے والے! ذرا غور کیجیے۔ پھر جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گفتگو شروع کی (نبوت کی دنیوی موت پر آیت پیش کی) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ (خاموش ہو کر) بیٹھ گئے۔

اعتراض:

اس حدیث کی بنیاد پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی وفات پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کا انکار کیا ہے اور نبی کے دنیاوی موت کا انکار کرنا قرآن کریم کی نص کا انکار کرنا ہے کیونکہ قران کریم میں ہے:

﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾

سورۃ الزمر:30

جواب:

یہاں دو امور ملاحظہ فرمائیں کہ:

1: نیند اور موت میں کیا فرق ہے؟

2: نبی اور امتی کی نیند میں فرق کیا ہے؟

ہر ایک کی تفصیل یہ ہے:

[1]: نیند اور موت آپس میں بہنیں (مشابہ) ہیں۔

♦ ﴿قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا﴾

سورۃ یٰسین:52

ترجمہ: وہ کہیں گے کہ ہمیں ہماری خواب گاہ سے کس نے بیدار کر دیا؟

♦ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ الترمذی رحمہ اللہ (ت 279ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا قُبِرَ الْمَيِّتُ أَوْ قَالَ أَحَدُكُمْ أَتَاهُ مَلَكَانِ أَسْوَدَانِ أَزْرَقَانِ يُقَالُ لِأَحَدِهِمَا الْمُنْكَرُ وَالْآخَرُ النَّكِيْرُ فَيَقُوْلَانِ: مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ؟ فَيَقُوْلُ مَا كَانَ يَقُوْلُ: هُوَ عَبْدُ اللهِ وَرَسُوْلُهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ. فَيَقُوْلَانِ: قَدْ كُنَّا نَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُوْلُ هٰذَا. ثُمَّ يُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فِي سَبْعِيْنَ ثُمَّ يُنَوَّرُ لَهُ فِيْهِ ثُمَّ يُقَالُ لَهُ: نَمْ. فَيَقُوْلُ: أَرْجِعُ إِلٰى أَهْلِي فَأُخْبِرُهُمْ؟ فَيَقُوْلَانِ: نَمْ كَنَوْمَةِ الْعَرُوْسِ الَّذِي لَا يُوقِظُهُ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ.

سنن الترمذی: رقم الحدیث 1071

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی شخص کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کے پاس سیاہ رنگ کے دو فرشتے آتے ہیں جن کی آنکھیں نیلے رنگ کی ہوتی ہیں۔ ایک کو "منکر" اور دوسرے کو "نکیر" کہتے ہیں۔ وہ اس شخص سے پوچھتے ہیں کہ تم اس شخصیت (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ بندہ جواب دیتا ہے کہ یہ تو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ فرشتے کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم تھا کہ تم یہی بات کہو گے۔ پھر اس کی قبر ستر ہاتھ طول وعرض میں کشادہ کر دی جاتی ہے اور اس کو روشن کر دیا جاتا ہے۔ پھر فرشتے اسے کہتے ہیں: سو جا! وہ شخص پوچھتا ہے کہ کیا میں گھر جا کر اپنے ان حالات کی خبر اپنے گھر والوں کو نہ دوں؟ تو فرشتے کہتے ہیں: سو جا جیسے پہلی رات کی دلہن سوتی ہے جسے گھر والوں میں سے اس کا محبوب (یعنی خاوند) ہی بیدار کرتا ہے۔

[2]: پیغمبر پر جب نیند آتی ہے تو آنکھ پر آتی ہے لیکن دل جاگ رہا ہوتا ہے جبکہ امتی پر جب نیند آتی ہے تو آنکھ بھی سو جاتی ہے اور دل بھی سو جاتا ہے۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ: بِتُّ عِنْدَ خَالَتِي مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا لَيْلَةً فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا كَانَ فِي بَعْضِ اللَّيْلِ قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ

مِنْ شَنٍّ مُعَلَّقٍ وُضُوءًا خَفِيفًا يُخَفِّفُهُ عَمْرٌو وَيُقَلِّلُهُ وَقَامَ يُصَلِّي فَتَوَضَّأْتُ نَحْوًا مِمَّا تَوَضَّأَ ثُمَّ جِئْتُ فَقُمْتُ عَنْ يَسَارِهِ.... فَحَوَّلَنِي فَجَعَلَنِي عَنْ يَمِينِهِ ثُمَّ صَلَّى مَا شَاءَ اللهُ ثُمَّ اضْطَجَعَ فَنَامَ حَتَّى نَفَخَ ثُمَّ أَتَاهُ الْمُنَادِي فَآذَنَهُ بِالصَّلَاةِ فَقَامَ مَعَهُ إِلَى الصَّلَاةِ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ. قُلْنَا لِعَمْرٍو: إِنَّ نَاسًا يَقُوْلُوْنَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَنَامُ عَيْنُهُ وَلَا يَنَامُ قَلْبُهُ. قَالَ عَمْرٌو: سَمِعْتُ عُبَيْدَ بْنَ عُمَيْرٍ يَقُوْلُ: رُؤْيَا الْأَنْبِيَاءِ وَحْيٌ ثُمَّ قَرَأَ: ﴿إِنِّيْ أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّيْ أَذْبَحُكَ﴾.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 138

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر رات گزاری، جب تھوڑی رات باقی رہ گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور ایک لٹکے ہوئے مشکیزے سے ہلکا سا وضو فرمایا۔ راویِ حدیث عمرو اس وضو کا ہلکا پن اور مختصر ہونا بیان کرتے تھے [یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعضائے وضو دھوتے وقت بہت کم پانی استعمال فرمایا]۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے لگے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح وضو کیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑ کر اپنی دائیں جانب پھیر لیا۔ پھر جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سونے کے لئے لیٹ گئے یہاں تک کہ خراٹوں کی آواز آنے لگی۔ پھر آپ کی خدمت میں مؤذن حاضر ہوا اور اس نے آپ کو نماز کی اطلاع دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن کے ساتھ نماز کے لیے تشریف لے گئے۔ اور آپ نے وضو فرمائے بغیر نماز ادا فرمائی۔ اس حدیث کے راوی سفیان (بن عیینہ) کہتے ہیں کہ ہم نے عمرو (بن دینار) رحمہ اللہ سے پوچھا: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتی تھیں، دل نہیں سوتا تھا۔ عمرو (بن دینار) نے جواب دیا: میں نے عبید بن عمیر (بن قتادہ اللیثی المکی التابعی رحمہ اللہ) سے سنا، وہ فرماتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ (اپنے اس موقف پر عبید بن عمیر رحمہ اللہ نے قرآن کریم کی آیت سے استدلال کیا) پھر یہ آیت پڑھی: ﴿إِنِّيْ أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّيْ أَذْبَحُكَ﴾ "[حضرت ابراہیم علیہم السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا:] میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں۔" [عبید بن عمیر رحمہ اللہ کا استدلال یہ ہے کہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے خواب کو وحی سمجھا تبھی تو ابھی بیٹے کو ذبح کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ وحی کا نزول دل پر ہوتا ہے۔ ثابت ہوا کہ نیند کی حالت میں انبیاء علیہم السلام کے دل نہیں سوتے بلکہ صرف آنکھ سوتی ہے۔]

اب جَواب سمجھیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نگاہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر تھی تو انہوں نے فرمایا کہ موت نہیں آئی اور عام صحابہ رضی اللہ عنہم کی نگاہ آنکھ پر تھی اس لیے انہوں نے کہا کہ موت آگئی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب تشریف لائے تو ان کی نگاہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ پر بھی تھی اور دل پر بھی تھی۔ تو انہوں نے مسئلہ کی وضاحت کر دی کہ نبی کی موت اتنی ہی ہوتی ہے جتنی نبی کی نیند ہوتی ہے۔ اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مسئلہ سمجھ میں آگیا۔

تو یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی موت کا انکار ہر گز نہیں تھا۔

اعتراض نمبر 18

عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازے میں شرکت نہیں کی

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (ت 256ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَام بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...فَلَمَّا تُوُفِّيَتْ دَفَنَهَا زَوْجُهَا عَلِيٌّ لَيْلًا وَلَمْ يُؤْذِنْ بِهَا أَبَا بَكْرٍ وَصَلَّى عَلَيْهَا.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 4240

ترجمہ: حضرت عروہ رحمہ اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ... کی جب وفات ہوئی تو ان کے خاوند حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے انہیں رات میں دفن کر دیا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع نہیں دی اور ان کی نماز جنازہ پڑھ لی۔

اعتراض:

اس روایت کی بنیاد پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کی خبر حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو نہ دی، وہ دونوں جنازے میں شریک نہ ہوئے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کی آپس میں کوئی رنجش تھی۔

جواب:

اس اعتراض کی دو بنیادیں ہیں:

1: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی خبر نہیں دی تھی۔

2: حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جنازہ میں شرکت نہیں کی تھی۔

اعتراض کی یہ دونوں بنیادیں درست نہیں ہیں۔ ہر ایک کی وضاحت یہ ہے:

[1]: اطلاع نہ دینے کی وجہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اطلاع نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یقین تھا کہ اس سانحہ کی اطلاع حضرت ابو بکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہما کو ہوگئی ہوگی۔ اس پر قرینہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا؛ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری میں شریک تھیں۔ ظاہر ہے کہ جب وفات ہوئی تو بیوی کے ذریعے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اطلاع یقیناً مل چکی ہو گی۔

شارح بخاری حافظ ابو الفضل احمد بن علی ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمہ اللہ (ت852ھ) لکھتے ہیں:

وَلَعَلَّهُ لَمْ يُعْلِمْ أَبَا بَكْرٍ بِمَوْتِهَا لِأَنَّهُ ظَنَّ أَنَّ ذٰلِكَ لَا يَخْفٰى عَنْهُ ، وَلَيْسَ فِي الْخَبَرِ مَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ أَبَا بَكْر لَمْ يَعْلَمْ بِمَوْتِهَا وَلَا صَلّٰى عَلَيْهَا.

فتح الباری شرح صحیح البخاری: باب غزوۃ خیبر

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کی خبر اس لیے نہیں پہنچائی کہ شاید وہ یقین کرتے تھے کہ یہ سانحہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مخفی نہیں رہے گا، اور اس روایت میں ایسی کوئی چیز نہیں جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہو کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا علم ہی نہ ہوا تھا اور آپ نے ان کا جنازہ ہی نہ پڑھا ہو۔

[2]: جنازے میں شرکت

رہی یہ بات کہ ان دو حضرات نے جنازے میں شرکت نہیں کی تو یہ بہتان ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں حضرات نے شرکت کی ہے بلکہ (ایک روایت کے مطابق) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تو جنازہ پڑھایا ہے۔ اس پر حوالہ جات درج ذیل ہیں:

1: امام ابو العباس، احمد بن عبد اللہ بن محمد محب الدین الطبری رحمہ اللہ (ت694ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مَالِكٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ قَالَ: مَاتَتْ فَاطِمَةُ بَيْنَ

الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ فَحَضَرَهَا أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَالزُّبَيْرُ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ .

الرياض النضرة في مناقب العشرة: ذكر اختصاصاته بالصلاة إماماً على فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم

ترجمہ: حضرت علی بن حسین سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات مغرب و عشاء کے درمیان ہوئی تو حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین جنازہ کے لیے آئے۔

2: علاء الدین علی بن حسام الدین ابن قاضی خان الھندی رحمہ اللہ (ت 975ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: مَاتَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ أَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ لِيُصَلُّوْا فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ: تَقَدَّمْ! فَقَالَ: مَا كُنْتُ لِأَتَقَدَّمَ وَأَنْتَ خَلِيْفَةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . فَتَقَدَّمَ أَبُو بَكْرٍ فَصَلّٰى عَلَيْهَا.

کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال: رقم الحدیث 35677

ترجمہ: امام جعفر بن محمد رحمہ اللہ اپنے والد (حضرت محمد باقر رحمہ اللہ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی، تو حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما جنازہ پڑھنے آئے، تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: آگے بڑھیں اور جنازہ پڑھائیں، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں آگے نہیں بڑھوں گا اس لیے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں، تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور جنازہ پڑھایا۔

اعتراض نمبر 19

عمر رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دشمنِ خدا کہا

امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الھاشمی رحمہ اللہ (ت230ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

قَالَ: أَخْبَرَنَا هَوْذَةُ بْنُ خَلِيفَةَ، وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ، وَيَحْيَى بْنُ خُلَيْفِ بْنِ عُقْبَةَ، وَبَكَّارُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي عُمَرُ: يَا عَدُوَّ اللهِ وَعَدُوَّ كِتَابِهِ! أَسَرَقْتَ مَالَ اللهِ؟

الطبقات الکبری: ج4ص335 تحت ترجمۃ ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے دشمن اور اللہ کی کتاب کے دشمن! کیا تو نے اللہ کا مال چوری کیا ہے؟ (یعنی بیت المال میں خیانت کی ہے؟)

اعتراض:

اس روایت کی بنیاد پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو انتہائی سخت جملے کہے اور کہا: اے اللہ اور اس کی کتاب کے دشمن!

جواب:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بحرین کا گورنر بنا کر بھیجا۔ جب یہ واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس 10 ہزار دراہم دیکھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خدشہ ہوا کہ نہ جانے یہ دراہم کہاں سے آئے؟ تو اس اندیشہ کی تحقیق و تفتیش کے لیے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو کہا:

اے دشمنِ خدا! کیا تو نے بیت المال میں خیانت کی ہے؟

تو ظاہر ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاکم تھے اور حاکم کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ماتحتوں کی اصلاح کرے اور ظاہری نظر میں جو چیز اس کو غلط نظر آئے اس پر ڈانٹے اور اس پر گرفت کرے اور تحقیق کرتے ہوئے طبعی طور پر سخت جملے زبان سے نکل جائیں تو اس پر کون سا اشکال ہے؟

امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الھاشمی رحمہ اللہ (ت 230ھ) مکمل واقعہ یوں نقل کرتے ہیں:

قَالَ: أَخْبَرَنَا هَوْذَةُ بْنُ خَلِيفَةَ، وَعَبْدُ الْوَهَّابِ بْنُ عَطَاءٍ، وَيَحْيَى بْنُ خُلَيْفِ بْنِ عُقْبَةَ، وَبَكَّارُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالُوا: حَدَّثَنَا ابْنُ عَوْنٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ لِي عُمَرُ: يَا عَدُوَّ اللهِ وَعَدُوَّ كِتَابِهِ! أَسَرَقْتَ مَالَ اللهِ؟، قَالَ: فَقُلْتُ: مَا أَنَا بِعَدُوِّ اللهِ، وَلَا عَدُوِّ كِتَابِهِ، وَلٰكِنِّي عَدُوُّ مَنْ عَادَاهُمَا، وَلَا سَرَقْتُ مَالَ اللهِ. قَالَ: فَمِنْ أَيْنَ اجْتَمَعَتْ لَكَ عَشَرَةُ آلَافٍ؟، قَالَ: قُلْتُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! خَيْلِي تَنَاسَلَتْ وَسِهَامِي تَلَاحَقَتْ، وَعَطَائِي تَلَاحَقَ. قَالَ: فَأَمَرَ بِهَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فَقُبِضَتْ. قَالَ: فَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَقُولُ: اغْفِرْ لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ.

الطبقات الکبریٰ: ج4 ص335 تحت ترجمۃ ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے دشمن اور اللہ کی کتاب کے دشمن! کیا تو نے اللہ کا مال چوری کیا ہے؟ (یعنی بیت المال میں خیانت کی ہے؟) تو کہتے ہیں: میں نے کہا: میں اللہ اور اس کے رسول کا دشمن نہیں بلکہ ان کے دشمنوں کا دشمن ہوں اور (جہاں تک کمائی کا معاملہ ہے) تو میں نے اللہ کے مال میں چوری نہیں کی (بیت المال میں خیانت نہیں کی ہے) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر یہ 10 ہزار درہم تو نے کہاں سے جمع کر لیے؟ تو میں نے کہا: اے امیر المؤمنین! میرے گھوڑوں میں افزائش نسل ہوئی اور میرے تیروں کی کمائی ہے اور کچھ ہدایا ہیں جو لوگوں نے مجھے دیے ہیں۔ کہتے ہیں: امیر المؤمنین کے حکم سے مجھ سے وہ رقم لے لی گئی (تاکہ تحقیق کریں کہ واقعۃً ایسا ہی ہے) پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے دعا مانگی: اے اللہ! امیر المؤمنین کی مغفرت فرما۔

فائدہ: تحقیق کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ عامل (نگران) بنا کر بھیجنا چاہا لیکن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عامل (نگران) بننے سے معذرت کر دی۔

اعتراض نمبر 20

عمر رضی اللہ عنہ؛ ابو عبیدہ اور سالم رضی اللہ عنہما کو عثمان و علی رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھتے تھے

امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر بن غالب الطبری رحمہ اللہ (ت 310ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ الْأَوْدِيِّ، أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ لَمَّا طُعِنَ قِيلَ لَهُ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! لَوِ اسْتَخْلَفْتَ! قَالَ: مَنْ أَسْتَخْلِفُ؟ لَوْ كَانَ أَبُو عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ حَيًّا اسْتَخْلَفْتُهُ، فَإِنْ سَأَلَنِي رَبِّي قُلْتُ: سَمِعْتُ نَبِيَّكَ يَقُولُ: إِنَّهُ أَمِينُ هٰذِهِ الأُمَّةِ، وَلَوْ كَانَ سَالِمٌ مَوْلَى أَبِي حُذَيْفَةَ حَيًّا اسْتَخْلَفْتُهُ، فَإِنْ سَأَلَنِي رَبِّي قُلْتُ: سَمِعْتُ نَبِيَّكَ يَقُولُ: إِنَّ سَالِمًا شَدِيدُ الْحُبِّ لِلّٰهِ.

تاریخ الطبری: ج4 ص227 قصۃ شوریٰ

ترجمہ: عمرو بن میمون الاودی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر خنجر کا وار ہوا تو آپ کے سامنے بعض لوگوں نے یہ رائے رکھی کہ امیر المؤمنین! (ہمیں زخم گہرا معلوم ہوتا ہے اس بات کا قوی امکان ہے کہ آپ شہید ہو سکتے ہیں، اس لیے) اگر آپ اپنے بعد کسی کو خلیفہ نامزد کر دیں تو بہت اچھا ہو گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کس کو خلیفہ بناؤں؟ اگر ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ آج زندہ ہوتے تو ان کو خلیفہ نامزد کر دیتا۔ اگر میرا رب اس بارے میں مجھ سے پوچھتا تو میں عرض کرتا کہ میں نے آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنا تھا کہ ابو عبیدہ اس امت کے امین ہیں۔ اسی طرح اگر ابو حذیفہ کے آزاد کردہ سالم زندہ ہوتے تو میں انہیں نامزد کر دیتا۔ اگر میرا رب مجھ سے پوچھتا تو میں عرض کرتا کہ میں نے آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنا تھا کہ سالم؛ اللہ سے بہت محبت کرنے والا ہے۔

اعتراض:

اھل السنۃ والجماعۃ کے ہاں اصحاب کی فضیلت؛ ترتیبِ خلافت کے مطابق ہے لیکن مذکورہ روایت سے ظاہری طور پر یہ معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس ترتیب کے بر خلاف حضرت ابو عبیدہ اور حضرت سالم رضی اللہ عنہما کو حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے افضل سمجھتے تھے۔

جواب:

اس حوالے سے تین امور سمجھنا بہت ضروری ہیں:

امرِ اوّل:

ترتیبِ افضلیت بنیاد ہے ترتیبِ خلافت کی۔ اس پر چند حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

1: امام ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی رحمہ اللہ (ت 321ھ) فرماتے ہیں:

وَنُثْبِتُ الْخِلَافَةَ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوَّلًا لِأَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيْقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ تَفْضِيْلًا لَهُ وَتَقْدِيْمًا عَلَى جَمِيْعِ الْأُمَّةِ ثُمَّ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ثُمَّ لِعُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ثُمَّ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ.

العقیدۃ الطحاویۃ

ترجمہ: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت مانتے ہیں کیونکہ آپ ہی پوری امت میں سب سے افضل اور مقدم ہیں۔ پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے لیے، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے، پھر حضرت علی ابن طالب رضی اللہ عنہ کے لیے مانتے ہیں۔

2: امام حسین بن مسعود البغوی رحمہ اللہ (ت 510ھ) فرماتے ہیں:

فَهٰؤُلَاءِ أَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِمْ، وَتَرْتِيْبُهُمْ فِي الْفَضْلِ، كَتَرْتِيْبِهِمْ فِي الْخِلَافَةِ، فَأَفْضَلُهُمْ أَبُوْ بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ عُثْمَانُ، ثُمَّ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ.

شرح السنۃ: باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ

ترجمہ: حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد تمام لوگوں سے افضل ہیں اور پھر ان چاروں میں افضلیت کی ترتیب خلافت کی ترتیب والی ہے یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں، ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔

3: حافظ ابوالفضل احمد بن علی المعروف ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (ت 852ھ) فرماتے ہیں:

اِنَّ تَرْتِيْبَهُمْ فِي الْفَضْلِ كَتَرْتِيْبِهِمْ فِي الْخِلَافَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ.

فتح الباری: باب قول النبي صلى الله عليه و سلم لو كنت متخذا خليلا

ترجمہ: خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں افضلیت کی ترتیب خلافت کی ترتیب والی ہے۔

امر ثانی:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ان دو حضرات (حضرت ابوعبیدہ بن جراح اور حضرت سالم رضی اللہ عنہما) کے بارے میں یہ فرمانا کہ اگر یہ آج زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ نامزد کر دیتا؛ اس میں ان حضرات کے علم، تقویٰ اور صلاحیت کو بیان کرنا مقصود ہے کہ ان میں وہ ساری صفات موجود تھیں جو خلیفہ میں ہو سکتی ہیں۔

امر ثالث:

خلیفہ راشد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کی بنیاد ترتیب افضلیت نہیں ہے) کو اگر سو فیصد تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اجتہادی رائے تھی۔

اور خلیفہ راشد کی اجتہادی رائے کے بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ اگر اسے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تسلیم کر لیں تو وہ "سنت" اور "اجماع" کا مقام حاصل کر لیتی ہے۔ اگر باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کے خلاف رائے دیں تو وہ ایک اجتہادی رائے ہی رہتی ہے۔ ایسی صورت میں فیصلہ جمہور (اکثر اربابِ فقہ واجتہاد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کی رائے کے مطابق کیا جاتا ہے۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ رحمہ اللہ (ت 273ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُوْلُ: إِنَّ أُمَّتِيْ لَا تَجْتَمِعُ عَلٰى ضَلَالَةٍ، فَإِذَا رَأَيْتُمُ اخْتِلَافًا فَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ.

سنن ابن ماجۃ: رقم الحدیث 3950

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت گمراہی پر اکٹھی نہیں ہو سکتی (یعنی اجماع نہیں کر سکتی کیونکہ اجماع معصوم ہوتا ہے) جب

اختلاف (برقرار) دیکھو تو جس طرف مسلمانوں کی اکثریت ہو اسی کو اپنے لیے ضروری سمجھو۔

فائدہ: سواد اعظم کا اولین مصداق جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

اس لیے اھل السنۃ والجماعۃ کا موقف اور نظریہ بالکل درست ہے کہ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما یہ دونوں حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور حضرت سالم رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

اعتراض نمبر 21

بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے پڑھایا

امام محمد ابن سعد ابن منیع البصری رحمہ اللہ (ت430ھ) لکھتے ہیں:

عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِيْ حَسَّانَ قَالَ: سَأَلَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ سَعِيْدَ بْنَ الْمُسَيِّبِ: مَنْ صَلَّى عَلَى عُمَرَ؟ قَالَ: صُهَيْبٌ. قَالَ: كَمْ كَبَّرَ عَلَيْهِ؟ قَالَ: أَرْبَعًا.

الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج3ص280 ذکر استخلاف عمر

ترجمہ: حضرت صالح بن ابی حسان رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ علی بن حسین نے سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے پوچھا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ کس نے پڑھایا؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ۔ علی بن حسین نے پوچھا کہ آپ کا جنازہ کتنی تکبیرات کے ساتھ ادا کیا گیا؟ جواب دیا کہ چار تکبیرات کے ساتھ۔

اعتراض:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم مثلاً حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہما موجود تھے۔ ان حضرات کی موجودگی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا جنازہ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے کیوں پڑھایا؟

جواب:

جنازہ پڑھانے کے لیے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ بڑی شخصیت پڑھائے بلکہ جو شخص مصلے کا امام ہو گا تو جنازہ پڑھانا بھی اسی کا حق ہو گا۔ چونکہ خلیفہ کے نامزد ہونے کے عمل کے دوران حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ ہی امامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے تھے اس لیے جنازہ پڑھانا بھی انہی کا حق تھا۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البغدادی رحمہ اللہ (ت230ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

لِيُصَلِّ لَكُمْ صُهَيْبٌ ثَلَاثًا.

الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ج3 ص262 ذکر استخلاف عمر رضی اللہ عنہ

ترجمہ: (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حکم فرمایا کہ) آپ کو تین دن تک نماز حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ پڑھائیں گے۔

اعتراض نمبر22

عمر رضی اللہ عنہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ نہیں باندھتے تھے

امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ العَبَسی الکوفی رحمہ اللہ (ت 235ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا وَكِيعٌ ، عَنْ مُوسَى بْنِ عُمَيْرٍ ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ: رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ يَمِينَهُ عَلَى شِمَالِهِ فِي الصَّلَاةِ تَحْتَ السُّرَّةِ.

مصنف ابن ابی شیبہ ج3 ص321، 322، وضع الیمین علی الشمال، رقم الحدیث 3959

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا۔

اعتراض:

روایتِ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے اور یہی اھل السنۃ والجماعۃ احناف کا موقف ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہ یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ نہیں باندھتے تھے (تو گویا وہ اس حدیث پر عمل نہیں کرتے تھے) اس لیے کہ جب آپ رضی اللہ عنہ پہ حملہ ہوا تو وار ناف پہ کیا گیا۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ نے ناف کے نیچے ہاتھ باندھے ہوتے تو آپ کے ہاتھ زخمی ہوتے نہ کہ ناف۔ اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے ناف کے نیچے ہاتھ نہیں باندھے تھے۔

جواب:

ابو لؤلؤ فیروز مجوسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہ ایک وار نہیں بلکہ کئی وار کئے۔ جن میں سے ایک وار آپ کے کندھے پہ کیا اور ایک وار آپ رضی اللہ عنہ کی پسلی میں کیا جبکہ ایک وار کسی اور جگہ پہ کیا۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم النیسابوری رحمہ اللہ (ت 405ھ) روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي رَافِعٍ قَالَ: " كَانَ أَبُو لُؤْلُؤَةَ لِلْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ .... فَلَمَّا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ تَكَلَّمَ عُمَرُ، وَقَالَ: أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ، ثُمَّ كَبَّرَ، فَلَمَّا كَبَّرَ وَجَأَهُ عَلَى كَتِفِهِ وَوَجَأَهُ عَلَى مَكَانٍ آخَرَ، وَوَجَأَهُ فِي خَاصِرَتِهِ

فَسَقَطَ عُمَرُ.

المستدرک علی الصحیحین لامام الحاکم: ج3 ص91 رقم الحدیث 4512 باب مقتل عمر علی الاختصار

ترجمہ: حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابو لؤلؤ فیروز مجوسی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام تھا..... (ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز فجر پڑھانے کے لئے تشریف لائے) جب نماز کھڑی ہونے لگی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: صفیں درست کرلو۔ اس کے بعد آپ نے تکبیر کہی۔ جونہی آپ نے تکبیر کہی تو ابو لؤلؤ فیروز مجوسی نے آپ کے کندھے پہ وار کیا، ایک وار جسم کے کسی اور حصہ پہ کیا اور ایک وار آپ کی پسلی میں کیا جس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ زمین پہ گر پڑے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے کندھے اور پسلی پہ وَار کیا گیا۔ جب وار کندھے اور پسلی پر ہوا تو شدتِ تکلیف سے ہاتھ جو نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھے ہوئے تھے کھل گئے۔ ممکن ہے اس کے بعد پھر وار ناف پر بھی کیا گیا ہو۔ لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قاتلانہ حملے والے واقعہ کو بنیاد بنا کر اھل السنۃ والجماعۃ احناف کے موقف "نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے" کو کمزور کرنے کی کوشش کرنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ کہنا کہ وہ اس پر عمل پیرا نہیں تھے محض دھوکہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

اعتراض نمبر 23

عمر رضی اللہ عنہ کی تاریخِ شہادت یکم محرم نہیں

امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر الطبری رحمہ اللہ (ت 310ھ) روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنِي سَلْمُ بْنُ جُنَادَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَبِي ثَابِتِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبِي، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ: ثُمَّ تُوُفِّيَ لَيْلَةَ الْأَرْبِعَاءِ لِثَلَاثِ لَيَالٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ.

تاریخ الطبری: ذکر الخبر عن وفاۃ عمر

ترجمہ: (امامِ طبری رحمہ اللہ حضرت عمر رضی اللہ کی تاریخ شہادت کے بارے میں مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں) مسور بن مخرمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ بدھ کی رات جبکہ ذی الحجہ میں تین دن باقی تھے سن 23 ہجری کو آپ رضی اللہ عنہ فوت (شہید) ہوئے۔

اعتراض:

اس روایت کی بنیاد پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت (اگر مہینہ 29 کا ہو تو) 26 یا (اگر مہینہ 30 کا ہو تو) 27 ذی الحجہ ہے، جبکہ اھل السنۃ والجماعۃ کے نزدیک مشہور تاریخ یکم محرم الحرام ہے۔ تو یکم محرم الحرام والا موقف اس روایت کے خلاف ہے۔

جواب نمبر 1:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت یکم محرم الحرام ہے۔ اس پر موٴرخین کی تصریحات پیش کی جاتی ہیں:

[1]: امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید بن کثیر الطبری رحمہ اللہ (ت 310ھ) اسی روایت کے بعد دوسرا قول نقل کرتے ہیں:

قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ: وَقَدْ قِيلَ إِنَّ وَفَاتَهُ كَانَتْ فِي غُرَّةِ الْمُحَرَّمِ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ.

قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ: طُعِنَ عُمَرُ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ بَقِينَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ، وَدُفِنَ يَوْمَ الْأَحَدِ صَبَاحَ هِلَالِ الْمُحَرَّمِ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ.

تاریخ الطبری: ذکر الخبر عن وفاۃ عمر

ترجمہ: ابوجعفر کہتے ہیں: یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کی وفات یکم محرم الحرام سن 24 ہجری میں ہوئی ہے۔
ابوبکر بن اسماعیل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ بدھ کے دن سن 23 ہجری ذی الحجہ کی چار راتیں باقی تھیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو زخم لگا اور اتوار کے دن سن 24 ہجری محرم کی پہلی تاریخ کو دفن کیے گئے۔

[2]: امام ابوالعرب محمد بن احمد بن تمیم التمیمی المغربی الافریقی رحمہ اللہ (ت 333ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ ابْنُ إِسْحَاقَ: وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: طُعِنَ عُمَرُ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ لِثَلَاثٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ ثُمَّ بَقِيَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ثُمَّ مَاتَ رَحِمَهُ اللهُ.

کتاب المحن: ج1 ص66

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: بدھ کے روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ ہوا جبکہ ابھی ذوالحجہ ختم ہونے میں تین دن باقی تھے۔ پھر آپ تین روز تک زندہ رہے۔ اس کے بعد (یکم محرم الحرام کو) آپ کا انتقال ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی آپ رحمتیں نازل ہوں۔

[3]: حافظ ابوالقاسم علی بن ابی محمد الحسن رحمہ اللہ المعروف ابن عساکر (ت 571ھ) لکھتے ہیں:

أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَعَزِّ قَرَاتَكِيْنُ بْنُ الْأَسْعَدِ، أَنَا أَبُو مُحَمَّدٍ الْجَوْهَرِيُّ، أَنَا أَبُو الْحَسَنِ بْنُ لُؤْلُؤٍ، أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ شَهْرِيَارٍ، نَا أَبُو حَفْصٍ الْفَلَّاسُ: قَالَ وَاسْتَخْلَفَ أَبُو بَكْرٍ عُمَرَ فَمَلَكَ عُمَرُ عَشَرَ سِنِيْنَ وَسِتَّةَ أَشْهُرٍ وَثَمَانِ لَيَالٍ طُعِنَ لِلَيَالٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ فَمَكَثَ ثَلَاثَ لَيَالٍ ثُمَّ مَاتَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَوْمَ السَّبْتِ لِغُرَّةِ الْمُحَرَّمِ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَعِشْرِيْنَ.

تاریخ دمشق: ج44 ص478 تحت عمر بن الخطاب بن نفیل

ترجمہ: ابوحفص الفلاس کہتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا تو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ دس سال، چھ ماہ اور آٹھ راتیں بطور خلیفہ کے رہے۔ ذی الحجہ کے چند دن باقی تھے کہ آپ پر حملہ ہوا اور اس کے بعد آپ تین دن تک زندہ رہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ یکم محرم سن 24 ہجری بروز ہفتہ کو فوت ہوئے۔

[4]: مشہور مؤرخ ابو الحسن عز الدین علی بن محمد بن عبد الکریم الشیبانی رحمہ اللہ المعروف ابن الاثیر الجزری (ت630ھ) فرماتے ہیں:

رَوٰی أَبُوْ بَكْرِ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ، عَنْ أَبِيْهِ، أَنَّهُ قَالَ: طُعِنَ عُمَرُ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ ، سَنَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِيْنَ، وَدُفِنَ يَوْمَ الْأَحَدِ صَبَاحَ هِلَالِ الْمُحَرَّمِ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَعِشْرِيْنَ ..... وَالْأَوَّلُ أَصَحُّ مَا قِيْلَ فِي عُمَرَ.

اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ: ج4 ص166

ترجمہ: حضرت سعد سے روایت ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب زخمی کیا گیا تو وہ دن بدھ کا دن تھا، اور ماہ ذو الحجہ سن 23 ہجری ختم ہونے میں تین دن باقی تھے، اور آپ کی تدفین اتوار کی صبح ہوئی اور اس دن محرم کا پہلا دن تھا ..... پہلا قول جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے متعلق کہا گیا ہے وہ زیادہ صحیح ہے (یعنی آپ کی تدفین یکم محرم کو ہوئی تھی)۔

[5]: حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن خطیب ابی حفص عمر بن کثیر دمشقی شافعی رحمہ اللہ (ت774ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ الْوَاقِدِيُّ رَحِمَهُ اللهُ: حَدَّثَنِيْ أَبُوْ بَكْرِ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: طُعِنَ عُمَرُ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِيْنَ، وَدُفِنَ يَوْمَ الْأَحَدِ صَبَاحَ هِلَالِ الْمُحَرَّمِ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَعِشْرِيْنَ.

وَطَعَنَهُ صَبِيْحَةَ الْأَرْبِعَاءَ لِأَرْبَعٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ..... وَمَاتَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بَعْدَ ثَلَاثٍ، وَدُفِنَ فِي يَوْمَ الْأَحَدِ مُسْتَهَلَّ الْمُحَرَّمِ مِنْ سَنَةِ أَرْبَعٍ وَعِشْرِيْنَ.

البدایۃ والنہایۃ: تحت خبر سلمۃ بن قیس

ترجمہ: واقدی کا بیان ہے کہ حضرت سعد سے روایت ہے: حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بدھ کے روز حملہ ہوا جب

کہ 23 ہجری کے ذی الحجہ کی چار راتیں باقی تھیں۔ آپ کی تدفین یکم محرم الحرام سن 24 ہجری بروز اتوار بوقت صبح ہوئی۔

بدھ کے دن 27 ذی الحجہ 23ھ کو آپ رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تھے۔ اس کے تین بعد آپ فوت ہوئے۔ یکم محرم سنہ 24ھ کو ہفتہ کے دن آپ مدفون ہوئے۔

فائدہ: ابن کثیر رحمہ اللہ کے مطابق آپ کی وفات یکم محرم کو بنتی ہے۔ اس لیے کہ 27 ذی الحجہ 23ھ کو آپ رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تھے۔ اور اس کے تین دن بعد آپ فوت ہوئے تو اگر مہینہ 29 کا ہو تو لامحالہ تاریخ وفات یکم محرم ہی بنتی ہے۔

جواب نمبر 2:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین یکم محرم الحرام کو ہوئی ہے۔ عموماً تاریخ تدفین کو یومِ وفات سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ چونکہ آپ رضی اللہ عنہ کی تدفین اکثر روایات کے مطابق یکم محرم الحرام کو عمل میں لائی گئی ہے تو اس اعتبار سے بھی آپ کا یوم شہادت یکم محرم الحرام ہی متعین ہوتا ہے۔ ذیل میں اس پر مؤرخین کی تصریحات پیش کی جاتی ہیں:

[1]: امام ابو عبد اللہ محمد ابن سعد ابن منیع البصری رحمہ اللہ (ت 430ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، قَالَ: طُعِنَ عُمَرُ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَعِشْرِينَ، وَدُفِنَ يَوْمَ الْأَحَدِ صَبَاحَ هِلَالِ الْمُحَرَّمِ سَنَةَ أَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ.

طبقات ابن سعد: رقم الروایۃ:4159، ذکر استخلاف عمر

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب زخمی کیا گیا تو وہ دن بدھ کا دن تھا، اور ماہ ذوالحجہ سن 23 ہجری ختم ہونے میں تین دن باقی تھے، اور آپ کی تدفین اتوار کی صبح ہوئی اور اس دن محرم کا پہلا دن تھا اور سن 24 ہجری تھا۔

[2]: علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی الشافعی رحمہ اللہ (ت 911ھ) لکھتے ہیں:

أُصِيبَ عُمَرُ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ لِأَرْبَعِ لَيَالٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ وَدُفِنَ يَوْمَ الْأَحَدِ مَسْتَهِلَّ

الْمُحَرَّمِ الْحَرَامِ وَلَهُ ثَلَاثٌ وَسِتُّوْنَ سَنَةً.

تاریخ الخلفاء: باب مقتله و وصيته

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ بدھ کے دن جب ذی الحجہ کے ختم ہونے میں چار راتیں باقی تھیں سن 23 ہجری کو شہید ہوئے اور ہفتہ کے دن یکم محرم الحرام کو دفن کئے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک 63 سال تھی۔

[3]: شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ (ت 1413ھ) لکھتے ہیں:

"26 ذی الحجہ 23 ہجری بروز چہار شنبہ مطابق 31 اکتوبر 644ء کو نماز فجر میں ابولؤلؤ مجوسی کے خنجر سے زخمی ہوئے، تین راتیں زخمی حالت پر زندہ رہے، 29 ذی الحجہ 3 نومبر کو وصال ہوا، یکم محرم 24 ہجری کو روضہ اطہر میں آسودہ خاک ہوئے، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

آپ کے مسائل اور ان کا حل: ج 1 ص 151

جواب نمبر 3:

اس جواب سے پہلے بطور تمہید کے سمجھ لیں:

چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تاریخ شہادت میں مختلف اقوال ملتے ہیں (جیسا کہ اعتراض میں امام طبری رحمہ اللہ کی عبارت پیش کی گئی ہے یا دیگر مؤرخین کی عبارات پیش کی جاتی ہیں) تو یاد رکھیں کسی جلیل القدر شخصیت کی تاریخ ولادت یا تاریخِ وفات میں اختلاف ہونا کوئی قابلِ تعجب یا قابلِ اعتراض نہیں ہے اور نہ ہی اس تاریخ ولادت یا تاریخ وفات میں اختلاف کی وجہ سے اس شخصیت کے مقام و مرتبہ پر کسی قسم کا اثر پڑتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت میں بھی تو اختلاف پایا جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تاریخِ شہادت میں بھی مختلف اقوال ملتے ہیں تو یہ بھی قابلِ اشکال نہیں ہے۔

اب جواب سمجھیں؛

تین امور زیرِ بحث ہیں:

[1]: قاتلانہ حملہ (یہ متعین ہے کہ ذوی الحجہ کی آخری تاریخوں میں ہوا)

[2]: یومِ شہادت اس میں روایات دو طرح کی ہیں:

(اکثر (راجح) روایات کے مطابق یکم محرم الحرام اور بعض روایات کے مطابق ذی الحجہ کی آخری تاریخوں میں ہوئی)

[3]: یومِ تدفین　(اکثر روایات کے مطابق یکم محرم الحرام کو ہوئی)

پہلی اور آخری (تیسری) بات تو متعین ہو گئی ہے۔ اب رہ جاتی ہے دوسری بات یعنی آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت۔ چونکہ اس میں روایات دو طرح کی ہیں:

1: ماہ ذی الحجہ کے اخیر کی

2: یکم محرم الحرام کی۔

تو ان سب روایات میں تطبیق ممکن ہے۔ وہ اس طرح کہ جن مؤرخین نے ذی الحجہ کے آخری ایام کا تذکرہ کیا ہے وہ اس اعتبار سے ہے کہ زخم چونکہ جان لیوا تھا جس سے بچنے کی بظاہر کوئی امید نہ تھی تو انہوں اسی حملے کے دن کو ہی یومِ وفات سے تعبیر کر دیا (حالانکہ بالاتفاق اسی دن آپ کی شہادت نہیں ہوئی تھی بلکہ وہ چند روز بعد ہوئی تھی)، اور جن مؤرخین نے تدفین کا اعتبار کیا تو انہوں نے یکم محرم الحرام قرار دیا (جس دن تدفین ہو بسا اوقات اس دن کو یومِ وفات کہہ دیا جاتا ہے)۔ واللہ اعلم